(جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں)

"اَنَا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ"

امیرِ مختارؒ

انتقام شہدائے کربلا کے سلسلہ میں جناب مختار کے پرجوش ایمانی واقعات

اور

قاتلانِ حسینؑ کے وجودِ نجس سے زمینِ خدا کو پاک کرنے کے رُوح پرور حالات

جو

مومنین کے قلوب و ارواح کے لئے سرور و شادمانی کا پیغام ہیں

جس میں جناب مختار و ابراہیم بن مالک اشتر پر الزامات و اعتراضات کی بدلائل عقلیہ و نقلیہ بطریق احسن تردید کی گئی ہے جو قلوب مومنین کو نورِ ایمان سے ضیا بار کرنے کی ضامن ہے

از

سید بشارت حسین کامل مرزا پوری

شائع کردہ

امامیہ کتب خانہ — مغل حویلی

اندرون موچی دروازہ - حلقہ ۲۲ - لاہور ۸

فہرست مضامین - امیر مختارؒ

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	حضرت مختار کی ولادت، نام اور لقب	۶
۲	خاندانی حالات	۶
۳	جناب مختار اور مودت اہلبیتؑ	۷
۴	مختار کے کارناموں کی ابتدا	۲۲
۵	عمیر بن عامر معلم کوفہ کے ذریعے مختار کی رہائی	۲۲
۶	انتقام خون شہدا کی کوششیں	۲۴
۷	مختار کی دوبارہ گرفتاری اور رہائی	۳۶
۸	امیر مختار کا خروج	۳۷
۹	عبداللہ بن مطیع کی احسان فراموشی اور مختار پر حملہ	۴۸
۱۰	لشکر شام سے مختار کی جنگ	۵۶
۱۱	مختار اور ابراہیم کی سیاست	۶۶
۱۲	امیر مختار کے لشکر کی حصین بن نمیر و ربیعہ بن مخارق سے جنگ	۶۹
۱۳	جناب ابراہیم کی ابن زیاد سے جنگ کے لئے روانگی و اہل کوفہ کی مختار سے بغاوت اور ابراہیم کی واپسی	۷۷
۱۴	کوفہ میں قاتلانِ حسینؑ کا قتلِ عام	۸۹
۱۵	قتل ابن زیاد کی مہم	۱۳۰

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۵۶	موصل میں حضرت ابراہیم کی گورنری	۱۶
۱۵۷	ایامِ غم کا اختتام	۱۷
۱۵۹	عبداللہ بن زبیر کا جناب محمد بن حنفیہ کو محصور کرنا اور مُختار کی مدد سے رہائی۔	۱۸
۱۷۰	عبداللہ ابن زبیر کی عہد شکنی اور حضرت محمد حنفیہ کی مکّہ سے ہجرت۔	۱۹
۱۷۹	عراق پر ابن زبیر کی چڑھائی اور حضرت مُختار سے معرکہ	۲۰
۱۸۵	جناب مُختار کا میدانِ جنگ میں ورود	۲۱
۱۸۸	حضرت مُختار کی شہادت	۲۲
۱۹۲	حضرت مُختار کے ساتھیوں کا حشر	۲۳
۱۹۳	جناب مُختار کی بیوی کا قتل	۲۴
۱۹۴	حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر کا انجام	۲۵
۱۹۷	جناب ابراہیم کے انجام پر ایک نظر	۲۶

مفاتیح الجنان اردو

مترجمہ: جناب شیخ الجامعہ مولانا مولوی اختر عباس صاحب قبلہ۔

یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں ایران میں طبع ہو چکی ہے۔ اور لاکھوں زائرین اس سے زیارات بجا لا چکے ہیں۔ ایران میں ہر شیعہ کے گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے اس کتاب کی اتنی بڑی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مولانا موصوف نے اُسے اُردو میں ترجمہ کرکے مذہب شیعہ کے لئے ایک بہت بڑی خدمت کی ہے۔

نوٹ:۔ کتاب "مفاتیح الجنان" خریدتے وقت امامیہ کتب خانہ لاہور کی مطبوعہ خریدیں، کیونکہ یہ ایڈیشن بالکل صحیح ہے۔

آفسٹ چھپائی۔ عمدہ کاغذ۔ سائز ۲۰ × ۳۰/۸، حجم ۹۴۰ صفحات، ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ:۔ امامیہ کتب خانہ مُغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ۔ لاہور ۸

حرف اوّل

میں نہ مورخ ہوں نہ سیرت نگار نہ سیرت نگاری کی صلاحیت کا حامل۔ میرے کرمفرما جناب شیخ راحت علی صاحب مالک امامیہ کتب خانہ مُغل حویلی لاہور نے مجھ سے فرمائش کی کہ جناب مختار علیہ الرحمہ کے حالات میں جو کتابیں اُردو زبان میں ہیں اُن میں بہت سے غیر متعلق واقعات درج ہیں جن سے طبیعتوں کو اُلجھن ہوتی ہے۔ لہٰذا میں انہی کتابوں کی مدد سے صرف انہی واقعات کو اکٹھا کر دوں جن کا تعلق جناب مختار کے مقصد انتقامِ شہدائے کربلا سے ہو زائد از ضرورت طوالت نہ ہو نہ اتنا اختصار کہ واقعات تشنۂ تکمیل رہ جائیں:

اپنی بے بضاعتی کے باوجود شیخ صاحب موصوف کی فرمائش کی تکمیل لازمی سمجھ کر میں نے یہ اہم خدمت انجام دینے کی جرأت کی۔ اور اس میں صرف جناب مختار کے کارنامے درج کئے ہیں یعنی جن واقعات کا تعلق اُن کے مقصد انتقامِ شہدائے کربلا سے ہے اور بس۔

البتہ جناب مختار و جناب ابراہیم کے متعلق الزامات کی تحقیق پھر اُن کی تردید میں غور و فکر سے کام لے کر صحیح نتیجہ نکالنے کی کوشش کی ہے۔ ممکن ہے نتیجہ قابلِ اطمینان ہو۔

اس کتاب کی تدوین میں جلاء العیون ملائے مجلسی مطبوعہ تہران۔ نورُالمشرقین من حیات الصادقین آغا محمد سلطان مرزا۔ اور جلاء العینین فی سیرت علی بن الحسین مولانا مظہر حسن صاحب سہارنپوری مطبوعہ مطبع اثنا عشری دہلی سے مدد لی گئی ہے۔

خُدا کرے میری یہ ناچیز تالیف مومنین کے سرورِ قلب کا باعث ہو۔ آمین۔

سید بشارت حسین کامل مرزا پوری
سادات کالونی ڈرگ روڈ کراچی ۲۵

۱۶ رجمادی الثانی ۱۳۸۸ھ روز سہ شنبہ
مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۶۸ء بوقت سہ پہر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حضرت مُختار کی ولادت۔ نام اور لقب

مشہور ہے کہ جناب مُختار سنہ ۱ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۶۷ھ میں حسینیت کی راہ میں قُربان ہوگئے یعنی ۶۷ سال زندہ رہے۔ آپ کی کُنیت ابواسحاق تھی اور لقب کیساں تھا۔ اور یہ لقب جناب امیر علیہ السّلام نے عطا فرمایا تھا۔ چُنانچہ اصبغ بن نباتہ (امیر المومنینؑ کے صحابی) کا بیان ہے کہ مَیں نے دیکھا کہ جناب مُختار کو ان کے بچپن میں جناب امیرؑ اپنے زانو پر بٹھائے ہوئے نہایت شفقت سے اُن کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے ہیں یا کیس یا کیس" اے عقل والے اے عقل والے"۔ (جلاء العیون مطبوعہ تہران صـــ ۵۳۹)

خاندانی حالات

حضرت مُختار بنی ہوازن کے قبیلہ ثقیف سے تعلّق رکھتے تھے۔ ثقیف ایک سر برآوردہ شخص تھے جن کی طرف قبیلہ ثقیف منسوب ہے۔ آپ کے دادا مسعود ثقفی تھے ان کے والد عمر یا عمیر، ان کے والد عنترہ تھے۔ . . . . (بحوالہ ناسخ التواریخ) آپ کے والد ابوعبیدہ ثقفی بڑے جری اور شجاع تھے۔ خلیفۂ دوم نے ان کو عراق کی مہم پر سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ انہوں نے وہاں اپنی خدا داد صلاحیت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور ایک ہاتھی کے پیر سے کُچل کر راہی دار بقا ہوئے۔

مُختار کے چچا سعد بن مسعود ثقفی بھی بڑے محب اہلبیتؑ تھے ان کو بھی خلیفۂ دوم نے

فتح مدائن کے بعد وہاں کا گورنر مقرر کیا تھا۔ وُہ خلیفہ سوم کے زمانہ میں بھی اور عہدِ امیرالمومنینؑ میں بھی بدستور اپنے عُہدہ پر قائم رہے۔ جب معاویہ کو تسلط حاصل ہُوا تو اُس نے ان کو موصل کا گورنر بنا دیا۔ (بحوالہ روضتہ الصفا و مجالس المومنین) مگر بظاہر اہلبیتؑ رسالت سے بے تعلق رہے ہوں گے ورنہ معاویہ کبھی اُن کو کسی عُہدہ پر مامور نہ کرتے بلکہ آلِ رسولؐ کی دوستی و محبت کے جرم میں تلوار یا زہر سے اُن کی زندگی کا چراغ گُل کر دیتے ؛

جنابِ مُختار اور مودّتِ اہلبیتؑ

جنابِ مُختار کے بارے میں متضاد روایتیں اور خبریں پائی جاتی ہیں۔ بعض سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ محب اہلبیتؑ نہ تھے۔ بلکہ قصاص خُون شہدا کا بہانہ کر کے حکومت و اقتدار حاصل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن حقیقت اِس سے مُختلف ہے حسب ذیل روایتوں سے اُن کی منقصت ظاہر ہوتی ہے۔

(۱) امام محمد باقرؑ سے بسند معتبر روایت ہے کہ مُختار نے ایک خط امام زین العابدینؑ کی خدمت میں لکھا اور چند ہدیوں کے ساتھ حضرتؑ کی خدمت میں عراق سے روانہ کیا۔ اُن کے قاصدوں نے درِ اقدس پر حاضر ہو کر اذن حضوری طلب کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا مَیں دروغ گویوں کا ہدیہ قبول نہیں کرتا اور اُن کا خط نہیں پڑھتا۔ وہاں سے مایوس ہو کر قاصدوں نے خط کا عنوان مِٹا دیا اور اُس کی جگہ لکھ دیا کہ یہ خط محمد (حنفیہ) ابنِ علی کی طرف ہے۔ اور وُہ خط اور ہدیے جناب محمد بن حنفیہ کی خدمت میں لے گئے۔ انہوں نے وُہ ہدیے قبول کئے اور خط کا جواب بھی لکھا۔ (جلاء العیون مطبوعہ تہران صفحہ ۵۴۳)

(۲) عمر بن علیؑ بن حسینؑ سے روایت ہے کہ پہلے مُختار نے میرے والد علی بن الحسین (امام زین العابدینؑ) کے لئے بیس ہزار درہم بھیجا۔ حضرت نے ان کو قبول فرمایا اور عقیل بن ابی طالب اور دُوسرے بنی ہاشم کے مکانات جن کو بنی اُمیہ نے مُنہدم کر دیئے تھے اُنہی درہموں سے

تعمیر کرائے۔ پھر جب مختار نے مذہب باطل اختیار کیا اور چالیس ہزار دینار میرے والد کے لئے بھیجے تو آپ نے ان کو واپس کر دیا اور قبول نہ فرمایا۔ (جلاء العیون صفحہ ۵۴)

(۳) ابن ادریس نے بسند موثق حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ روز قیامت جناب رسالتمآبؐ، جناب امیرؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ صراط سے گذریں گے اور کوئی شخص جہنم میں سے تین مرتبہ استغاثہ کرے گا کہ یا رسول اللہ میری فریاد کو پہنچئے حضرت کوئی جواب نہ دیں گے۔ پھر تین مرتبہ چلائے گا کہ یا امیرالمومنین میری مدد کیجئے حضرت علیؑ بھی اُس کی طرف متوجہ نہ ہوں گے پھر اسی طرح تین بار امام حسنؑ سے فریاد کرے گا آپ بھی کوئی جواب نہ دیں گے پھر تین بار امام حسینؑ سے استغاثہ کرے گا کہ میری مدد کیجئے میں نے آپ کے دشمنوں کو قتل کیا ہے یہ سُن کر جناب رسالتمآبؐ امام حسینؑ سے فرمائیں گے کہ اُس نے تم پر حجت قائم کر دی تم اُسکی فریاد کو پہنچو۔ تو امام حسینؑ اُس عقاب کے مانند جو جھپٹ کر کسی جانور کو اُچک لیتا ہے اُس کو جہنم سے نکال لائیں گے۔ راوی نے پوچھا میں آپ پر فدا ہوں وُہ کون شخص ہوگا۔ حضرت نے فرمایا وُہ مختار ہوگا۔ راوی نے پوچھا باوجود اُن نیک کاموں کے جو اُس نے کئے اُس پر کیوں جہنم میں عذاب ہوگا۔ حضرت نے فرمایا اگر اُس کے دِل کو چاک کر کے دیکھا جائے تو اُس میں کچھ محبت اِس اُمت کے دونوں ظالموں کی ظاہر ہوگی۔ اُس خُدا کی قسم جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر اُن دونوں کی محبت جبریلؑ و میکائیلؑ کے دلوں میں بھی ہوتی تو یقیناً خداوند عالم ان کو بھی اوندھے مُنہ جہنم میں ڈال دیتا۔ (جلاء العیون صفحہ ۵۴)

(۴) علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے یہ روایت بھی درج فرمائی ہے:۔

بعض کتابوں میں یہ روایت بھی ہے کہ مُختار نے امام زین العابدینؑ کے لئے ایک لاکھ درہم بھیجا وُہ حضرت قبول نہیں کرنا چاہتے تھے مگر آپ کو مُختار سے خوف ہُوا کہ وُہ حضرتؑ کو نقصان پہنچا ئیگا۔ اِس لئے آپ نے اُس مال کو رکھ لیا۔ جب مُختار قتل ہو گئے تو حضرتؑ نے حقیقت حال عبدالملک کو لکھ بھیجا کہ یہ مال تمہارا ہے تم کو گوارا ہو اور وُہ خود مُختار پر لعنت کر کے فرماتے تھے کہ وُہ

خُدا اور ہم اہلبیتؑ پر جھوٹ باندھتا تھا اور دعوےٰ کرتا تھا کہ اُس پر وحی نازل ہوتی ہے۔

(جلاء العیون ص ۵۴۱)

مُختار علیہ الرحمہ کے بارے میں معصومین کے ان ارشادات کے ساتھ ان کے زمانہ کے حاکمان جور اور آئمۂ معصومین علیہم السّلام اور اُن کے دوستوں کے ساتھ اُن کے ظالمانہ برتاؤ کو بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اگرچہ کسی حاکمِ وقت کو کسی امام سے بیعت طلب کرنے کی جرأت تو نہیں ہوئی مگر اِن کا وجود اُن کے دلوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا اور اُن کو کمزور اور بے دست و پا رکھنے کی کوشش میں حکومت اپنا سارا زور صرف کرتی رہی۔ حاکمان جور اُن کی زندگی اپنی حکومت و اقتدار کے لئے خطرناک ہی سمجھتے رہے۔ کیونکہ اصلی وارثانِ حکومت وہی ذوات مقدسہ تھے حالانکہ اُن حضرات کو عبادتِ الٰہی، خدمتِ خلق اور خاموشی کے ساتھ تبلیغ دین کے سوا دُنیا سے کوئی غرض نہ تھی۔ نہ حکومت حاصل کرنے کی انہوں نے کبھی کنایتہً و اشارۃً خواہش ظاہر کی۔ لیکن حاکمان وقت ہمیشہ اُن سے بدظن رہتے اور ہر آن و ہر لمحہ اُن کے وجود کو مٹانے کے درپے رہتے اور اُن کو آزار و تکلیف پہنچانا ہی اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے رہے۔ ان کو قید و بند کی ایذاؤں میں مُبتلا رکھتے اور آخر نہایت راز داری کے ساتھ ایک نہ ایک دن اُن کی زندگی کا خاتمہ کر دیتے تھے تاکہ دُنیا والے اُن کے قتل کے الزام سے اُن کو بَری سمجھیں۔ اُن کی محبت و دوستی کے جُرم میں اُن کے محب و پیرو بھی حکومت کے باغی سمجھے جاتے اور قتل کر دیئے جاتے تھے۔ جس پر محبِّ اہلبیتؑ ہونے کا شُبہ بھی ہو جاتا تھا اُس کی زندگی کا زہر یا تلوار سے خاتمہ کر دیا جاتا تھا۔

ائمۂ اطہار اور اُن کے دوستوں کی ہر حرکت و سکون پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی اور اُن کی مجلسوں میں حکومت کے جاسُوس اپنے تئیں محب و عقیدت کیش ظاہر کر کے موجود رہتے اور اُن کے حالات سے حاکمِ وقت کو آگاہ کرتے رہتے۔ اِس لئے ائمۂ طاہرین بھی بہت احتیاط فرماتے تھے اور کبھی کبھی اہل خلاف کی موجودگی میں اپنے دوستوں کی بُرائیاں بھی بیان کر دیا

کرتے تھے تاکہ حکومت کے لوگ اُن کو ائمۂ معصومینؑ کے خلاف سمجھ کر اُن سے دُشمنی نہ کریں اور اُن کو ایذائیں نہ پہنچائیں۔

چنانچہ زرارہ بن اعین کی جو امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السّلام کے خاص مصاحبین اور کامل عقیدت مندوں میں سے تھے ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے بُرائیاں لوگوں کے سامنے بیان کیں اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ وُہ آپ کے دوست نہیں ہیں۔ یہ خبر زرارہ کو پہنچی تو انہوں نے اپنے بیٹے کو حضرتؑ کی خدمت میں بھیج کر دریافت کیا کہ مجھے ایسی خبر ملی ہے کہ آپ مجھے بُرائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے باپ سے میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ تم ہمارے بہترین دوستوں میں ہو۔ ہماری روایات کے حامل ہو قسم خدا کی میں تم سے راضی ہوں۔ میں نے لوگوں کے سامنے تمہاری بُرائی اس وجہ سے کی ہے کہ یہ لوگ ہمارے اور تمہارے دُشمن ہیں اور ہمارے مقربین اور دوستوں کی ایذا رسانی پر آمادہ رہتے ہیں۔ ہماری محبت کی وجہ سے ہمارے دوستوں کو طرح طرح کے عیب لگاتے ہیں اور آخر اُن کے قتل و تباہی کے باعث ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ہمارے دُشمنوں کے ساتھ دوستی کرتے ہیں جن کی ہم مذمت کرتے ہیں اور یہ اُن کی مدح و ثنا کرتے ہیں۔ اے زرارہ تم ہم سے محبت کرنے میں مشہور ہو گئے ہو اور یہ لوگ تم سے عداوت کرنے لگے ہیں۔ اب جو ہماری زبان سے تمہاری بُرائی اور منقصت سُنیں گے تو ان کی حالت بدل جائے گی اور یہ تم سے دوستی کرنے لگیں گے۔

(انوار المشرقین من حیاۃ الصادقین مؤلفہ و مصنفہ جناب آغا محمد سلطان مرزا دہلوی مطبوعہ عباسی پریس کراچی ص۶۸ بحوالہ رجال کشی)

علاوہ ازیں ائمۂ اطہار علیہم السّلام کو اپنی زندگی کی بھی حفاظت دین کے لئے بہت عزیز تھی جس پر یہ حضرات منجانب خدا مامور تھے۔ لہٰذا یہ اپنے طرزِ عمل سے حکومت کو کبھی ایسا موقع نہیں دینا چاہتے تھے کہ حکومت کو ظاہر بظاہر ان کے قتل کا بہانا ملے۔ یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السّلام نے مختار کو کھُل کر خروج کی اجازت نہیں دی اور نہ خروج سے منع ہی کیا۔ آپ کا منع نہ کرنا ہی اِس بات کی دلیل ہے کہ آپ اُن کے خروج سے راضی

تھے۔ چُنانچہ آپ نے حرملہ ملعون کے قتل کے لئے جو بد دُعا فرمائی ہے اور عمر سعد و پسر زیاد کے سر جب آپ کی خدمت میں مُختار نے بھیجے ہیں تو آپ کا سجدۂ شُکر کرنا اور مُختار کے حق میں دعائے خیر کرنا ہمارے اس دعوے کی تائید کے لئے کافی ہے۔

مُختار کی قدح میں ائمۂ معصومین سے جو روایتیں مروی ہیں وُہ انہی مصلحتوں پر مبنی معلوم ہوتی ہیں جو ظالم و جابر حکومت کے ظُلم و جور سے بچنے اور محفوظ رہنے کے لئے ضروری تھیں۔ مُختار کے حالات بنظرِ غائر دیکھنے کے بعد عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ان کی نیّت میں فتور تھا اور وُہ قصاصِ مظلوم کربلا کے بہانے سے خود حکومت و اقتدار حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اُن کا پُختہ ایمان اور اُن کا جناب امیر علیہ السّلام کو امام برحق ماننے کا اعتقاد ذیل کے واقعہ سے ظاہر ہے جس کو علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب جلاء العیون میں درج فرمایا ہے اور وُہ یہ ہے:-

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السّلام میں منقول ہے کہ امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ جس طرح بعض اسرائیل نے خدا کی اطاعت کی اور خدا نے اُن کو معزز و گرامی کیا اور بعض نے نافرمانی کی تو ان کو معذّب کیا اسی طرح تمہارا حال ہوگا۔ حضرت کے اصحاب نے عرض کی یا امیر المومنینؑ ہمارے نافرمان لوگ کس جماعت سے ہوں گے۔ حضرت نے فرمایا وُہ لوگ وُہ ہیں جن کو ہماری تعظیم اور ہمارے حق کی رعایت کرنے کا حُکم دیا گیا ہے اور وُہ لوگ ہماری مخالفت اور ہمارے حق سے انکار کریں گے اور رسُولؐ کے فرزندوں کو قتل کریں گے جن کی محبّت اور تعظیم پر وُہ مامور ہوئے ہیں۔ لوگوں نے عرض کی یا امیر المومنین کیا یہ اُمور اسی طرح واقع ہوں گے۔ فرمایا یقیناً واقع ہوں گے اور ان دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کو ظالم شہید کریں گے اور خلاقِ عالم اُن پر ان لوگوں کی تلوار کا عذاب وارد کرے گا جن کو اُن پر مُسلّط کرے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر عذاب مسلّط کیا تھا۔ پُوچھا یا امیر المومنینؑ وُہ کون ہے جو ان پر مسلّط ہوگا۔ حضرت نے فرمایا وُہ بنی ثقیف میں سے ایک شخص ہوگا جس کا نام مُختار ہوگا۔

جناب امام زین العابدینؑ کا بیان ہے کہ جب یہ خبر حجاج کو پہنچی اور لوگوں نے اُس سے کہا کہ علی ابن الحسینؑ اپنے دادا امیر المومنینؑ سے یہ روایت کرتے ہیں تو حجاج نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ جناب رسولِ خداؐ نے ایسا فرمایا ہوگا یا علیؑ بن ابی طالب نے ایسی پیشین گوئی کی ہوگی۔ علی بن الحسینؑ (معاذ اللہ) ایک نادان شخص ہے اور لغو باتیں کیا کرتا ہے۔ اور اپنے پیروی کرنے والوں کو فریب دیتا ہے۔ مختار کو میرے سامنے لاؤ تاکہ میں اُس کا جھوٹ ثابت کر دوں۔ لوگ مختار کو پکڑ لائے حجاج نے نطع (وہ چمڑا جس پر بٹھا کر مجرموں کی گردنیں ماری جاتی تھیں) طلب کیا اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ تلوار لا کر اُس کی گردن اُڑا دو۔ غلام تلوار لینے گئے بہت دیر ہوگئی اور نہ لائے تو حجاج نے پوچھا تلوار کیوں نہیں لاتے کہا تلواریں خزانے میں ہیں اور اُس کی کنجی گم ہوگئی ہے۔ یہ سُن کر مختار نے کہا اے حجاج تو مجھے قتل نہیں کر سکتا کیونکہ رسولِ خداؐ نے ہرگز جھوٹ نہیں فرمایا ہے۔ اگر تو مجھ کو قتل بھی کر دے گا تو خدا مجھ کو پھر زندہ کرے گا اور میں تم لوگوں کے تین لاکھ تراسی ہزار اشخاص کو قتل کروں گا۔ یہ سُنتے ہی حجاج غضب ناک ہوا اور اپنے ایک ملازم کو حکم دیا کہ اپنی شمشیر جلاّد کو دیدے۔ اُس نے جلاّد کو تلوار دیدی اور وہ تیزی سے مختار کی طرف بڑھا اور ٹھوکر کھا کر گرا۔ تلوار اُس کے شکم میں در آئی اُس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ حجاج نے دُوسرے جلاّد کو طلب کیا۔ جب وہ مختار کو قتل کرنے بڑھا تو ایک بچھو نے اُس کو ڈنک مارا وہ بھی جہنم واصل ہُوا۔ مختار نے کہا اے حجاج تو مجھ کو قتل نہیں کر سکتا نزار بن سعد بن عدنان کا واقعہ یاد کر جو اُس نے شاپور ذوالاکتاف سے کہا تھا جبکہ وہ عربوں کو قتل کر رہا تھا اور اُن کو دُنیا سے مٹا رہا تھا۔ حجاج نے کہا بیان کر وہ کیا واقعہ ہے مختار نے کہا جبکہ وہ عربوں کا قتل عام کر رہا تھا نزار نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ مجھ کو ایک زنبیل میں رکھ کر شاپور کے راستہ میں ڈال دو۔ لڑکوں نے ایسا ہی کیا۔ شاپور جب اُس کے قریب پہنچا تو اس کو دیکھ کر پوچھا تُو کون ہے اُس نے کہا میں ایک مردِ عرب ہوں اور تجھ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں شاپور نے کہا۔ پوچھ کیا پوچھنا چاہتا ہے اُس نے کہا تو کس

سبب سے تمام عربوں کو مارے ڈالتا ہے حالانکہ ان لوگوں نے تیرے ساتھ کوئی بُرائی نہیں کی ہے۔ شاپور نے کہا کہ مَیں نے کتابوں میں دیکھا ہے کہ عرب میں ایک شخص محمدؐ پیدا ہوگا وُہ پیغمبری کا دعوٰے کرے گا۔ اور بادشاہانِ عجم کی سلطنت اس کے ہاتھوں میں زائل ہوگی مَیں عربوں کو اسی لئے قتل کرتا ہوں کہ وُہ پیغمبرؐ پیدا نہ ہونے پائے۔ نزار نے کہا اگر تُو نے جھوٹوں کی کتابوں میں دیکھا ہے تو مناسب نہیں کہ جھوٹوں کے لکھنے سے اِتنے بے گُناہ لوگوں کو تو ہلاک کرے اور اگر تُو نے سچّوں کی کتابوں میں دیکھا ہے تو خُدا اُس شخص کی حفاظت کرے گا جس کی نسل سے وُہ پیدا ہوگا اور تُو خدا کے حُکم کو برطرف نہیں کر سکتا اور اُس کی تقدیر کو زائل نہیں کر سکتا۔ اگر عرب میں ایک شخص بھی باقی رہ گیا تو وُہ پیغمبرؐ اُسی سے پیدا ہوگا۔ شاپور نے کہا اے نزار تُو نے سچ کہا یعنی اے لاغر ونحیف اسی سبب سے اس کو نزار کہتے ہیں۔ غرض شاپور نے اُس کی نصیحت پسند کی اور عربوں کے قتل سے باز آیا۔

یہ واقعہ بیان کر کے مُختار نے کہا کہ اے حجاج خداوند عالم نے مقدر فرمایا ہے کہ مَیں تم میں سے تین لاکھ تراسی ہزار اشخاص کو قتل کروں گا۔ اِسی لئے یا تو خُدا تجھ کو میرے قتل پر قادر نہ کریگا اور اگر بالفرض محال تُو مجھے قتل کر دے گا تو خدا مجھے زندہ کرے گا تاکہ جو مقدر کر چکا ہے مَیں اُسے عمل میں لاؤں۔ یاد رکھ جناب رسُولِ خدا کا ارشاد حق ہے اُس میں مُطلق شک وشُبہ نہیں۔ یہ سب سُن کر پھر بھی حجاج نے حکم دیا کہ مُختار کی گردن اُڑا دی جائے۔ مُختار نے کہا جلاّد تو میرے قتل پر قادر نہیں ہوسکتا اگر تجھ سے ممکن ہو تو خود تجربہ کر کہ خدا تجھ پر ایک سانپ کو مسلط فرمائیگا جس طرح جلاّد پر بچھّو کو مسلط کیا تھا۔

مختصر یہ کہ جلاّد نے چاہا کہ مُختار کو قتل کرے کہ اُسی وقت عبدالملک مروانی کا ایک خاص آدمی اُس کا ایک خط لئے ہوئے داخل ہُوا اور چلاّ کر جلاّد سے کہا ٹھہر جا۔ پھر وُہ خط حجاج کو دیا جس میں عبدالملک نے لکھا تھا کہ "اے حجاج بن یوُسف! کبوتر ابھی میرے پاس ایک خط لایا جس میں تحریر ہے کہ تُو نے مُختار بن ابوُعبیدہ کو گرفتار کیا ہے اور اُس کو قتل کرنا چاہتا ہے اس لئے

کہ تجھ کو خبر ملی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ مختار بنی اُمیّہ کے ہوا خواہوں کو قتل کرے گا۔ جب تجھے یہ خط ملے اُس کو رہا کر دے اور اُس کے درپے نہ ہو کیونکہ وُہ میرے لڑکے ولید کی دایہ کے شوہر کا بیٹا ہے اور ولید نے مجھ سے سفارش کی ہے۔ اور جو کچھ تجھ کو رسولؐ خدا کی طرف سے خبر ملی ہے اگر وُہ غلط ہے تو کیا سبب ہے کہ ایک بے بُنیاد خبر پر یقین کر کے تو ایک مسلمان کو قتل کرے اور اگر سچ ہے تو آنحضرتؐ کے قول کو تو جُھٹلا نہیں سکتا" یہ خط پڑھ کر حجاج نے مختار کو رہا کر دیا۔

مختار پھر بھی جس سے ملتے یہ کہنے سے باز نہ آتے تھے کہ مَیں خروج کروں گا اور اتنے بنی اُمیّہ کو قتل کروں گا جب یہ خبر حجاج کو پہنچی تو دوبارہ اُن کو گرفتار کرایا اور ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ مختار کہتے تھے کہ تو ہرگز مجھ کو قتل نہیں کر سکتا۔ اسی اثناء میں ایک کبوتر عبدالملک مروان کا ایک خط لئے ہوئے آیا جس میں لکھا تھا کہ "اے حجاج مختار کے درپے نہ ہو وُہ ولید کی دایہ کے شوہر کا فرزند ہے اور وُہ حدیث جو تو نے سُنی ہے اگر سچ ہے تو اُس کے قتل پر تو قادر نہیں ہو سکتا جس طرح حضرت دانیالؑ بُخت النصّر کے قتل سے روک دیئے گئے تھے اِس لئے کہ مقدر ہو چکا تھا کہ وُہ بنی اسرائیل کو قتل کرے گا" حجاج نے یہ خط پڑھ کر پھر مختار کو رہا کر دیا۔

غرض مختار لوگوں سے اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے۔ حجاج کو معلوم ہُوا تو اُس نے پھر اُن کی گرفتاری کو آدمی بھیجے مگر وُہ پوشیدہ ہو گئے اور مدتوں چُھپے رہے آخر حجاج اُن کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گیا اور پھر ان کو قتل کرنا چاہتا تھا کہ اُسی وقت عبدالملک کا خط اُس کو ملا کہ مختار کو مت قتل کر۔ آخر حجاج نے اُن کو قید کر دیا اور عبدالملک کو خط لکھا کہ "کیوں ایسے شخص کے قتل سے تو مجھ کو منع کرتا ہے جو علانیہ لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ مَیں تین لاکھ تراسی ہزار بنی اُمیّہ کو قتل کروں گا" عبدالملک نے جواب میں لکھا کہ "تو جاہل ہے جو کچھ وُہ کہتا ہے اگر سچ ہے تو یقیناً مَیں اُس کی تربیت کروں گا تاکہ وُہ ہم پر مسلط ہو جس طرح خُدا نے فرعون کو جناب موسیٰؑ کی تربیت پر موکل کیا تھا۔ یہاں تک کہ جناب موسیٰؑ اُس پر مسلط

ہوئے۔ اور اگر یہ خبر غلط ہے تو کیوں مَیں اُس کے بارے میں دایہ کی رعایت نہ کروں جس کا مجھ پر حق ہے۔ آخر مختار اُن بدکاروں پر مسلط ہوئے اور کیا جو کچھ کرنا چاہتے تھے۔

جناب امام زین العابدینؑ اپنے اصحاب کو خروج مختار کی خبر دیا کرتے تھے۔ بعض اصحاب نے پُوچھا کہ وہ کب خروج کریں گے فرمایا تین سال بعد اور عبداللہ بن زیاد اور شمر ذی الجوشن کے سر میرے پاس لائے جائیں گے جبکہ مَیں ناشتہ کر رہا ہوں گا۔ جب وُہ روز موعود آیا حضرتؑ کے اصحاب حاضرِ خدمت ہوئے۔ امام نے اُن کے لئے کھانا منگایا اور خوش ہو کر فرمایا کھاؤ کہ آج بنی اُمیّہ کے ظالم لوگ قتل کئے جا رہے ہیں۔ لوگوں نے پُوچھا کہاں؟ فرمایا فلاں مقام پر مُختار اُن کو قتل کر رہا ہے اور بہت جلد فلاں روز اُن میں سے دوؔ سر میرے پاس لائے جائیں گے۔ جب وُہ دِن آیا۔ حضرتؑ تعقیب سے فارغ ہوئے اور آپ کے اصحاب بھی حاضرِ خدمت ہوئے۔ حضرت نے اُن کے واسطے کھانا منگایا۔ جب کھانا آیا تو اُسی وقت دوؔ سر لائے گئے جن کو دیکھ کر آپ سجدہ شکر میں جُھک گئے اور فرمایا کہ "میں حمد کرتا ہوں خدائے بزرگ و برتر کی کہ اُس نے دُنیا سے مجھے نہیں اُٹھایا یہاں تک کہ اس وقت میرے پدر بزرگوار کے قاتلوں کے سر مجھے دکھا دیئے۔ حضرتؑ اُن سروں کو دیکھتے جاتے تھے اور شکرِ خدا کرتے جاتے تھے۔ چُونکہ یہ معمول تھا کہ ناشتہ کے بعد حضرت مہمانوں کو حلوا بھی کھلاتے تھے مگر اُس روز اُن سروں کے نظارہ میں حضرت مشغول تھے اور حلوا نہیں منگایا تو کسی نے کہا یا ابن رسولؐ اللہ آج ہم لوگوں کو حلوا نہیں ملا۔ حضرت نے فرمایا اُن سروں کے نظارہ سے زیادہ شیریں کونسا حلوا ہوگا (جلاء العیون ص۵۲۴)

یہ روایت تمام سابقہ روایتوں کی تردید کے لئے کافی ہے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ جناب مُختار کا ایمان کس قدر پختہ تھا اور وُہ جناب امیر علیہ السّلام کو امام برحق اور منصوص من اللہ جانتے تھے۔ اور جس شخص کا ایسا اعتقاد ہو اُس کے دِل میں کبھی اُن کے دُشمنوں کی محبت جاگزیں نہیں ہوسکتی لہٰذا اُن کا جہنم میں معذب ہونا اور جناب رسُولِ خدا اور امیر المومنینؑ اور امام حسن علیہ السّلام کا اُن کی مدد کے لئے نہ پہنچنا، امام زین العابدین علیہ السّلام کا

اُن کے ہدیے قبول نہ کرنا اور اُن کے متعلق مذہب باطل اختیار کرنے کی خبر بیان کرنا وغیرہ انہی مصلحتوں پر مبنی معلوم ہوتا ہے جن کے پیشِ نظر امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے خاص مصاحب زرارہ بن اعین کی بُرائیاں بیان فرمائیں پھر اُن کے دریافت کرنے پر دُہ مصلحت بیان فرما کر اُن کو مطمئن بھی کر دیا۔ اسی طرح جناب مختار کے بارے میں بھی شیعوں کی بدگمانیاں امام محمد باقرؑ نے رفع فرما دیں۔ یعنی جب شیعوں نے اُن کے بعض اعمال پر نکتہ چینی کی اور اُس کو بُرا بھلا کہا اور اس کی خبر جناب امام محمد باقرؑ کو ہوئی تو آپ نے شیعوں کو اس سے روکا اور فرمایا "مختار کو گالی مت دو کیونکہ اُس نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ہمارے خون کا قصاص لیا اور ہماری بے شوہر عورتوں کی شادی کرا دی اور تنگ دستی کے زمانہ میں مال سے ہماری مدد کی۔ (جلاء العیون مطبوعہ تہران صفحہ ۵۴)

نیز بسند معتبر عبداللہ بن شریک سے روایت ہے کہ میں عید الاضحیٰ کے روز منیٰ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت تکیہ کئے ہوئے بیٹھے تھے اور حجام کو بلوایا تھا کہ سر کے بال بنوائیں اُسی وقت کوفہ کا رہنے والا ایک بوڑھا شخص آیا اور اُس نے چاہا کہ حضرت کا دست مبارک پکڑ کر بوسہ دے حضرت مانع ہوئے اور فرمایا تو کون ہے۔ اُس نے عرض کی میں مختار کا بیٹا حکم ہوں۔ یہ سن کر حضرتؑ نے اس کو اپنے بہت نزدیک بٹھایا۔ اُس نے کہا لوگ میرے باپ کے بارے میں بہت سی باتیں کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے اُن کے متعلق سنوں اور آپ جو کچھ فرمائیں اُسی کو صحیح سمجھوں۔ یہ سن کر حضرتؑ نے فرمایا سبحان اللہ خدا کی قسم میرے پدر بزرگوار (امام زین العابدینؑ) نے مجھے خبر دی ہے کہ میری والدہ کا مہر اُسی مال سے دیا گیا جو مختار نے حضرت کے لئے بھیجا تھا۔ اور اُس نے ہمارے منہدم مکانات تعمیر کرائے اور ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ہمارے خون کا انتقام لیا۔ خدا اُس پر رحمت نازل کرے۔ خدا کی قسم میرے پدر بزرگوار نے مجھ سے بیان کیا کہ میں جناب فاطمہ بنت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر تھا وہ فرماتی تھیں کہ

خدا مختار پر رحمت نازل کرے اُس نے ہمارا کوئی حق کسی کے پاس نہیں چھوڑا اور ہمارے خون کا بدلہ لیا اور ہمارے قاتلوں کو قتل کیا۔ (جلاء العیون مذکور صفحہ ۵۴۰)

بسندِ معتبر امام زین العابدینؑ کے صاحبزادے عمر سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن زیاد اور پسر سعد کے سرہائے نجس مختار نے میرے پدر بزرگوار کی خدمت میں بھیجے تو حضرت سجدے میں گر پڑے اور کہا میں خدا کی حمد کرتا ہوں کہ اُس نے ہمارے دُشمنوں سے ہمارے خون کا قصاص لیا اور خدا مختار کو جزائے خیر دے۔ (جلاء العیون صفحہ ۵۴۰)

نیز بسندِ معتبر امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ بنی ہاشم کی کسی عورت نے اُس روز تک اپنے بالوں میں کنگھی نہیں کی نہ خضاب کیا جب تک کہ مختار نے قاتلان امام حسینؑ کے سر اُن کے پاس نہ بھیجے۔ (جلاء العیون صفحہ ۵۴۰)

اِن ارشادات کی موجودگی میں عقل قبول نہیں کرتی کہ امام زین العابدین یا امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہم السلام مختار کو بُرا سمجھتے ہوں گے یا اُن کو بے دین فرماتے ہوں گے۔

حکومت ہمیشہ آلِ رسولؐ کے خلاف رہی۔ اُن کے اور اُن کے دوستوں کے خلاف پروپیگنڈا کرنا اپنی مصلحت کے پیشِ نظر حکومت کے فرائض میں داخل تھا۔ کس کی مجال تھی جو حکومت کے خلاف لب کُشائی کر سکتا۔ حکومت کا جو فعل تھا وُہ جائز۔ جو طریقہ تھا صحیح اور مناسب۔ اگر آلِ رسولؐ کے خلاف پروپیگنڈا نہ کیا جاتا تو سردار جوانان جنّت امام حسینؑ کو شہید کرنے کی جُرأت مُسلمانوں کو کیونکر ہو سکتی تھی۔

حکومت کے کردار کی تائید میں مورخین وارباب قلم مقرر تھے جن کو بڑی بڑی تنخواہیں ملتی تھیں انعام و اکرام سے مالا مال کیا جاتا تھا۔ خلاف زبان کھولنے والوں کو طرح طرح کے عذاب میں مُبتلا کیا جاتا تھا اہلبیت رسُولؐ کی محبت تو الگ، اگر کوئی حکومت کے خلاف حق بات زبان سے نکالتا تو اُس کی زندگی کی خیر نہ تھی۔ مختصر یہ کہ حکومت کے نمک خوار کیسے ممکن تھا کہ اُن لوگوں کے قابل ستائش افعال و کردار کی مدح کرتے جو حکومت کے مخالف

اور اہلبیتؑ رسولؐ کے دوست اور موافق تھے۔ انہوں نے اُن کے کردار کو اِس طرح پیش کیا جس سے اُن کا دامنِ عمل داغدار نظر آئے۔ چُنانچہ مُختار کے مُتعلق روضۃ الصفا کی یہ عبارت قابلِ غور ہے جس کو مولانا مظہر حسن صاحب نے جلاء العینین میں مجالس المومنین سے نقل فرمائی ہے۔

"مُختار کے والد ابُو عبیدہ خلیفہ دوم کے زمانہ میں لشکر عراق کے سپہ سالار تھے۔ واقعہ جرہ میں ہاتھی کے پاؤں کے نیچے کچل کر ہلاک ہوئے۔ مدائن فتح ہُوا تو جناب عُمر نے اُن کے بھائی سعد بن مسعود مُختار کے چچا کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ سعد اُس وقت سے جناب عمرؓ کے بقیہ زمانہ اور پھر حضرت عثمانؓ کے پُورے زمانۂ خلافت تک اپنے عہدہ پر مامور رہے۔ جناب امیرؑ نے بھی اپنے عہدِ خلافت میں ان کو ان کے عہدہ پر قائم رکھا۔ اُن حضرتؑ کے بعد جب نواح مدائن میں امام حسنؑ کی ٹانگ پر ضربت لگی اور وُہ حضرت قصرابیض میں ٹھہرے تو مُختار نے جو اپنے باپ کے بعد اپنے چچا کے پاس رہنے لگے تھے اُن سے کہا کہ بہتر ہے کہ حسنؑ کو پکڑ کر معاویہ کے حوالے کر دیں۔ سعد نے کہا تجھ پر خُدا کی لعنت ہو میں اور فرزندِ رسُولؐ کو دُشمن کے حوالے کر دوں۔ چُونکہ شیعہ امام حسنؑ کی ضربت کو بھی مُختار کی سازش سمجھتے تھے اس لئے اُس کے قتل کے درپے ہوئے۔ مُختار اُن سے جان بچا کر کُوفہ چلے گئے۔ شیعہ ہر نماز کے بعد اُن پر لعنت کیا کرتے تھے۔ (واضح رہے کہ یہ روضۃ الصفا کی عبارت کا ترجمہ ہے) جب مُسلمؑ بن عقیل امام حسینؑ کی طرف سے بیعت لینے کوفہ میں آئے تو مُختار نے اُن کو اپنے گھر میں اُتارا اور اُن کی خدمت گذاری میں مصروف تھے یہاں تک کہ وُہ بدنامی اُن سے دُھل گئی اور شیعہ عُذر خواہ ہوئے کہ ہماری غلطی تھی کہ تمہارے متعلق ایسا اور ایسا گمان کیا۔

قاضی صاحب (نورُ اللہ شوستریؒ) اِس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ شیخ عبدالجلیل قزوینی نے اپنی کتاب نقض الفضائح میں لکھا ہے کہ جو بات روضۃ الصفا نے مُختار کے باب میں نقل کی ناقلان اخبار اُس کو سمجھ نہیں سکے ورنہ مُختار کے حق میں ایسی بات نقل نہ کرتے جس کے حق میں جناب امیر المومنینؑ نے طفولیت میں دُعا کی اور ثنا کہی اور نصرت کا وعدہ فرمایا اور

اُس نے تصحیح قول معصوم میں اُن کے دشمنوں سے ایک لاکھ آدمی قتل کئے اور رحمت خُدا میں داخل ہُوا۔ بلکہ وُہ قصہ اصل میں یوُں ہے کہ جن دنوں امام حسنؑ مُختار کے چچا سعد کے پاس مقیم تھے تو مُختار بوجہ اپنی صفائی عقیدت و نورُ مودت کے آنحضرتؐ کے لئے خائف ہوئے کہ ایسا نہ ہو کہ ان کے چچا سعد اُن کو معاویہ کی خاطر ایذا پہنچائیں۔ پس محزون و گریاں شریک اعور شیعی کے پاس آکر کہنے لگے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے چچا سعد معاویہ کی خوشنودی کے لئے امام حسنؑ کو ستائیں۔ تمہارے نزدیک اس کے روک تھام کی کیا تدبیر ہے۔ شریک عقلائے روزگار سے تجربہ کار شخص تھے بولے اے فرزند میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ تم اپنے چچا سے تنہائی میں کہو کہ ہم کو چاہیئے کہ حسنؑ کو مار ڈالیں اور اس طرح معاویہ کا تقرب حاصل کریں اگر اُس کے دِل میں اُن حضرت کی طرف سے غدر ہوگا جس کو تمہارے سامنے تمہارے محبت آل علیؑ ہونے کے سبب ظاہر نہیں کرتا اُس وقت ضرور بتا دے گا۔ جب اِس طرح اُس کی خیانت معلوم ہو جائے گی تو ہم اپنا انتظام کر لیں گے اور آنحضرتؐ کو یہاں سے نکال لے جائیں گے۔ غرض مُختار نے اپنے چچا کے پاس تنہائی میں جا کر اِس بات کا تذکرہ کیا چونکہ ان کے چچا محب و دوست داران اہلبیتؑ میں سے تھے۔ انہوں نے وہی جواب دیا جو مذکور ہُوا۔ مُختار مطمئن ہو گئے۔ اِس سے مُختار کی طرف کوئی عیب و عار عائد نہیں ہوتا۔ (جلاء العینین فی سیرۃ علیؑ بن الحسینؑ ص ۳۷)

روضۃ الصفا کی عبارت سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ مُختار امام حسنؑ کے دُشمن تھے اگر اُن کے چچا سعد مُختار کے کہنے پر عمل کرتے تو امام حسنؑ کی زندگی کا خاتمہ وہیں مدائن میں ہو جاتا۔ لیکن قاضی صاحب نے اس روایت کو درج کرنے کے بعد شیخ عبدالجلیل کی طرف سے جو تنقید تھی درج فرما دی جس سے جناب مُختار کا محب اہلبیتؑ ہونا ثابت ہو گیا اور اُن کی اصل غرض جو امام حسن علیہ السّلام کی حفاظت اور سلامتی سے تھی ظاہر ہو گئی۔

بہرحال جناب مُختار کے متعلق اُن کے ظاہری کردار کو دیکھتے ہوئے اُن سے سوءظن رکھنا یقیناً گُناہ ہے باطن کا علم خُدا کو ہے۔ عُلمائے امامیہ نے ان کے متعلق موافق و مخالف روایتیں

نقل کرنے کے بعد اُن سے حسنِ ظن ہی رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں :-

"چونکہ مختار کے ہاتھوں سے عظیم امورِ خیر انجام پائے ہیں لہٰذا اُس کے نجات کی اُمید ہے اور ایسے شخص کے حالات کی چھان بین نہ کرنا ہی زیادہ مناسب ہے۔"

(جلاء العیون ص۵۴۲ مطبوعہ تہران)

حضرت شہید ثالث مجالس المومنین میں تحریر فرماتے ہیں جس کا صرف ترجمہ نور المشرقین من حیاۃ الصادقین مصنفہ آغا محمد سلطان مرزا مطبوعہ کراچی ص۱۱۲ سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

"علامہ حلی نے مختار کو مقبولین خدا میں لکھا ہے۔ شیعوں کو اُس کے حسن عقیدہ پر بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جب شیعوں نے اُس کے بعض اعمال پر نکتہ چینی کی اور اُس کو بُرا بھلا کہا اور اُس کی خبر امام محمد باقرؑ کو ہوئی تو آپ نے شیعوں کو اِس سے روکا اور فرمایا کہ مختار ہمارے قاتلوں کا قتل کرنے والا ہے۔ اُس نے ہمارے شیعوں کی بیوگان کو مال دے کر شوہر دلائے اور زمانۂ تنگی میں بیت المال سے جو اُس کے تصرف میں تھا ہمارے پاس مال بھجوایا۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ امام جعفر صادقؑ اُس پر دُعائے مغفرت کرتے تھے۔"

آخر میں اِتنا اور عرض کر دوں کہ اگر کسی شخص کے ابتدائی اعمال بہتر ہوں اور انجام خراب ہو تو ایسا شخص قابل ملامت و مذمت ہوتا ہے لیکن اگر کسی شخص کے ابتدائی افعال و کردار قابلِ اعتراض ہوں اور انجام اچھا ہو تو ایسا شخص لائق احترام ہے لہٰذا اگر مختار علیہ الرحمہ کے ابتدائی اعمال قابلِ مذمت ہوں بھی تو انجام کے بہتر اور بخیر ہونے میں کیا شبہ اور کلام ہو سکتا ہے؟ لہٰذا اُن کے متعلق حسنِ ظن رکھنا ہی زیادہ انسب و بہتر ہے۔ ہم اس بحث کو آغا سلطان مرزا کے فیصلہ پر ختم کرتے ہیں جو موصوف نے مجالس المومنین کی عبارت کا ترجمہ لکھنے کے بعد تحریر فرمایا ہے وھو ھذا :-

"قصہ مختصر یہ کہ مختار کی نسبت حسنِ ظن رکھنا چاہیئے۔ نجات دینا یا نہ دینا خُدا کے ہاتھ میں ہے اِس کا فیصلہ ہم اور آپ کیونکر کر سکتے ہیں۔ ہم نیت کے عالم الغیب نہیں ہیں اور اعمال نیک و بد کا موازنہ کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی ترازو نہیں ہے۔ یہ تو میزانِ حشر ہی میں تولے جائیں گے۔ ہمیں کیا حق ہے کہ پہلے سے فیصلہ صادر کردیں۔ یہ احتیاط محض اس صورت میں ہے کہ جب ایک شخص کے اعمال اچھے بھی ہوں اور مشتبہ بھی ہوں۔

اگر کسی شخص کے صریحاً اعمال اچھے ہیں جیسے حربن یزید ریاحی۔ ہانی بن عروہ وغیرہما تو یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ وُہ ناجی ہے یا کسی شخص کے اعمال صریحاً خراب ہیں مثلاً یزید بن معاویہ۔ شمر ذی الجوشن وغیرہما تو یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ وُہ دوزخی ہے۔

دراصل بات تو یہ ہے کہ جب مَیں دیکھتا ہوں کہ جناب زینبؑ کی فریاد کی دادرسی، جناب زین العابدینؑ کی دُعا کی کامیابی اور امام حسین علیہ السلام کے اُس عظیم الشان استغاثہ ھل من ناصر ینصرنا ھل من مغیث یغیثنا کی اجابت مُختار علیہ الرحمہ کے ذریعہ سے ہوئی تو میرا دل نہیں چاہتا کہ اُسے بُرا کہوں۔ عقلِ سلیم اس کے کاموں کے ضائع ہونے کو قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ جو شخص اہلبیتؑ رسالتؐ کے دلوں کو ٹھنڈا کرے وُہ کہیں آگ میں جل سکتا ہے۔ کیا مُختار علیہ الرحمہ کے حق میں جناب رسالت مآبؐ کی حدیث کہ "علیؑ کی محبت گُناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ سُوکھی لکڑی کو" کارگر نہ ہوگی ؟ کسی کے اعتقاد کے متعلق فیصلہ کرنا مُشکل ہے۔ کہتے ہیں کہ مُختار جناب شیخین کو خلیفہ جائز سمجھتا تھا۔ میرے خیال میں تو اِس کا کوئی قول و فعل ایسا نہیں ہے کہ جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکے۔"

(نُور المشرقین من حیات الصادقین ص ۱۱۲ و ۱۱۳)

مُختار کے کارناموں کی اِبتدا

کوفیوں کی طلبی پر حضرت امام حسینؑ نے پہلے جناب مُسلمؑ کو کوفہ بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کے حالات بچشم خود مشاہدہ کرکے امام کو مطلع کریں۔ جناب مُسلم کوفہ پہنچ کر مُختار کے گھر میں مقیم ہوئے۔ (جلاء العیون صفحہ ۴۰۰) مُختار نے جناب مُسلمؑ کے ہاتھ پر بیعت کی اور امام حسینؑ کی نصرت پر آمادگی ظاہر کی۔ جب یزید کی طرف سے ابنِ زیاد کوفہ کا حاکم ہوکر آیا تو جناب مُسلم ہانی بن عروہ کے مکان میں مُنتقل ہوگئے (جلاء العیون صفحہ ۴۰۳) اُسی اثنار میں مُختار کسی ضرورت سے کوفہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ جناب مُسلمؑ کی شہادت مُختار کی عدم موجودگی میں واقع ہوئی۔ جناب مُختار کوفہ آئے تو ابن زیاد نے بجرم دوستیٔ اہلبیتؑ ان کو گرفتار کرکے قید کردیا۔ اُن کے قید ہی کے زمانہ میں واقعہ کربلا اوّل سے آخر تک گزرا۔ (جلاء العیون صفحہ ۴۰۸)

جس وقت سرہائے شہدؑا اور اہلبیتؑ رسولؐ دربار ابن زیاد میں لائے گئے ابنِ زیاد نے سرِامام حسینؑ طشت طلا میں کرکے زیر تخت رکھوا دیا۔ اہل حرم رسن بستہ دربار کے ایک گوشہ میں کھڑے ہوگئے۔ ابن زیاد کے حُکم سے جناب مُختار زنجیروں میں جکڑے ہوئے حاضر کیئے گئے۔ ابن زیاد نے کہا "اے مُختار تم حسینؑ کا بہت دم بھرتے تھے لو اُن کا سر دیکھ لو۔ جناب مُختار کی نظر جونہی سر امام پر پڑی بیتاب ہوگئے اور جوشِ غضب میں زنجیریں توڑ ڈالیں اور جھپٹ کر ابن زیاد پر حملہ کرنا چاہا لیکن لوگوں نے پکڑ لیا۔ ابن زیاد نے حُکم دیا کہ ان کی زنجیریں اور کس دی جائیں اور ان کو قید خانہ میں ڈال دیا جائے۔ (بحوالہ روضۃ المجاہدین وغیرہ)

عُمیرؔ[۱] بن عامر معلّم کوفہ کے ذریعہ سے مُختار کی رہائی

امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کے بعد ابن زیاد ملعون نے کوفہ اور بصرہ میں اعلان

[۱] بعض کتابوں میں عمیرؔ کے بجائے کثیر بن عامر ہے ۱۲ مولف

کرادیا کہ جو شخص علیؑ بن ابی طالب اور اُن کی اولاد کا خیر و نیکی کے ساتھ نام لے گا وُہ قتل کر دیا جائیگا۔
کوُفہ میں ایک معلّم عمیر بن عامر آلِ محمدؐ کے محبّوں میں سے نہایت مُتقی و پرہیز گار تھے۔ کوُفہ کے بڑے بڑے لوگوں کے لڑکے اُن سے پڑھتے تھے۔ ایک روز معلّم نے پانی پی کر بے ساختہ قاتلان امام حسینؑ پر لعنت بھیجی۔ وہاں سنان بن انس کا لڑکا بھی پڑھتا تھا اُس نے کہا تو مجھے اور میرے والد کو نہیں جانتا کہ ہم لوگ کون ہیں۔ تُو نے اتنی بڑی جرأت کی کہ میرے سامنے قاتلان حسینؑ پر لعنت کی۔ کیا تجھ کو نہیں معلوم کہ ابن زیاد جو اِس وقت کوُفہ کا حاکم ہے وُہ بھی قاتلانِ حسینؑ میں سے ہے۔ تُو نے سب پر لعنت کی۔ مُعلّم یہ سُن کر بہت خوفزدہ ہُوا اور اُس سے نہایت نرمی سے کہا کہ آئندہ ایسا نہ کروں گا اِس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ لڑکا اُس وقت تو خاموش ہو گیا۔ لیکن مدرسہ سے جب واپس چلا تو اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اپنے سر و جسم کو پتھر سے زخمی کیا اور خوُن میں تر ہو کر روتا پیٹتا اپنے گھر پر پہنچا اور اپنے باپ کو اپنا حال دکھایا۔ اُس کے باپ نے گھبرا کر پُوچھا کہ تیرا یہ حال کس نے بنایا ہے لڑکے نے کہا معلّم نے پانی پی کر تمام قاتلان حسینؑ پر لعنت کی میں نے منع کیا تو اُس نے میرے ساتھ یہ سُلوک کیا۔ سنان ابن انس غضبناک ہو کر بیٹے کو ساتھ لئے ہوئے ابنِ زیاد کے پاس آیا اور جو کچھ لڑکے نے بیان کیا تھا سب اُس سے دوہرایا۔ ابنِ زیاد سُن کر آگ بگولا ہو گیا اور دربان سے کہا معلّم کو اُس کے گھر سے پکڑ کر میرے پاس حاضر کر۔ اگر کوئی مزاحمت کرے تو اُس کو قتل کر دینا اور اُس کا گھر جلا دینا۔

دربان یہ حکم پاتے ہی عمیر کے گھر پہنچا اور اُس کے گلے میں عمامہ باندھ کر کھینچتا ہُوا ابنِ زیاد کے پاس لایا۔ اُس کو دیکھتے ہی ابنِ زیاد نے غلاموں کو اُسے مارنے کا حکم دیا۔ سب نے مل کر اُس غریب کو خوُب پیٹا۔ جب خوُب مار پڑ چکی تو عمیر نے پُوچھا کہ میری خطا کیا ہے۔ ابنِ زیاد نے کہا تُو نے قاتلانِ حسینؑ پر لعنت کی اِس لڑکے نے منع کیا تو اِس کو مار مار کر تُو نے لہو لہان کر دیا اور اب خطا پُوچھتا ہے۔ عمیر نے کہا اِس لڑکے نے مجھ پر بہتان باندھا ہے خدا کی قسم نہ میں نے اُس کو کچھ کہا نہ مارا۔ اگر کوئی شخص گواہی دیدے تو میری جان و مال

سب امیر کے لئے حلال ہے۔ مگر ابن زیاد نے باور نہ کیا اور حکم دیا کہ اس کو قید کر دو۔

معلم کی قید خانہ میں مختار سے ملاقات

معلم کا بیان ہے کہ مجھے ایسے قید خانہ میں لے گئے جو زمین کے اندر تھا اور اس قدر تاریک تھا کہ جس میں رات و دن کی تمیز نہیں ہو سکتی تھی۔ اس میں اترنے کے لئے پچاس زینے تھے وہاں مجھے منہ کے بھل ڈال دیا۔ وہاں قیدیوں کی آہ آہ کرنے اور کراہنے کی آواز کے سوا اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ میں بھی اسی میں پڑا رہتا تھا۔ ایک دن آخری گوشہ سے زنجیر ہلنے کی آواز سنائی دی۔ میں کسی طرح اس آواز کے نزدیک پہنچا اور ٹٹول کر معلوم کیا کہ کسی شخص کے پیروں میں موٹی موٹی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں ہاتھ پس گردن سے بندھے ہوئے ہیں اور وہ زنجیروں میں اس طرح جکڑا ہوا ہے کہ ہل نہیں سکتا۔ میں نے سلام کیا اس نے جواب سلام دے کر مجھ سے پوچھا کہ بھائی تم کو کس خطا پر یہاں آنا پڑا۔ میں نے کہا خدا کی قسم محبت محمدؐ و آل محمدؐ کے سوا میری کوئی خطا نہیں پھر میں نے اس کا نام پوچھا تو کہا "مختار بن عبیدہ ثقفی" یہ سن کر میں اس کے قدموں پر گر پڑا۔ مختار نے مجھے دعائیں دیں اور میرا نام پوچھا میں نے کہا میں "عمیر بن عامر ہمدانی معلم اطفال کوفہ ہوں" معلم کا بیان ہے کہ میں اکثر مختار کی خدمت میں حاضر رہتا اور ان سے گفتگو کیا کرتا تھا۔ ایک دن مختار نے کہا اے عمیر تم عنقریب قید سے رہا ہو جاؤ گے۔

(مختار آل محمدؐ بحوالہ قرۃ العین فی اخذ ثار الحسینؑ و روضۃ المجاہدین وغیرہ)

معلم کی رہائی

معلم کی ایک بھتیجی "بستان" نامی ابن زیاد کی لڑکی کی دایہ تھی اس کو معلوم ہوا کہ میرا چچا گرفتار ہو گیا ہے تو وہ روتی پیٹتی ابن زیاد کی لڑکی کے پاس پہنچی اور کہا میرے چچا عمیر بن عامر کو امیر نے کسی لڑکے کی شکایت پر قید کر دیا ہے۔ حالانکہ وہ معلم ہونے کے سبب ہر ایک کا خادم ہے اور اس کا سب پر حق ہے۔ میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں کہ آپ میری خدمت کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے والد سے سفارش کر کے میرے چچا کو رہا کرا دیجئے۔ لڑکی نے

اطمینان دلایا کہ گھبراؤ مت میں اُس کو رہا کرا کے چین لوں گی اور اُسی وقت اپنے باپ کے پاس گئی اور کہا میری دایہ کے چچا عمیر کے خلاف کسی بچہ نے افترا پردازی کی اور آپ نے اُس کو قید کردیا۔ وُہ ایک مرد کبیرالسن ہے جس کے پاس کوفہ والوں کے تمام بچے پڑھتے ہیں اہل کوفہ پر اُس کے بڑے حقوق ہیں بابا میں چاہتی ہوں کہ آپ اُسے مجھے بخش دیجئے اور جلد رہا کر دیجئے ابن زیاد نے اس کی گفتگو سُن کر کہہ دیا کہ جا میں نے رہا کردیا۔ لڑکی نے یہ سُن کر بلا تاخیر داروغۂ مجلس کو جا کر حکم دیا کہ معلّم کو رہا کردو اُس نے زندان کے دربان کو حکم دیا وُہ دروازہ کھولنے لگا۔ قفل کھلنے کی آواز سُن کر مختار نے عمیر سے کہا۔ تمہاری رہائی کے لئے دروازہ کھولا جا رہا ہے۔ معلّم مختار سے بغلگیر ہُوا اور کہا آپ کی جُدائی شاق ہے مختار نے دُعائے خیر دی اور کہا میری ایک حاجت ہے اور وُہ یہ کہ جب تُم بخیریت اپنے گھر پہنچ جانا تو تھوڑا کاغذ قلم اور دوات میرے پاس بھیجنے کی کوشش کرنا۔ معلّم نے کہا بسر وچشم یہ خدمت انجام دُوں گا۔

الغرض معلّم رہا ہو کر سیدھا ابن زیاد کے پاس آیا۔ اُس نے اُس کو دیکھ کر کہا میں نے اپنی لڑکی کی سفارش سے تجھ کو رہا کر دیا ہے مگر آئندہ ایسا جُرم نہ کرنا۔ معلّم نے کہا میں اب کبھی بچوں کو تعلیم ہی نہ دُوں گا۔ ابن زیاد نے کہا جاؤ میں نے تم کو رہا کیا۔ معلّم وہاں سے اپنے گھر روانہ ہُوا۔

مختار کی مطلوبہ چیزیں پہنچانے کی کوشش

گھر پہنچ کر معلّم نے ایک ہزار درم اور پانچ سو اشرفیاں لیں اور ایک فربہ گوسفند کا گوشت بھنوایا اور بہت سی روٹیاں پکوائیں اور داروغہ مجلس کے گھر لے گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا اُس کی زوجہ نے کہا وُہ موجود نہیں ہیں۔ معلّم نے سارا سامان اُس کی بیوی کے حوالہ کیا اور کہا میں نے نذر مانی تھی کہ رہا ہو جاؤں گا تو یہ خدمت کروں گا۔ داروغہ سے کہہ دینا۔ جب داروغہ اپنی ملازمت پر سے گھر آیا تو زوجہ نے سامان دکھا کر معلّم کا پیغام پہنچا دیا۔ داروغہ سمجھ گیا کہ وُہ کوئی حاجت رکھتا ہے۔ معلّم نے اُسی طرح دُوسرے روز بھی اُتنا ہی سامان

پہنچایا۔ داروغہ دُوسرے روز بھی موجود نہ تھا۔ معلّم نے اُسی طرح اُس کی زوجہ کو دے کر کہلا دیا تیسرے روز داروغہ اپنی ڈیوٹی سے جلد آگیا تاکہ معلّم سے مُلاقات ہوسکے چُنانچہ جب معلّم تیسرے روز اُتنا ہی سامان لے کر آیا تو داروغہ سے مُلاقات ہوئی داروغہ نے پُوچھا تیری جو حاجت ہو بیان کر خُدا و رسُول اور علی بن ابی طالب کی قسم اگر تیری حاجت برآری میں میری جان بھی کام آئے تو دریغ نہ کروں گا۔

معلّم کو یہ سُن کر اطمینان ہُوا اور اُس نے کہا مَیں نے اپنی اسیری کے زمانہ میں مُختار کو جس تکلیف و مصیبت میں مُبتلا دیکھا اُس سے مجھ کو بہت اذیت ہوئی جب مَیں رہا ہوکر آنے لگا تو اُس نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ کسی طرح کاغذ قلم اور دوات اُس تک پہنچا دُوں پس میری یہی حاجت ہے کہ آپ یہ چیزیں اُن کے پاس پہنچا دیں۔ داروغہ زنداں نے کہا اگرچہ یہ نہایت خطرناک کام ہے تاہم مَیں ضرور کوشش کروں گا۔ قیدخانہ پر بہت سے آدمی مقرر ہیں جو ہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں اور ذرا ذرا سی خبر ابن زیاد تک پہنچاتے ہیں۔ ایک ترکیب سے یہ کام ممکن ہے کہ تم کھانا پکواؤ اور روٹیوں میں یہ چیزیں چھپا دو اور میرے پاس لاؤ۔ مَیں پُوچھوں گا کہ یہ کیوں لائے ہو تم کہنا مُختار نے مجھ سے اِن چیزوں کی خواہش کی تھی اور کہا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ مَیں مرجاؤں اور اِن چیزوں کی آرزُو دِل ہی میں رہ جائے۔ اِس میں سے نصف آپ لوگ لے لیں اور نصف مُختار کو دیدیں۔ اُس وقت ممکن ہے کہ محافظین قیدخانہ مجھ سے پُوچھیں کہ آپ کی کیا رائے ہے تب مَیں کہوں گا کہ مُختار بھی مثل دُوسرے قیدیوں کے ہے اور زندہ درگور ہے اگر یہ کھانا اُس کو پہنچا دیا جائے تو کیا حرج ہے۔ مُختصر یہ کہ اِس طرح یہ چیزیں مُختار تک پہنچا دی جائیں گی۔ معلّم یہ سُن کر خوش ہوگیا اور کہا اب یقین ہے کہ مَیں اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاؤں گا۔

افشائے راز

دُوسرے روز معلّم وُہ تمام چیزیں لے کر قیدخانہ پہنچا۔ داروغہ نے ایک لاوارث لڑکے کو

پالا تھا جو راستہ میں پڑا ہُوا ملا تھا اب وُہ جوان ہوگیا تھا وُہ بھی داروغہ اور معلّم کی تمام گفتگو سُن رہا تھا۔ دُوسرے روز صبح ہی اُس نے جاکر ابن زیاد سے یہ راز بیان کر دیا۔ ابن زیاد اُس لڑکے کو لئے ہوئے اُس وقت قید خانہ پہنچا جبکہ معلّم سب سامان لئے ہوئے موجود تھا اور داروغہ سے نہایت غصّہ میں کہا کہ تو سمجھتا ہے کہ مَیں تیری حرکتوں سے ناواقف ہوں تو بھی نمک حرام ہو گیا۔ داروغہ نے پُوچھا اے امیر مجھ سے کیا خطا ہوئی۔ ابنِ زیاد نے کہا مختار کے پاس قلم دوات بھیجنے کی یہ ترکیب کی گئی ہے۔ داروغہ نے کہا مَیں اِتنی مدّت سے امیر کی خدمت میں ہوں کبھی مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی اِس معلّم نے منّت مانی تھی کہ جب مَیں قید سے رہائی پاؤں گا تو قیدیوں کو کھانا کھلاؤں گا۔ وُہ آج اپنی منّت پُوری کرنا چاہتا ہے۔ اے امیر ابھی یہ سب طعام سامنے موجود ہے اِن خوانوں پر سے کسی نے کپڑے بھی نہیں اُٹھائے ہیں آپ دیکھ لیں۔ اگر اس میں قلم دوات اور کاغذ نکل آئے تو میرا اور معلّم کا خُون مباح ہے۔

ابن زیاد گھوڑے سے اُترا اور خوان پوش ہٹا کر ایک ایک روٹی اُٹھا اُٹھا کر دیکھنے لگا معلّم اور داروغہ بارگاہ احدیت میں دِل ہی دِل میں دُعا کرنے لگے کہ پالنے والے ہم نے تیری اور اہلبیت رسُولؐ کی خوشنودی کے لئے ایک برادر مومن کی رہائی کی کوشش کی ہے اور یہ خطرہ مُول لیا ہے تُو قادرِ مطلق ہے ہم کو ابن زیاد کے ظلم و ستم سے محفُوظ رکھ اور اِس بلا کو ہم سے دفع کر دے۔ ابنِ زیاد روٹیوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھتا رہا مگر خدا نے اُسے ایسا اندھا کر دیا کہ کسی روٹی میں اُس کو قلم دوات اور کاغذ کا نشان تک نظر نہ آیا۔ پھر تو داروغہ نے کہا اے امیر یہ لڑکا میرا نہیں ہے بلکہ اُس کو مَیں نے سرِراہ پڑا ہُوا پایا تھا اور اس کی ناز و نعم سے پرورش کی اُس کا اِس نے یہ صِلہ دیا۔ یہ حرامی معلوم ہوتا ہے۔ کل مَیں نے اُس کو کُچھ تنبیہہ کی تھی اِس سبب سے اُس نے مجھ پر یہ افترا کیا ہے۔ ابنِ زیاد لڑکے پر برس پڑا اور کہا او ولدالزنا تو چاہتا ہے کہ مَیں خُونِ ناحق میں گرفتار کیا جاؤں۔ پھر تلوار نکال کر ایک وار میں اُس کا کام تمام کر دیا۔ اور حُکم دیا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دیا جائے۔

معلّم اور داروغہ کھانا مختار کے پاس لے گئے اور پوری روئیداد بیان کی۔ مختار نے کہا خدا آپ لوگوں کو جزائے خیر دے۔ اور دو خط لکھے ایک اپنے بہنوئی عبداللہ بن عمر کے نام دوسرا اپنی بہن صفیہ کے نام جو عبداللہ بن عمر کی زوجہ تھی۔ عبداللہ بن عمر کو لکھا "عبداللہ بن زیاد نے مجھے بے گناہ قید کر رکھا ہے اور ایسا کوئی نہیں جو یزید کے پاس میری رہائی کی سفارش کرے۔ آپ کی قدر و منزلت یزید کے نزدیک بہت کچھ ہے آپ اُس کو خط لکھیں کہ وہ ابن زیاد کو میری رہائی کے بارے میں لکھے"۔ پھر معلّم سے کہا کہ آپ ہی ان خطوں کو میرے بہنوئی اور بہن کو پہنچا سکتے ہیں۔ اس کا اجر آپ کو خدا سے ملے گا۔ معلّم نے کہا آپ مطمئن رہیں میں انشاءاللہ ضرور یہ خدمت انجام دوں گا۔ یہ کہہ کر معلّم اور داروغہ قیدخانہ سے واپس آئے۔

مختار کا خط عبداللہ بن عمر کے پاس

معلّم نے گھر آکر سفر کی تیاری کی۔ اور حاجیوں کے لباس سے ملبوس ہو کر ابن زیاد کے پاس گیا اور کہا میں نے نذر کی تھی جب قید سے رہائی پاؤں گا تو بیت اللہ کی زیارت کروں گا۔ اب اپنی نذر پوری کرنا چاہتا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا اے معلّم تو اس قدر خوفزدہ ہوا کہ جلد جلد منتیں بھی مان لیں۔ معلّم نے کہا اے امیر جو شخص اپنے حاکم سے نہ ڈرے وہ دیوانہ ہے۔ الغرض ابن زیاد سے اجازت لے کر واپس آیا اور ناقہ پر سوار ہو کر نہایت تیزی سے منزلیں طے کرتا ہوا مدینہ پہنچا اور سیدھا عبداللہ ابن عمر کے گھر گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے ایک کنیز آئی اور پوچھا تم کون ہو۔ معلّم نے کہا میں عراق سے مختار کا خط لے کر آیا ہوں۔ کنیز نے جاکر بیان کیا۔ یہ سُن کر مختار کی بہن ایسی وارفتہ ہوئی کہ قریب تھا کہ بے ہوش ہو جائے۔ عبداللہ نے معلّم کو اندر اپنے پاس بلا لیا۔ معلّم نے بعد سلام دونوں خط عبداللہ بن عمر کے حوالے کئے۔ عبداللہ نے صفیہ کے پاس اُس کا خط بھیج دیا صفیہ نے خط پڑھ کر عبداللہ سے اجازت طلب کی کہ میں معلّم سے اپنے بھائی کا حال خود دریافت کرنا چاہتی ہوں۔ عبداللہ نے معلّم کو صفیہ کے پاس بھیج دیا۔ معلّم نے جناب مسلم، امام حسینؑ اور مختار کی سرگذشت بیان کی۔ یہ حالات سُن کر صفیہ نے چادر سر سے پھینک دی اور گریہ و زاری

کرنے لگی۔ اور عبداللہ سے کہا خدا و رسولؐ کی قسم جب تک میرا بھائی رہا نہ ہوگا آپ مجھے کبھی خوش نہ دیکھیں گے۔ عبداللہ نے کہا افسوس میرا خط یزید کے پاس کوئی لے جانے والا نہیں ورنہ میں مختار کی سفارش کرکے رہا کرا دیتا۔ معلّم نے کہا میں حاضر ہوں۔ میں اس کام کو بھی پورا کروں گا۔ عبداللہ نے اسی وقت یزید کے نام یہ خط لکھا:۔

"واضح ہو اے یزید بن معاویہ! تو جانتا ہے کہ مختار میری زوجہ کا بھائی ہے اور تیرے عامل عبداللہ بن زیاد نے اس کو بے گناہ قید کر رکھا ہے۔ اس کی بہن دن رات روتی ہے۔ جس سے میری زندگی تلخ ہو گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو عبداللہ بن زیاد کو لکھ کہ وہ مختار کی ایذا رسانی سے باز آجائے اور اس کو رہا کردے۔ میں احسانمند ہوں گا اگر تو نے پہلوتہی کی تو قسم ہے خدا و رسولؐ کی تمام قبائل عرب کو تیرے خلاف ابھاروں گا اور بیشمار لشکر لے کر امام حسینؑ مظلوم کے خون کا مطالبہ کروں گا۔ لہٰذا خوب سوچ سمجھ لے کہ یہ امر ممکن ہے یا ناممکن"؟

خط کو بند کیا اور اپنی بیوی اور بیٹیوں کے سر کے بال جو انہوں نے مختار کے غم میں مونڈوائے تھے، ایک سیاہ تھیلی میں رکھ کر معلّم کو دیئے اور کہا جب یزید میرا یہ خط پڑھ چکے تو یہ تھیلی بھی اس کو دیدینا اور جو کچھ تم نے اپنی آنکھوں سے یہاں کی حالت دیکھی ہے بیان کردینا۔ پھر ایک ہزار درہم زادِ راہ کے لئے حاضر کئے مگر معلّم نے نہیں قبول کئے اور کہا میں یہ کام صرف خدا و رسول کی خوشنودی کے لئے کر رہا ہوں۔ خدا نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔

ابن عمر کا خط یزید کے پاس

الغرض معلّم خط لے کر دمشق کو روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر ایک سبزی فروش کی دکان کے قریب ٹھہرا اور ہر روز یزید کے محل کے دروازہ پر جاتا مگر اندر جانے کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ اسی طرح اٹھارہ روز گذر گئے۔ آخر سبزی[1] فروش نے پوچھا کہ تم کو اٹھارہ روز سے دیکھتا ہوں۔

[1] صاحب مختار آلِ محمد نے سبزی فروش کے بجائے امام مسجد کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے عمیر کا حال دریافت کیا اور یزید کے محل میں داخل ہونے کا طریقہ بتایا ۱۲ مولف

مسجد میں بھی تم نمازیں شریک رہتے ہو مگر تمہارا حال کچھ ظاہر نہیں ہُوا کہ تم یہاں کس غرض سے آئے ہو۔ کچھ بیان کرو تو تمہاری حاجت روائی کی کوشش کی جائے۔ معلّم کو اندیشہ ہُوا کہ اگر اس سے اپنی غرض بیان کر دوں تو ایسا نہ ہو کہ کام بگڑ جائے۔ شاید یہ بھی دُشمنوں میں سے ثابت ہو۔ مگر سبزی فروش محب اہلبیت تھا اُس نے کہا اے عراقی قسم ہے حسینؑ شہید کربلا کی اگر تیری حاجت روائی میں میری جان بھی کام آجائے تو دریغ نہ کروں گا۔ معلّم نے احتیاطاً پہلے اُس کا عقیدہ معلوم کر لینا مناسب سمجھا اس لئے صاف طور سے پُوچھا کہ بھائی پہلے اپنا عقیدہ بیان کرو۔ اُس نے کہا بنی مروان، بنی امیہ اور خاص کر یزید پر لعنت کرتا ہوں۔ یہ سُن کر معلّم نے اپنی پُوری سرگذشت بیان کی اور کہا اٹھارہ روز سے یزید کے قصر تک جاتا ہوں مگر دربان اندر نہیں جانے دیتے۔ یزید تک یہ خط پہنچانا ضروری ہے۔ مگر اب تک کوئی صورت نہیں پیدا ہوئی سبزی فروش نے کہا کل صبح لباس فاخرہ پہن کر یزید کے محل پر جاؤ اور بلا جھجک اندر داخل ہو جاؤ۔ دربانوں اور سپاہیوں سے خوف نہ کرنا۔ وہاں سیاہ عمامے باندھے ہوئے سپاہی نظر آئیں گے۔ وہاں مت رُکنا اور نہ کسی سے مخاطب ہونا۔ دُوسری ڈیوڑھی میں داخل ہو جانا۔ وہاں مُختلف رنگ کے فرش بچھے ہوں گے اور کُرسیاں رکھی ہوں گی۔ اُن پر بڑے بڑے امراؤ سردار بیٹھے ہوں گے۔ تم کسی کی طرف متوجہ نہ ہونا نہ کسی کو سلام کرنا۔ تیسری ڈیوڑھی میں چلے جانا۔ وہاں بساط شطرنجی بچھی ہوگی۔ دیبائے رومی کے پردے لٹکے ہوں گے۔ شاہانہ کُرسیاں رکھی ہوں گی امرا شاہانہ وردیاں پہنے بیٹھے ہوں گے وہاں سے بھی آگے بڑھ کر چوتھی ڈیوڑھی میں چلے جانا۔ وہاں بہت سے خدام دیبا کی قبا پہنے ہوئے نظر آئیں گے۔ جن کے کمروں میں ریشمی زربفت کے ٹکڑے ہوں گے۔ اُن کی طرف بھی رُخ نہ کرنا اور آگے بڑھنا۔ پھر ایک صحن ملے گا جس میں طشتیہ ملیں گے۔ انہوں نے سر امام حسین علیہ السّلام طشت میں رکھ کر یزید کو پیش کیا تھا اِسی لئے طشتیہ کہلاتے ہیں۔ اُن کی کمروں میں سُنہری پٹکے ہوں گے۔ سروں پر عصائے مرواریدی رکھے ہوں گے۔ اُن سے بھی کچھ نہ کہنا اور پانچویں ڈیوڑھی میں داخل ہو جانا۔ وہاں دیبائے رومی کے فرش بچھے ہوں گے جس وقت

یزید حمام میں جاتا ہے تو اُسی فرش پر سے گذرتا ہے۔ تم وہیں بیٹھ جانا۔ وہاں بہت سے خوبصورت غلام دیبائے سُرخ کا لباس پہنے ہوئے زریں پٹکے کمر سے باندھے ہوئے حمام کو جاتے ہوئے ملیں گے ایک غلام اُن کے پیچھے سیاہ دیبا کی قبا پہنے ہوئے اور سیاہ خز کا عمامہ باندھے ہوئے نظر آئیگا۔ وُہ حسینؑ مظلوم کے غم میں شب و روز گریہ وزاری کرتا ہے اور یزید جانتا ہے کہ وُہ اولادِ علیؑ کا دوست و محب ہے لیکن اُس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا وُہ غلام دن کو روزہ رکھتا اور شب کو نانِ جویں اور سرکہ سے افطار کرتا ہے۔ کمر بند بُن کر بیچتا اور اپنا گذارا کرتا ہے یزید کے یہاں کھانا نہیں کھاتا تم اُسی غلام کو یہ خط دیدینا۔ وُہ تمہاری حاجت برآری کرے گا۔ وہی غلام یزید کو یہ خط دے کر جواب لکھوا دیگا۔

معلّم نے سبزی فروش کو دُعائے خیر دی۔ دُوسرے روز صبح کو نماز سے فارغ ہو کر عمدہ لباس پہنا اور یزید کے قصر کے دروازہ پر پہنچا اور سبزی فروش کی ہدایت کے مطابق ہر دروازہ سے گذرتا ہُوا آخری ڈیوڑھی میں داخل ہُوا ہر جگہ سب حالات سبزی فروش کے قول کے مطابق مشاہدہ کئے۔ وہاں اُس نے دوؔ غلاموں کو دیکھا جو مشک و عنبر جلائے ہوئے لے جا رہے تھے۔ معلّم ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ پھر ایک ترکی غلام کو سیاہ لباس پہنے آتے ہوئے دیکھا۔ اُٹھ کر اُس کو سلام کیا اُس نے معلّم کو دیکھتے ہی کہا۔ اے عمیر ہمدانی خُدا تیرا آنا مُبارک کرے اور تجھ سے رنج و غم دفع کرے اٹھارہؔ ۱۸ روز سے تیرا انتظار کر رہا ہوں تو اب تک کہاں رہا۔ معلّم کو یہ سُن کر حیرت ہوئی اور پُوچھا آپ کو میرے حال سے کس نے مطلع کیا۔ اور میرا نام کس نے بتایا۔ آپ کو حسینؑ مظلوم کی قسم بتائیے۔ نام حسین سُنتے ہی غلام رونے لگا اور کہا۔ جس روز تو دمشق میں آیا اُسی شب امام حسینؑ نے خواب میں مجھ سے فرمایا کہ تُو نے دُنیا چھوڑ کر بہشت اختیار کی ہے میرا ایک دوست عمیر بن عامر ہمدانی ایک خط یزید کے نام لے کر آ رہا ہے جس وقت وُہ تیرے پاس پہنچے ہماری حُرمت و محبت کی رعایت کرتے ہوئے اُس کی حاجت پُوری کر دینا۔ مَیں اُسی روز سے تیرا منتظر ہوں۔ کل شب کو پھر مَیں نے حضرت کو خواب میں دیکھا اُن حضرت نے مجھے آگاہ کیا کہ کل عمیر تیرے پاس پہنچے گا۔ اُس سے کہدینا کہ میرے جدّ امجد تیری شفاعت کریں گے۔ اور میرا اور تیرا

حشر انہی کے ساتھ ہو گا۔ معلّم یہ کلام سُن کر بہت رویا اور کہا خُدا کا شُکر و احسان ہے کہ میری خدمت قبول ہوئی۔ اسی اثنا میں یزید پلید حجرے سے باہر آیا۔ خدمت گار اُس کے آگے پیچھے چلے آرہے تھے۔ وہ ملعون سیاہ رنگ، دراز قد اور دُبلا پتلا تھا۔ وُہ ترکی غلام اُس کے قریب گیا اور اُس کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر کہا اے امیر آپ نے مجھ سے کہا ہے کہ ہر روز تیری ایک حاجت پُوری کروں گا۔ مَیں نے اب تک کوئی حاجت نہیں پیش کی آج ایک حاجت لایا ہوں اور وُہ یہ کہ اِس خط کو پڑھ کر ابھی جواب لکھ دیجئے۔ اور نامہ لکھنے والے کی خواہش پُوری کر دیجئے۔ یزید نے خط پڑھ کر کہا یہ عبداللہ بن عمر کا خط ہے اُس نے اپنی بیوی کے بھائی مُختار کی سفارش کی ہے۔ غلام نے کہا درُست ہے۔ یزید نے پُوچھا خط کون لایا ہے اُس کو میرے سامنے پیش کرو۔ غلام نے معلّم کا ہاتھ پکڑ کر یزید کے سامنے پیش کر دیا۔ یزید نے معلّم سے پُوچھا کہ سچ سچ بتا امام حسینؑ کا مارا جانا تجھ پر گراں گذرا یا نہیں؟ اُس نے کہا مَیں ایک مزدُور ہوں عبداللہ بن عمر نے مجھے دس دینار اُجرت دے کر بھیجا ہے مجھے اِن باتوں سے کیا واسطہ۔ یہ سُن کر غلام درمیان میں بول اُٹھا اے امیر ہمیں اس کے مذہب سے کیا واسطہ ہے وُہ جانے اور اُس کا مذہب۔ آپ خط کا جواب لکھ دیجئے۔ اور میری حاجت پُوری کر دیجئے۔ یزید نے غلام کی خاطر سے کاغذ و قلم منگا کر جواب لکھا:۔

"یہ خط یزید بن معاویہ کی جانب سے عبداللہ بن زیاد کی طرف ہے۔ واضح ہو کہ جس وقت میرا یہ خط تیرے پاس پہنچے تُو فوراً مُختار بن ابوعبیدہ کو قید سے رہا کر دے اور جس قدر اچھا سلوک تجھ سے ممکن ہو اُس کے ساتھ کر کے اُس کو عبداللہ بن عمر کے پاس بھیج دے کیونکہ اُس کی عزّت و توقیر میرے نزدیک بہت ہے۔ اِس میں ذرا بھی دیر نہ کرنا۔ والسّلام"

مُختار کی رہائی

یزید نے یہ خط لکھ کر غلام کو دیا اور کہا اگر ایک لاکھ درہم مجھے خرچ کرنا پڑتا تو اِس خط کے لکھنے سے میرے لئے زیادہ آسان تھا۔ کیونکہ مُختار علیؑ بن ابی طالب کے شیعوں میں سے ہے مَیں نے یہ خط تیری اور عبداللہ بن عمر کی خاطر سے لکھا ہے۔ پھر حُکم دیا کہ اِس قاصد کو دو ہزار دینار اور

ایک خلعت عطا کرو۔

الغرض معلّم نے وہ خط لیا اور مسرت و شادمانی سے پھولا نہ سمایا اور غلام کو دعائے خیر دے کر رخصت ہوا۔ پھر سبزی فروش سے مل کر دمشق سے روانہ ہوا اور شب و روز منزلیں طے کرتا ہوا مدینہ پہنچا راستہ میں عبداللہ بن عمر سے ملاقات ہوئی اُن کو مختار کی رہائی کا مژدہ سناتا ہوا کوفہ کو روانہ ہو گیا اور عرب کی رسم کے مطابق چہرہ ڈھانکے ہوئے وہاں پہنچا تاکہ کوئی اس کو پہچان نہ لے اور سیدھا ابن زیاد کے دروازہ پر آیا اور دربانوں سے کہا کہ امیر سے کہو کہ دمشق سے یزید کا نامہ لے کر قاصد آیا ہے۔ دربانوں نے پسر زیاد کو اطلاع دی اُس نے کہا قاصد کو حاضر کرو۔ دربان معلّم کو اُس کے پاس لے گئے۔ وہاں پہنچ کر معلّم نے اپنا منہ کھول دیا۔ ابن زیاد نے دیکھتے ہی کہا تو نے وہی کیا جو ٹھان لیا تھا۔ معلّم نے کہا میں نے خوشنودیٔ خدا کے لئے یہ کام کیا ہے۔ اور یزید کا خط اُس کے حوالے کیا۔ اُس نے خط پڑھ کر اُس کو بوسہ دیا اور اپنے سر پر رکھا اور حیرت اور افسوس سے کہا تو نے میرے مار ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ معلّم نے کہا قصّہ کوتاہ کر اور مختار کو جلد قیدخانہ سے رہا کر۔

مختصر یہ کہ ابن زیاد کے حکم سے مختار قیدخانہ سے رہا کئے گئے اور اُن کو غسل کرا کے پاکیزہ کپڑے پہنائے پھر ابن زیاد نے حکم دیا کہ مختار اور معلّم کو کھانا کھلاؤ۔ کھانا سامنے آیا تو مختار نے کھانے سے انکار کیا معلّم نے پوچھا تو کہا کہ یہ ظالم امام حسینؑ کو مظلوم و غریب الوطن کر کے شہید کریں اور شاد و خرّم زندگی بسر کریں اور میں اُن کے دشمنوں کا کھانا کھاؤں یہ نہیں ہوسکتا۔ غرض معلّم اور مختار دونوں بغیر کھانا کھائے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ ابن زیاد نے مختار اور معلّم کو خلعت دیئے مختار نے خلعت پہننے سے انکار کیا۔ باہر آکر سوار ہوئے اور معلّم سے کہا تم کو اب کوفہ میں نہیں رہنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ ظالم کسی حیلہ سے مار ڈالیں۔ جس جگہ قیام کرو میرے آنے کے منتظر رہو اور اپنی حفاظت سے غافل نہ رہو میں انشاء اللہ بہت جلد شیعیانِ امیرالمومنینؑ کو جمع کر کے ایک لشکرِ عظیم تیار کروں گا اور دشمنانِ اہلبیت میں سے ایک ایک کو قتل کروں گا۔ پھر

دو تھیلیاں روپیوں کی اور ایک خلعت معلّم کو دے کر رُخصت ہوئے۔ معلّم بنی کندہ کے قبیلہ میں جاکر مقیم ہُوا۔

مختار کی بہن اور بہنوئی سے مُلاقات

مُختار کُوفہ سے روانہ ہوکر شب و روز منزلیں طے کرتے ہوئے مدینہ پہنچے اور عبداللہ ابن عمر کے دروازہ پر آکر دستک دی۔ اُسی وقت اُن کے سامنے کھانا لاکر رکھا گیا تھا۔ ابن عمر نے پُوچھا کون ہے؟ مُختار نے اپنا نام بتایا۔ تو ان کی بہن دوڑتی ہوئی آئی اور اُن سے لپٹ گئی اور اِس درجہ خوش ہوئی کہ شادیٔ مرگ ہوگئی۔ بیہوش ہوکر گری اور مر گئی۔ مختار کو بہت صدمہ ہُوا اور بہت روئے۔ بالآخر اُس کو دفن کیا۔

اِنتقامِ خُونِ شہدا کی کوششیں

قید سے رہا ہونے کے بعد مُختار علیہ الرحمہ نے قسم کھائی کہ امام حسینؑ کے خُون کے عوض معاویہ و یزید کے دوستوں سے اِتنے لوگوں کو قتل کروں گا کہ اُن کی تعداد خُون یحییٰ بن زکریا علیہ السّلام کے کُشتوں کے برابر ہوجائے۔ (جلاء العینین فی سیرۃ علی بن الحسین ص ۳۰۸)

مُختار کے انتقام شہدائے کربلا پر عازم جازم ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ شعبی نے کہا کہ مَیں ایک روز مُختار کی مجلس میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے جو مُسافر معلوم ہوتا تھا آکر سلام کیا اور ایک خط سر بمہر اُس کو دیا اور کہا کہ یہ خط امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام نے مجھے دیا تھا کہ مُختار کو پہنچا دینا۔ آج اِس امانت سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ مُختار نے لفافہ کھولا تو اُس میں یہ مضمون درج تھا:-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ السّلام علیک۔ امّا بعد اے مُختار تو تیئس ۲۳ سال بادیۂ ضلالت و غوایت میں سرگرداں رہ کر سرحد ہدایت پر پہنچے گا۔ حق تعالیٰ تیرے دِل میں ہم اہلبیتؑ کی محبت ڈال دیگا۔ اور تو ہمارے خُون کا بدلہ اہل عصیان و ارباب تمرد و طغیان سے لیگا پس باطمینان اِس مہم کو

سر کرا اور اصلاً تشویش و پریشانی دل میں نہ آنے دے۔"
یہ خط پڑھ کر مختار نے اُس شخص سے کہا تجھ کو قسم ہے اُس خدائے عزّوجل کی جس کے سوا دُوسرا معبود نہیں کیا تیرا یہ کلام سچ و درست ہے ؟ (کہ جناب امیرؑ نے یہ خط دیا تھا) اُس نے بحلف شرعی کہا اس میں سرِ مو فرق نہیں۔" (جلاء العینین فی سیرۃ علی بن الحسین ص۳۰۸)
الغرض جناب مختار قید سے رہا ہو کر حصول مدعا کی تلاش و جستجو میں مشغول تھے کہ ان کو معلوم ہوا کہ ابن زبیر شہادت امام حسینؑ کی خبر سُن کر حصول اقتدار و امارت کی کوشش میں واقعات کربلا کو منبر پر نہایت جوش کے ساتھ بیان کرتا ہے اور یزید و ابن زیاد کے خلاف لوگوں کو ابھارتا رہتا ہے۔ جناب مختار اس خیال سے مکّہ کی طرف چل کھڑے ہوئے کہ شاید اُس کے ساتھ مِل کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکوں۔
ابن زبیر کو تو ایسے آدمیوں کی تلاش تھی ہی۔ وُہ مختار سے مِل کر بہت خوش ہُوا اور اُن کو اِس شرط پر اپنا معین و مددگار بنا لیا کہ جب یزید پلید مغلوب ہو جائیگا اور اُس پر فتح حاصل ہو جائے گی تو مختار بھی سلطنت کے کاروبار میں شریک رہیں گے۔ اور کوئی امر اُن کے مشورہ کے بغیر انجام نہ دیا جائے گا۔ مختار نے مذکورہ شرائط پر ابنِ زبیر کی بیعت کر لی۔ اور اُس کی طرف سے جنگی خدمات انجام دینے لگے۔
عبداللہ بن زبیر کے بھائی عمر بن زبیر نے اُس پر چڑھائی کی تو مختار نے اُس کو شکست دے کر گرفتار کر لیا اُس کے بعد حصین بن نمیر نے عظیم لشکر کے ساتھ مکّہ کا محاصرہ کر لیا تو مختار ہی اُس کے حملہ کو رد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ یزید کے مرنے کی خبر سُن کر لشکر شام ناکام واپس گیا۔ اب ابن زبیر کو عروج مِل گیا تھا۔ ملک حجاز و کُوفہ و بصرہ پر اُس کو تسلط حاصل ہو گیا تھا لہٰذا مختار سے تمام کئے ہوئے وعدے فراموش کر کے اُن کے ساتھ بے رُخی برتنے لگا۔ مختار کیونکر برداشت کر سکتے تھے۔ انہی دنوں ہانی بن حبہ الہمدانی کُوفہ سے عمرہ ادا کرنے آیا۔ مختار نے اُس سے کُوفہ کا حال پُوچھا۔ اُس نے بتایا کہ سلیمان بن صرد خزاعی وغیرہ امام حسینؑ کے خُون کا

انتقام لینے کی فکر میں ہیں۔ لشکر جمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یہ سُن کر مُختار خاموشی کے ساتھ رات کو عبداللہ بن مطیع کی مدد سے مکہ سے روانہ ہوگئے راستہ میں ایک اور شخص سے مُلاقات ہوئی اُس سے کوفہ کا حال پُوچھا اُس نے کہا کوفہ اِس وقت چرواہے کا گلہ بنا ہُوا ہے۔ مُختار نے ہنس کر کہا میں اُن کا گلہ بان ہوں گا اور جو حق گلہ بانی کا ہے ادا کروں گا۔ غرض مُختار شب و روز منزلیں طے کرتے ہوئے کوفہ پہنچے۔

مُختار کے کوفہ پہنچنے کے وقت تک یزید کی طرف سے عامر بن مسعود حاکم رہا۔ یزید اسی اثناء میں جہنم واصل ہوگیا تین مہینے کے بعد ابن زبیر کی طرف سے ۲۲ رمضان ۶۴ھ مطابق ۴ مئی ۶۸۴ء کو عبداللہ ابن یزید الانصاری آگیا۔ اس کے والی کوفہ ہونے سے آٹھ روز پہلے مُختار کوفہ پہنچ گئے تھے۔ (نور المشرقین من حیاۃ الصادقین ص۸۶)

یہاں سلیمانؓ بن صرو خزاعی صحابی رسُولؐ طلب خُون امام حسینؑ کے لئے خروج کی تیاریاں کر رہے تھے۔ مُختار نے صبر کیا۔ یہاں تک کہ سلیمان رضی اللہ عنہ نے خروج کر کے حصین بن نمیر کی جنگ میں شہادت پائی۔ اُن کا لشکر متفرق ہُوا اور عبداللہ بن مطیع نے ابن زبیر کی طرف سے عراق آکر کوفہ کی حکومت سنبھال لی۔ اُس وقت مُختار نے خروج کیا۔ (جلاء العینین ص۳۱)

مُختار کی دوبارہ گرفتاری اور رہائی

جس وقت جناب سلیمان ابن صرو خزاعی دُشمنوں کی تلاش میں کوفہ سے نکلے اور مُختار نے اُن کا ساتھ نہ دیا تو اُن کے نکلتے ہی حُکام کوفہ نے مُختار کو اِس الزام میں گرفتار کر کے قید کر دیا کہ وُہ اہلِ کوفہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ جناب سلیمانؓ کی شہادت کے بعد جب اُن کے لشکر کے لوگوں میں سے رفاعہ بن شداد کوفہ پہنچے تو مُختار قید تھے۔ انہوں نے رفاعہ کو ایک خط لکھا کہ میں تو قید میں ہوں۔ انشاء اللہ یہاں سے نکل کر امام حسینؑ کے خُون کا بدلا لُوں گا۔ تم بھی تیار رہنا مجھ کو حضرت محمد بن حنفیہ ابن علیؑ بن ابی طالب نے اس پر مامور فرمایا ہے۔ پھر مُختار نے عبداللہ بن عمر کو

خط لکھا کہ مَیں مظلوم ہوں میری سفارش عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے کیجئے چُنانچہ عبداللہ بن عمر کی سفارش سے مُختار رہا کر دیئے گئے۔ (نورُالمشرقین ص۹۲)

امیر مُختار کا خروج

عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن یزید کو معزول کر کے عبداللہ بن مطیع کو اُس کی جگہ کُوفہ کا عامل مقرّر کیا مُختار قید سے رہا ہو کر اپنی جماعت کو بڑھاتے رہے اور پوشیدہ طور سے اپنی مقصد برآری کی کوشش میں مُنہمک تھے۔ چُونکہ مُختار نے شیعیان کُوفہ پر یہ ظاہر کیا تھا کہ جناب محمد حنفیہ نے مجھے امام زین العابدینؑ کی طرف سے خروج پر مامور کیا ہے لہٰذا اس کی تصدیق کے لئے چند شیعیان علی جن میں قدامہ بن مالک الجشمی۔ اسود بن جراد الکندی۔ شعر بن شعر اور سعید بن منقذ تھے جناب محمد حنفیہ کے پاس حاضر ہوئے۔ جناب محمد حنفیہ نے خُدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:-

"تم لوگ جس شخص کا ذکر کرتے ہو کہ وُہ تم کو ہم لوگوں کے خُونوں کا بدلہ لینے کی دعوت دیتا ہے۔ اُس کے متعلق مَیں یہ کہتا ہوں کہ مَیں خود یہ چاہتا ہوں کہ اگر خدا کو منظور ہو تو وُہ اپنی مخلوق میں سے جس کے ذریعہ چاہے ہم کو ہمارے دُشمنوں کے خلاف مدد دے اور اگر مَیں نہ چاہتا تو کہہ دیتا کہ ایسا نہ کرو۔"

بحوالہ ترجمہ الکامل حصہ اوّل ص۳۶ یہ عبارت تحریر ہے۔

طبری میں جناب محمد حنفیہ کا صرف یہ جواب لکھا ہے۔ "آپ نے ہمارے خُونوں کا بدلہ لینے والو کا ذکر کیا ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اللہ اپنی مخلوق میں سے جس کسی کے ذریعہ سے چاہے ہمارے دشمن سے بدلہ لے۔ اس کے بعد مَیں اپنے اور آپ کے لئے اللہ سے طلب مغفرت کرتا ہوں۔"

ان لوگوں نے بھی اِس جُملہ کو صاف نہ سمجھا جب وہاں سے چلے آئے تو آپس میں کہا۔" ان کے آخری جُملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ہمیں مُختار کی متابعت کی اجازت دیدی ہے کیونکہ

اگر وُہ اُسے بُرا سمجھتے تو ہمیں منع کر دیتے۔ (بحوالہ اُردو تاریخ طبری جلد دوم حصہ دوم صہ۲۸ نورالمشرقین صہ۹۳)

ایک مہینے کے بعد یہ وفد کوفہ واپس آیا اور سیدھا مُختار کے پاس پہنچا وُہ بولے شاید تم لوگ فِتنہ میں پڑ گئے اور میری تحریک کو مُشتبہ نگاہوں سے دیکھتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم تو آپ کی مدد کا حُکم لے کر آئے ہیں۔ مُختار خوشی کے مارے اُچھل پڑے اور نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ (نورالمشرقین صہ۹۳)

ابراھیم بن مالک اشتر کی اس تحریک میں شرکت

ابراھیم بن مالک اشتر بہت جری جنرل اور شہر کے نامور اور با اثر لوگوں میں سے تھے۔ ان کو ملائے بغیر تحریک کا کامیاب ہونا ناممکن تھا۔ لہٰذا مُختار نے اُن کے پاس چند آدمی بھیجے اور ان کو اپنی تحریک میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ ابراھیم نے کہا مَیں اس دعوت کو اِس شرط پر قبول کرتا ہوں کہ تم اپنی ساری کارروائی میرے سپرد کر دو یعنی مُجھ کو امیر بنا لو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ یہ ناممکن ہے مُختار ہمارے پاس جناب محمد حنفیہ کی طرف سے مامور ہو کر آئے ہیں۔ یہ سُن کر ابراھیم خاموش ہو گئے اور یہ لوگ ناکام واپس آئے۔ (نورالمشرقین صہ۹۴)

اِس کے بعد ایک روز مُختار اپنے ہم خیال چند اشخاص کو لے کر رات کے وقت ابراھیم کے مکان پر گئے ان لوگوں نے بالاتفاق گواہی دی کہ مُختار جو قاتلان امام سے اِنتقام لینے کا ارادہ رکھتے ہیں اپنی طرف سے نہیں بلکہ محمد بن حنفیہ فرزند حضرت علی علیہ السّلام اور امام زین العابدینؑ کی اجازت و اشارہ سے رکھتے ہیں۔ آخر ابراھیم نے قبول کر لیا اور اپنے کُنبہ اور خاندان کے ساتھ مُختار کی اعانت پر آمادہ ہو گئے۔ (جلاء العیون صہ۳۱۰)

ابراھیم کی شرکت سے مُختار کی تحریک میں جان پڑ گئی۔ یہ سب لوگ راتوں کو اکٹھا ہو کر مشورے کرتے تھے۔ آخر کار یہ طے پایا کہ ۱۴ ربیع الاوّل ۶۶ھ روز جمعرات مطابق ۱۹ اکتوبر ۶۰۵ء کو خروج کریں گے۔ (نورالمشرقین صہ۹۴)

مُختار نے یہ حُکم دیا کہ سب برادران ایمانی پنجشنبہ کی شب کو ہتھیار لگا کر عشا کی نماز کے بعد اپنے کوٹھوں پر آگ روشن کریں۔ اور اِس کو خروج کی علامت سمجھیں اور سب سے پہلے میں آگ

روشن کروں گا جب میرے یہاں کی آگ دیکھیں تو سمجھ لیں کہ مَیں نے خروج کیا پھر سب مومنین اپنے گھروں سے نکل آئیں۔ اگر پنجشنبہ کے علاوہ اور کسی دن آگ روشن دیکھیں تو ہرگز اپنے گھروں سے نہ نکلیں۔

عبداللہ بن مطیع حاکم کوفہ کے کان میں اُن کے خفیہ جلسوں اور مشوروں کی خبر پہنچی تو اُس نے ایاس بن مضارب کوتوال شہر کو حکم دیا کہ راتوں کو کوفہ کی گلیوں میں گشت کیا کرے اور شیعیانِ علیؑ میں سے جس کو بے وقت آتا جاتا دیکھے گرفتار کرلے۔ ایک رات ابراہیم اپنے کچھ عزیزوں اور دوستوں کو ہمراہ لے کر مختار کے مکان پر جارہے تھے۔ ایاس نے دیکھ کر ٹوکا کہ تم کون لوگ ہو اور اس وقت شب میں کہاں جارہے ہو۔ ابراہیم نے کہا مَیں ابراہیم ہوں اور یہ میرے احباب و اعزا ہیں مختار کے مکان پر جارہے ہیں۔ ایاس نے کہا مَیں جانے نہ دوں گا۔ ابراہیم نے اُس کو للکارا۔ آپس میں جنگ ہوئی۔ ابراہیم نے اُس کو قتل کر دیا۔ اور اُس کا سر لئے ہوئے مختار کے پاس پہنچے اور مختار کے قدموں میں ڈال دیا۔ مختار بہت خوش ہوئے اور کہا یہ فال نیک ہے۔ اور یہ مشورہ کیا کہ آج ہی خروج کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ یہ خروج تاریخ مقررہ سے ایک روز پہلے یعنی ۱۳ ربیع الاوّل ۶۶ھ مطابق ۱۸ راکتوبر ۶۸۵ء روز چہارشنبہ بلا قصد و ارادہ ہوگیا۔

(نورُ المشرقین صہ ۹۵ و جلاء العینین صہ ۳۱۱)

مختار نے اپنے سرداروں کو حکم دیا کہ کوفہ کی گلیوں میں یالثارات الحسین کی منادی کرا دیں۔ (مختار کے لشکر کا یہی نعرہ تھا) یہ آوازیں سُن کر کوئی نہ نکلا۔ آگ روشن کی گئی اور نقارے بجائے گئے مگر سب نے یہ سمجھا کہ یہ دُشمنوں کا مکر و فریب ہے کیونکہ اس شب خروج کا وعدہ نہ تھا۔ ابراہیم نے کہا اِس میں ہمارے دوستوں کی کوئی خطا نہیں کیونکہ کل کی شب خروج قرار پایا تھا اور ہر طرف دُشمنوں کی طرف سے ناکہ بندی بھی ہے ہر طرف کی راہیں مسدود ہیں۔ مَیں جاتا ہوں اور مومنین کو لانے کی کوشش کرتا ہوں۔ مختار سے یہ کہہ کر ابراہیم روانہ ہوئے اور شامیوں کی مسجد تک جا پہنچے وہاں شیعوں کا ایک بڑا محلّہ تھا جس میں چار سو شیعیانِ علی رہتے تھے ابراہیم وہاں پہنچے

وہاں عبداللہ بن مطیع کے تین سو سوار موجود تھے ان لوگوں نے ابراہیم سے پوچھا تم کون لوگ ہو۔ ابراہیم نے کہا مَیں ابراہیم بن مالک اشتر ہوں اور تم کون ہو ایک شخص نے کہا مَیں تیرا اور تیرے امام کا دُشمن ہوں میرا نام عمر بن حجاج ہے۔ یہ ملعون سرداران کوفہ سے تھا اور معرکہ کربلا میں امام حسینؑ سے لڑنے گیا تھا۔ ابراہیم نے پُوچھا تو کیا چاہتا ہے اُس نے کہا مَیں تیرا سَر چاہتا ہوں۔ ابراہیم یہ سُن کر غضبناک ہوئے اور اُس پر حملہ کیا وُہ ملعون حملہ کی تاب نہ لایا اور بھاگ کھڑا ہُوا ابراہیم نے مع اپنے ہمراہیوں کے اُس کا تعاقب کیا اور اُس کے ساتھیوں میں سے چالیس ۴۰ آدمیوں کو مار ڈالا۔ پھر وہاں کے مومنین کے پاس گئے اور اُن کو خروج کی اطلاع دی اور اُن کو سوار کر کے مُختار کی طرف روانہ کیا۔ پھر وہاں سے بنی کندہ کے محلّہ میں گئے۔ وہاں بھی ایک شخص کو کھڑا پایا اُس سے پُوچھا کہ یہ محلّہ کس کی نگرانی میں ہے اور کس نے اِن گلیوں اور راستوں کو بند کر رکھا ہے اُس نے کہا زحر[1] بن قیس اِس محلّہ پر تعینات ہے تاکہ کوئی مُختار کی مدد کو نہ جا سکے۔ ابراہیم نے کہا اُس پر خُدا کی لعنت ہو وُہ جنگ صفین میں جناب امیرؑ کے ساتھ تھا اور اب دُشمنوں کا مددگار ہو گیا ہے انشاءاللہ اُس کو جلد سزا دُوں گا۔ پھر آگے بڑھے اور ایک شخص کو دیکھا اُس کو پکڑ کر پُوچھا تو کس کا محب ہے اُس نے کہا سنان ابن انس کا۔ ابراہیم نے اُس کے ہتھیار چھین لئے اور مُختار کے پاس پکڑ لے گئے۔ مُختار نے حکم دیا کہ اُس کی گردن مار دو۔

ایاس کوتوالِ شہر کے مرنے کی خبر جب اُس کے بیٹے کو ملی وُہ روتا پیٹتا عبداللہ بن مطیع کے پاس پہنچا اور رونے چلّانے لگا۔ عبداللہ بن مطیع نے کہا تو عورتوں کی طرح روتا ہے جا اور ابراہیم سے اپنے باپ کا بدلہ لے اور اُس کو قتل کر کے اُس کا سَر میرے پاس لا۔ ابن ایاس بھی ایک مردِ شجاع تھا وُہ ابراہیم کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا اور بائیس ۲۲ آدمیوں کو لے کر ابراہیم کی تلاش میں چلا۔ عبداللہ بن مطیع سمجھ رہا تھا کہ مُختار کے پاس لشکر بہت ہے اور میرے پاس کم ہے کیونکہ تمام فوج کوچہ بندی پر تعینات کر چکا تھا۔ اُس نے شیث بن ربعی کو

---

[1] صاحب مُختار آلِ محمد نے اس کا نام زہیر ہشمی لکھا ہے۔ ۱۲ (مؤلف)

ہزار سوار دے کر مختار کے مکان کی طرف بھیجا کہ دن نکلنے سے پہلے اُس سے لڑکر اُس کا خاتمہ کر دے اُس نے کہا اے امیر اندھیری رات ہے صُبح ہونے تک صبر کر تاکہ روشنی میں جنگ کروں عبداللہ ابن مطیع نے کہا جو میَں نے حکم دیا اُس کی تعمیل کر۔ وُہ اس سے پہلے حجاز بن حرُ کو کچھ سوار دے کر ایک طرف روانہ کر چکا تھا۔ اندھیری رات میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو گیا دونوں نے ایک دُوسرے کو مُختار کا لشکر سمجھا اور آپس میں خوب لڑے صُبح ہونے تک دونوں طرف کے تین سَو سپاہی مارے گئے آخر حجاز اُن پر فتحیاب ہُوا اور اپنی جگہ پر واپس گیا۔ شیث ابن ربیع بھی بھاگ کر عبداللہ بن مطیع کے پاس پہنچا اور اب معلوم ہُوا کہ اُس کی جنگ حجاز بن حرُ سے ہوگئی تو اُس نے عبداللہ سے کہا اے امیر میَں نے اسی لئے چاہا تھا کہ شب کو جنگ نہ کرنا چاہیئے۔ عبداللہ بن مطیع بہت رنجیدہ ہُوا۔ اور اُس نے سمجھا کہ مُختار کے پاس بہت زیادہ فوج ہے اس لئے بہت خوفزدہ ہُوا۔ مُختار کو جب یہ معلوم ہُوا تو وُہ بہت خوش ہوئے ابراہیم نے کہا اگر عبداللہ بن مطیع کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے پاس آدمی بہت کم ہیں تو وُہ ہم پر ابھی چڑھائی کر دے گا۔ لہٰذا مومنین کو جمع کرنا چاہیئے۔ مُختار نے کہا یہ درست ہے۔ میرے ہوا خواہ شاکریہ کی گلی میں بہت کافی ہیں کوئی آدمی جا کر اُن کو خبر دے۔ ابراہیم نے کہا مَیں نے سُنا ہے کہ کعب اس راستہ پر متعین ہے۔ یہ سُن کر مُختار کے لشکر میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا جس کا نام بشیر تھا۔ اُس نے کہا اے امیر میَں جا کر اُن لوگوں کو آپ کا پیغام پہنچاتا ہوں تاکہ وُہ آپ کے پاس چلے آئیں۔ مُختار نے کہا مجھے خوف ہے کہ دُشمن تجھ کو پکڑ کر قتل نہ کر دیں۔ اُس نے کہا مَیں ایک مرد مُسافر ہوں مجھے کوئی نہیں پہچانتا اور اگر مارا بھی جاؤں گا تو خدا کی راہ میں شہید ہوں گا۔ مُختار نے اُس کو دُعا دی اور کہا جا خُدا تیرا مددگار رہے۔ اُس نے پُرانے کپڑے پہنے اور پُرانی پگڑی سر پر باندھی اور ایک عصا لے کر روانہ ہُوا۔ جب وُہ کعب کے لشکر کے پاس پہنچا لشکر کے سپاہی اُس کو پکڑ کر کعب کے پاس لے گئے۔ اُس نے پُوچھا تو کون ہے مُختار کے لشکر کی بھی کچھ خبر رکھتا ہے۔ بشیر نے کہا اے امیر جو کچھ اُس نے آج کی شب مجھ کو تکلیف دی ہے کوئی کافر کے ساتھ بھی ایسا برتاؤ نہیں کرے گا۔ مَیں

مُسافر ہوں سرائے میں مقیم تھا دفعتہً مُختار کی فوج آئی اور سب کو لوٹ لیا۔ مَیں وہاں سے بھاگ کر اِس ہیئت سے یہاں تک پہنچا ہوں کعب نے پُوچھا مُختار کے پاس کتنے لوگ ہیں بشیر نے کہا مَیں صیحح تو کیا بتا سکتا ہوں لیکن اِتنا معلوم ہوتا ہے کہ کُوفہ کے لوگ اُس سے مِل گئے ہیں۔ کعب نے کہا۔ تُو تو ایک مرد مُسافر ہے تو یہ بتا کہ کون سے محلہ میں جانا چاہتا ہے اُس نے کہا اِسی محلہ میں میرا ایک دوست رہتا ہے اُسی کے پاس جا کر ٹھہروں گا جب یہ فِتنہ فرو ہوگا تو اپنے گھر چلا جاؤں گا۔ کعب نے کہا جا تیرا خُدا مددگار رہو الغرض وُہ اُس جگہ پہنچا جہاں کا ارادہ کر کے آیا تھا۔ دیکھا بہت بڑا کُوچہ ہے وہاں پہنچ کر اُس نے آواز دی کہ بھائیو اپنا ایک آدمی میرے پاس بھیجو تاکہ مَیں اُس سے مُختار کا پیغام کہوں۔ ایک مَرد ہتھیار لگائے ہوئے اُس کے پاس آیا۔ بشیر نے تمام حال اُس سے بیان کیا اُس نے اپنے لوگوں کو آکر اطلاع دی کہ مُختار نے خروج کیا۔ یہ آوازِ طبل مُختار ہی کے لشکر کی آرہی ہے اور بالاخانوں پر آگ اُنہی کے حُکم سے روشن کی گئی ہے۔ ہم کو جلد اُن کی مدد کو پہنچنا چاہیئے۔ الغرض وُہ سب لوگ تیار ہو کر گھروں سے نکل پڑے لیکن یہ مشورہ کیا کہ ہم تو مُختار کے پاس جاتے ہیں اور کعب ملعون راستہ میں موجود ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے جانے کے بعد ہمارے اہل وعیال کو قید کر کے لے جائے لہٰذا آؤ پہلے اُسی سے نپٹ لیں جب یہ ہمارے مقابلہ سے بھاگ جائیگا تو پھر مُختار کے پاس چلیں گے۔ چُنانچہ اُنہوں نے یالثارات الحسین کا نعرہ بلند کیا۔ کعب نے یہ نعرہ سُنا تو بہت خوفزدہ ہُوا سمجھا کہ مُختار حملہ کرنے آگیا۔ کعب سپاہ کو چھوڑ کر فرار ہوگیا۔ لشکر نے کعب کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو وُہ سب بھی بھاگ گئے اور راستہ صاف ہوگیا اور وُہ چودہ سو ۱۴۰۰ شیعیان علیؑ مُختار کے پاس پہنچے اور اپنے توقف کی وجہ بیان کی۔ مُختار نے کہا دوستو تُم لوگ معذور ہو پھر ابراہیم سے کہا ایسا انتظام کرنا چاہیئے کہ دِن نکلنے سے پہلے تمام دوست واحباب اور معیّن ومددگار فراہم ہو کر آجائیں ابراہیم نے کہا آپ یہاں ٹھہریئے مَیں یہ انتظام کر کے آتا ہوں۔ اور روانہ ہوئے تھوڑی دُور گئے تھے ایک سواروں اور پیادوں کے گروہ نے آکر ابراہیم کو گھیر لیا۔ ابراہیم نے پُوچھا تم کون لوگ ہو اُنہوں نے کہا ہم علیؑ ابن ابی طالب کے

شیعہ ہیں پُوچھا تمہارا سردار کون ہے۔ اُنہوں نے کہا عبداللہ بن قرار خثعمی۔ وُہ آگے آیا ابراہیم اُس سے بغلگیر ہوئے عبداللہ نے کہا اے میرے سردار خروج کا وعدہ تو آیندہ کل شب کا تھا ابراہیم نے پوُری روئیداد کہہ سُنائی اور کہا جلد مختار کے پاس پہنچو۔ اور خود اَور لوگوں کو بُلانے کے لئے آگے بڑھے۔ کچھ راستہ طے کیا تھا کہ لوگ ایک شخص کو گرفتار کرکے ابراہیم کے پاس لائے ابراہیم نے اُس سے پُوچھا تو کِس گروہ کا آدمی ہے وُہ خاموش رہا۔ ابراہیم نے کہا اے شخص تُو بولتا کیوں نہیں اُس شخص نے کہا یہاں دو گروہوں میں جنگِ عظیم واقع ہو رہی ہے تم بھی چُپ رہو۔ ابراہیم نے اُس کی مُشکیں کسوا کر مُختار کے پاس بھیج دیا اور خود آگے بڑھے۔ دیکھا کہ ایک گروہ مسلح ہاتھ میں مشعلیں لئے ہوئے نقارے بجاتے چلا آرہا ہے ابراہیم اُن کے پاس گئے اور پُوچھا تم لوگ کس گروہ کے آدمی ہو اُنہوں نے کہا کہ ہم شیعیان امیرالمومنین ہیں اور ہمارا نعرہ یا لثارات الحسین ہے ابراہیم نے پُوچھا تمہارا سردار کون ہے کہا حارث بن عمرو۔ اور یہ بزُرگان کُوفہ سے تھے۔ ابراہیم بہت خوش ہوئے۔حارث ابراہیم کے سامنے آئے اُن کی پیشانی پر چند تازہ زخم تھے۔ جن سے خُون بہہ رہا تھا۔ ابراہیم نے پُوچھا اے بھائی یہ زخم کیسے ہیں حارث نے کہا جب نقارہ کی آواز ہم نے سُنی اور آگ کو روشن دیکھا ہم نے سمجھا کہ یہ ہمارے دُشمنوں کا مکروفریب ہے اِسی اثنا میں ایک ضعیفہ آئی اور کہا کہ اے محبانِ حسینؑ شاکر یہ سے ایک ہزار چار سو مرد مُختار کی مدد کو آگئے ہم یہ سُنتے ہی گھروں سے نکل پڑے راستہ میں ایک گروہ سے مُلاقات ہوئی، ہم نے پُوچھا تُم لوگ کون ہو کہا کہ ہم شمر کے آدمی ہیں اور اُن کو ہمارے متعلق بھی معلوم ہو گیا کہ ہم شیعیان علیؑ ابن ابی طالب ہیں اور مُختار کی مدد کو جا رہے ہیں۔ اُن ملاعین نے ہم پر حملہ کر دیا۔ مَیں لڑتا بھڑتا شمر تک پہنچا مَیں نے اُس کے ایک کاری ضرب لگائی اُس نے مجھ پر بھی وار کیا یہ وہی زخم ہیں آخر کار وُہ بھاگ گئے اور ہم لوگ ظفریاب ہوئے۔ ابراہیمؒ اُن کو مُختار کے پاس بھیج کر آگے بڑھے۔ تھوڑا راستہ طے کیا تھا کہ بہت شور سُنائی دیا ابراہیمؒ اُس کی طرف متوجہ ہوئے ایک گروہ سے مُلاقات ہوئی پُوچھا تُم لوگ کون ہو اور تمہارا کیا نشان ہے کہا ہم

منصور یا الثارات الحسینؑ بن علیؑ ہیں ۔ ابراہیم نے پوچھا تمہارا سردار کون ہے کہا قاسم بن قیس۔ سپاہیوں نے قاسم کو اطلاع دی وُہ فوراً حاضر ہُوا ابراہیم اُس سے بغلگیر ہوئے اور دونوں مُختار کے پاس آئے۔

جب رات دو حصّہ گذر گئی عبداللہ بن مطیع نے ایک لشکر مُختار سے لڑنے کو بھیجا اُس کو خوف تھا کہ دِن نکل آئیگا تو مُختار کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوجائیں گے۔ مُختار بھی عبداللہ بن مطیع سے خوف زدہ تھے غرضکہ عبداللہ بن مطیع نے اپنے چچا ہارون کے بیٹے کو ایک ہزار سوار دے کر مُختار سے لڑنے کو بھیجا اور حکم دیا کہ ابراہیمؓ کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آؤ۔ عبداللہ پسر ہارون عرب کے شجاعوں میں تھا۔ مُختار کے ہمراہیوں کے قریب پہنچ کر نہایت جوش کے ساتھ ایک نعرہ مارا۔ مُختار نے آواز سُن کر سمجھا کہ یہ دُشمنوں کی ہانک پُکار ہے اور کہا کہ خُداوند کریم اپنے فضل و کرم سے مجھے ظفریاب فرمائیگا اور دُشمنوں کو رُسوا کرے گا۔ اُس رات کُوفہ میں اٹھارہ جگہ نقارے بج رہے تھے اور ہر جگہ قاتلان امام حُسینؑ راستہ روکے ہوئے کھڑے تھے۔ اور مُختار کے دوستوں کو مُختار تک پہنچنے کا راستہ نہیں ملتا تھا۔ عبداللہ پسر ہارون نے مُختار سے جنگ شروع کر دی۔ مُختار نے ابراہیم سے کہا کہ مناسب ہے کہ ہم اور تم ایک ہی جگہ رہیں کیونکہ رات بہت تاریک ہے۔ اسی وقت پیچھے سے نقارہ کی آواز آئی مُختار اُن کی طرف متوجہ ہوئے معلوم ہُوا کہ ورقا بن غارب ہیں مُختار نے اپنے دوستوں کو خوشخبری دی سب نے مل کر جوش میں نعرۂ تکبیر بلند کیا اور عبداللہ بن مطیع پر چڑھائی کر دی۔ آخر وُہ بھاگ نکلا اُس کے بہت سے ہتھیار مُختار کے ہاتھ آئے۔ بیسؔ آدمی مُختار کی طرف سے مارے گئے اور عبداللہ بن مطیع کے لشکر کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ مُختار کے سپاہیوں نے دُشمنوں کے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا اور آفتاب طلوع ہونے تک وہیں ٹھہرے رہے۔ مُختار نے اپنے سرداروں کو حُکم دیا کہ کُوفہ کی گلی کوچوں میں یا الثارات الحسین کی منادی کرادیں۔ یہ آواز سُن کر شیعیان علی فوج در فوج جمع ہونے لگے اور ہر طرف شدید لڑائیاں ہوتی رہیں اور ہر جگہ مُختار و ابراہیم کو فتح ہوتی رہی عبداللہ بن مطیع کے آدمی مغلوب ہوتے رہے۔ حالانکہ دُشمن کی تعداد مُختار کے لشکر سے چو گنی

ہوتی تھی ۔ عبداللہ بن مطیع قصر کوفہ میں بند ہوگیا۔ مختار کے لشکر نے اُس کا محاصرہ کرلیا۔ تین روز محاصرہ میں گذارنے کے بعد چوتھے روز عبداللہ بن مطیع نے مُختار کو خط لکھا کہ "مَیں نے تیرے ساتھ نیکی کی ہے اور قتل سے تجھ کو بچایا ہے اُونٹ سواری کے لئے دیا۔ کیا اُس کا یہی معاوضہ ہے کہ تُو مُجھ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ مجھ کو راستہ دے تاکہ میں جس طرف چاہوں چلا جاؤں"

عبداللہ بن مطیع نے اِس خط میں اشارہ کیا ہے مُختار کے مکہ میں قیام کی طرف جبکہ عبداللہ بن زبیر کے معین و مددگار بن کر مُختار نے اُس کے دُشمنوں سے جنگ کی تھی اور اُس نے وعدہ کیا تھا کہ جب میرا تسلط قائم ہوجائیگا تو تم کو سلطنت میں شریک رکھوں گا اور بغیر تمہارے مشورہ کے کاروبار سلطنت انجام پذیر نہ ہوں گے وغیرہ وغیرہ لیکن جب مُختار نے دُشمنوں کو شکست دے کر عبداللہ بن زبیر کا اقتدار قائم کر دیا اور اُس کو عروج مل گیا تو اُس نے مُختار سے کئے ہوئے تمام وعدے بھلا دیئے اور اُن کے قتل کی فکر کرنے لگا۔ اور عبداللہ بن مطیع کو اپنا وزیر بنا لیا۔ عبداللہ بن مطیع اور مُختار میں دوستی تھی۔ اُس نے مُختار کو عبداللہ بن زبیر کے ارادہ سے مطلع کیا اور اُونٹ اور کچھ نقد دے کر مُختار کو خاموشی کے ساتھ کوفہ روانہ کر دیا۔

الغرض جب عبداللہ بن مطیع کا یہ خط مُختار کے پاس پہنچا تو اُس نے جواب میں لکھا کہ "تُو جو کچھ کہتا ہے کہ مَیں نے تیرے ساتھ یہ کیا وُہ کیا مَیں سب قبول کرتا ہوں اور آج تک مجھ پر تیرا یہ سب احسان تھا لیکن اب جبکہ تُو اُس کو زبان پر لایا تو وُہ تمام احسانات ختم ہوگئے۔ جو کچھ تُو نے مجھے دیا تھا میں اُس سے تین گُنا زیادہ دیتا ہوں۔ تاکہ تیرا کوئی احسان مجھ پر باقی نہ رہے"

عبداللہ بن مطیع اِس جواب کو پڑھ کر بہت رنجیدہ ہُوا۔ پھر ایک دُوسرا خط نہایت عجز و انکساری کے ساتھ لکھا جس طرح غلام اپنے آقا کو لکھتے ہیں کہ: "اے امیر جلیل مُختار! اپنے غلام پر رحم کر اور میرے قتل سے باز آ۔ مَیں ایک ضعیف آدمی ہوں امام حسینؑ کے قاتلوں میں سے نہیں ہوں میرے حال پر بخشش و کرم فرما کیونکہ تیرا امام بھی کریم تھا۔ جو کچھ تو کرم کرے وُہ تیرے لئے سزاوار

ہے مَیں خطاوار ہوں بخشش مالکوں سے ہوتی ہے اور کریموں سے کرم نہ ہو تو کرم باقی نہیں رہتا۔ والسّلام۔

جب یہ خط مختار کے سامنے پیش ہُوا اُس نے ابراہیم سے کہا کہ دُنیا میں اِس سے بدتر کوئی امر نہیں کہ امیری کے بعد فقیری نصیب ہو اور عزّت کے بعد ذلت کا سامنا ہو۔ عبداللہ بن مطیع پر رحم آتا ہے کیونکہ وُہ لکھتا ہے کہ مَیں قاتلانِ حسینؑ میں سے نہیں ہوں۔ مَیں اُس کو پناہ دینا چاہتا ہوں تمہاری کیا رائے ہے۔ ابراہیم نے کہا جو آپ کی رائے ہو وُہ بہتر ہے۔ آخر مختار نے عبداللہ بن مطیع کو لکھا کہ "تُو عشا کے بعد فلاں دروازہ سے باہر آ میں وہاں موجود ہوں گا اور تجھ کو رخصت کر دُونگا"۔ مُختار حسبِ وعدہ بعد نمازِ عشا اُس دروازہ پر گئے۔ عبداللہ بن مطیع وہاں موجود تھا مُختار نے کہا اے برادر جو کچھ تُو نے نیکی کی تھی مَیں نے اُس کے مقابلہ میں کمی نہیں کی لیکن آئندہ خیال رکھنا کہ کوئی امر ایسا نہ ہو کہ میری اور تمہاری دوستی میں فرق آئے۔ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میری نیکی کو فراموش نہ کرنا۔

دُوسرے روز لوگوں کو خبر ہوئی کہ مُختار نے عبداللہ بن مطیع کو رہا کر دیا تو مُختار سے کہنے لگے کہ اے امیر آپ نے یہ کیا غضب کیا کہ ایسے دُشمن کو چھوڑ دیا۔ مُختار نے کہا اُس نے مجھ پر احسان کیا تھا مَیں نے بھی اُس کے عوض میں اُس پر احسان کیا اگر اب آئیگا تو نہ چھوڑوں گا۔ اور اِس لئے اور رعایت کی کہ وُہ قاتلانِ امام حسینؑ میں سے نہیں ہے خدا کی قسم اگر میرا بھائی امام حسینؑ سے لڑنے گیا ہوتا تو مَیں اُس کو بھی امان نہ دیتا۔ دُوسرے روز عبداللہ بن مطیع کے ساتھیوں نے جناب مُختار سے امان طلب کی۔ آپ نے اُنہیں امان دیدی۔ وُہ سب دارالامارہ سے باہر چلے آئے اور مُختار کی بیعت کر لی۔ جناب مُختار نے دارالامارہ میں قیام کیا۔ پھر منادی کرائی کہ سب لوگ جامع مسجد میں جمع ہوں۔ جب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو مُختار نے منبر پر جا کر خطبہ پڑھا جس میں ظاہر کیا کہ مَیں ظالموں اور دشمنانِ آلِ رسُولؐ کو قتل کروں گا اور اُن کے وجود سے دُنیا کو پاک کروں گا۔ اُن سے خونِ حسینؑ کا انتقام لینے کے لئے تیار ہو جاؤ اور آلِ محمدؐ کے کمزور لوگوں کے دُشمنوں کو دفع کرنے کا عزم بالجزم کر لو۔

اس کے بعد ممالک محروسہ کے لئے گورنر مقرر کئے۔ عبدالرحمٰن بن قیس ہمدانی کو موصل کا گورنر

مقرر کیا۔ سعید بن حذیفہ بن یمان کو مدائن پر۔ عمر بن سائب کو رے اور ہمدان پر حاکم بنایا۔ اور کوفہ کے انتظام کے لئے عبداللہ کامل کو کوتوال ابوعمرہ کیانی کو نگاہبانان مملکت کا حاکم بنایا۔ اور اپنے غلام خیر کو خزانچی اور قطامہ کو بیت المال کا سردار مقرر کیا۔ جناب ابراہیم بن مالک اشتر کو سپہ سالار لشکر۔ احمر بن شمیط کو پیشوائے لشکر اور محمد بن ربیعہ کو عیسیٰ کے عہدہ پر مامور کیا۔

دوسرے روز کوفہ کے تمام سردار اور بزرگ مبارکباد کے لئے آئے۔ مختار نے کہا۔ میرے دوستو! میرا مطلب نہ سلطنت حاصل کرنا ہے نہ اقتدار و حکومت سے ہے بلکہ امام حسینؑ کے قاتلوں سے حضرت کے خون کا انتقام لینا ہے انشاءاللہ عدل و انصاف کروں گا نہ ظلم کروں گا نہ کسی کو کسی پر ظلم کرنے دونگا۔ اور نہ ظالموں کو دوست رکھوں گا۔ یہ سن کر لوگ بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوئے۔

مختار نے حکومت سنبھالتے ہی غریبوں بیکسوں اور لاوارثوں کی دادرسی شروع کی۔ خود کرسیٔ عدالت پر بیٹھ کر لوگوں کی شکایتوں پر غور کرتے تھے اور نہایت عدل و انصاف کے ساتھ لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں ان کے عدل و انصاف کا ڈنکا بجنے لگا۔

نظامِ حکومت درست کرنے کے بعد سب سے پہلے جس امر کی طرف مختار نے توجہ کی وہ بنی ہاشم کے نادار لوگوں کی امداد تھی۔ آپ نے اس سلسلہ میں کافی رقم صرف کی۔ جس کو روپئے کی ضرورت تھی اُس کو روپئے دیئے۔ جس کو مکان کی مرمت کی ضرورت تھی اُس کے مکان کی مرمت کرادی۔ اُن کی بیوؤں کی شادیاں کرائیں غرض کہ جس قدر نیک سلوک ممکن تھا اُس سے دریغ نہیں کیا۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام انہی سلوک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں لاتسبوا المختار فانہ قد قتل قتلتنا وطلب ثارنا وزوج ارا ملنا وقسم فینا المال علی العسرۃ۔ مختار کو برا مت کہو کیونکہ اُس نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ہمارا انتقام لیا، ہماری بیوؤں کی شادیاں کرادیں اور عسرت میں مال سے ہماری مدد کی۔

عبداللہ بن مطیع کی احسان فراموشی اور مُختار پر حملہ

عبداللہ بن مطیع دارالامارہ سے چُپکے سے بھاگ کر ابوموسیٰ اشعری کے مکان میں رُوپوش ہوگیا۔کسی نے اس کی اطلاع مُختار کو پہنچائی۔ مُختار نے توجّہ نہ کی۔ پھر ایک لاکھ درم اُس کے پاس بھیج کر کہلایا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ یہ رقم تمہاری زادِ راہ ہے۔ (نورالمشرقین)

مُختار نے سب سے پہلے استحکام حکومت کو ضروری سمجھا اس لئے فوراً قاتلان امام حسینؑ کی طرف متوجّہ نہ ہوئے کیونکہ اطراف و جوانب میں جابجا دُشمن اپنی تدبیروں میں مشغول زوالِ حکومت مُختار کے درپے تھے۔ کُوفہ میں بیس ۲۰ ہزار اشخاص ایسے تھے کہ اگر اُن پر ہاتھ ڈالا جاتا تو فتنہ برپا ہوجاتا۔

ایک روز شوروغُل کی آواز مُختار کے کان میں آئی۔ وُہ دریافت حال کے لئے خود بازار کی طرف گئے دیکھا کہ تمام چھوٹے بڑے نہایت پریشان ہیں۔ مُختار نے سمجھا یہ وہی بیس ۲۰ ہزار قاتلان امام حسینؑ ہوں گے جنہوں نے بغاوت کردی ہے۔ لیکن جب غور سے سُنا تو "یا الثّارات الحسینؑ دُشمنوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ" کا شور سُنائی دیا۔ مُختار نے اپنے غلام خیر کو دریافت حال کے لئے بھیجا۔ اسُی وقت عبداللہ کامل نے آکر کہا۔ اے امیر آپ نے عبداللہ بن مطیع کو چھوڑ دیا۔ وُہ یہاں سے بصرہ گیا اور مصعب بن زبیر کو ہمارے خلاف آمادہ کرکے تیس ۳۰ ہزار سوار ویپادے لے کر آیا ہے۔ مصعب نے پندرہ ہزار کا لشکر عبداللہ بن مطیع کے ہمراہ بھیجا ہے اور پندرہ ہزار فوج خود لے کر دریا کے راستہ کشتیوں پر بغداد سے کُوفہ آرہا ہے۔ مُختار نے کہا خُدا پر بھروسہ رکھو انشاءاللہ اس مرتبہ اُس کو پُوری پُوری سزا دُوں گا۔ مُختار وہاں سے دارالامارہ میں آئے اور حُکم دیا کہ جنگ کا نقارہ بجایا جائے۔ اور عبداللہ کامل کو بازار کُوفہ میں بھیج کر منادی کرائی کہ یا الثّارات الحسین دُشمنوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہوجاؤ۔ پھر شہر سے باہر اور دارالامارہ پر لڑائی کے جھنڈے نصب کردیئے اور خود مسلّح ہوکر باہر نکلے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی فوج کے ساتھ شہر کُوفہ سے نکل کر اُس شاہراہ پر کھڑے ہوگئے جو بغداد سے آتی تھی

پھر ابراہیم بن مالک اشتر عرب کے سواروں کے ساتھ آئے۔ اُن کے بعد عمر حاجب اپنے لوگوں کے ساتھ آئے اُن کے پیچھے عبداللہ کامل اپنے ہمراہیوں کے ساتھ۔ پھر ورقا بن عازب اپنے آدمیوں کو لئے ہوئے۔ سب کے بعد زبیر بن انس اپنی قوم کے ساتھ مختار کے پاس حاضر ہوئے۔ غرضکہ تیئیس ہزار سوار و پیادے جمع ہو گئے۔ مختار کو اندیشہ ہُوا کہ مصعب کے ساتھ آزمودہ کار اور لڑائیاں لڑے ہوئے لوگ ہیں اور ہمارے ساتھ ایسے لوگ ہیں جن کو کبھی جنگ کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہے۔ ابراہیم نے کہا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ وُہ ہیں جنہوں نے مرنے کی قسم کھائی ہے جن کو کثرت سپاہ سے کوئی ہراس نہیں۔ ہم کو اُن کے مقابلہ کے لئے بھیج دیجئے۔ یہ سُن کر تمام لشکر نے کہا اے امیر بیشک ہم اپنی جانوں کو راہ حق میں فدا کر چکے ہیں۔ مختار نے سب کو دُعائیں دیں اور اپنے بیٹے ثابت کو کُوفہ میں اپنا جانشین مقرر کر کے خود فوج لے کر آگے بڑھے اور منزلیں طے کرتے ہوئے ایک دریا پر پہنچے وہاں لشکر کے سردار جمع ہو کر مختار کی خدمت میں آئے اور التماس کیا کہ آپ کے صاحبزادے سے کُوفہ کی نگرانی نہ ہو سکے گی آپ کُوفہ پلٹ جائیے ایسا نہ ہو کہ قاتلان امام مظلوم فتنہ و فساد برپا کریں۔ پھر اس کی اصلاح نہ ہو سکے گی۔ ممکن ہے کہ ہمارے عقب میں وُہ اشقیا کُوفہ سے چل کر مصعب بن زبیر سے جا ملیں۔ آپ کُوفہ میں رہیں گے تو ہم لوگوں کو بھی اطمینان رہے گا ابراہیم نے بھی اس مشورہ کی تائید کی مختار نے پندرہ ہزار کا لشکر ابراہیم کو دے کر عبداللہ بن مطیع اور مصعب بن زبیر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور خود پندرہ ہزار کا لشکر ہمراہ لے کر کُوفہ واپس آ گئے۔

ابراہیم وہاں سے روانہ ہو کر مقام خاذم پر پہنچے وہاں تین روز قیام کیا مصعب کا جاسُوس بھی وہاں موجُود تھا۔ اُس نے مصعب سے جا کر سب حال بیان کیا مصعب وہیں ٹھہر گیا اور عبداللہ بن مطیع کو پندرہ ہزار فوج دے کر کہا کہ تُو آگے چل میں دریا کے راستہ سے آتا ہوں۔ تو پہنچتے ہی حملہ کر دے۔ اُدھر ابراہیم بھی ایک منزل اور چل کر عبداللہ بن مطیع کے مقابلہ پر جا پہنچے۔ اور اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ اے جوانو! خُدائے عزّ وجل تمہارے دلوں کے حال سے خوب آگاہ ہے کہ تمہاری یہ لڑائی کسی مُلک کے حصول کے لئے نہیں بلکہ اُسی کی رضامندی کے لئے ہے لہٰذا لڑائی میں

جان و دل سے کوشش کرو اور دُشمن کو پیٹھ نہ دکھلاؤ۔ سب نے کہا انشاء اللہ ہم ایسا ہی کرینگے اور نعرۂ یالثارات الحسین بلند کیا۔ پھر دونوں طرف کی صفیں تیار ہوئیں میمنے اور میسرے دُرست ہوئے۔ مخالف کی دس ہزار فوج نے یکبارگی حملہ کیا۔ ابراہیم آگے بڑھے اور دُشمن کے لشکر میں گھس گئے۔ اُن کے ساتھ ہی اُن کا لشکر بھی حملہ آور ہُوا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ گرد و غبار اس قدر بلند ہُوا کہ تاریکی چھا گئی۔ خوُن کے دریا بہہ گئے۔ ابراہیم یا محمدؐ یا علیؑ کہہ کر حملہ کر رہے تھے اور مخالف کے قلب لشکر کے کُشتوں کے پُشتے لگا رہے تھے۔ اُن کے پیچھے احمر بن شمیط، اُن کے عقب میں ورقا بن عازب حملہ آور تھے اُن لوگوں نے ایسی دلیری اور بہادری کے ساتھ شمشیر زنی اور نیزہ بازی کی کہ عبداللہ بن مطیع کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وُہ لشکر سمیت بھاگ کھڑا ہُوا۔ ابراہیم کی فوج نے تعاقب کیا۔ اور بھاگنے والوں کو بے دریغ قتل کیا یہاں تک کہ آٹھ ہزار دُشمن قتل کئے گئے۔ سُورج غرُوب ہو چکا تھا ابراہیم مخالف کے لشکر کی قیامگاہ پر اپنی فوج لیے ہوئے پہنچے اور سب سامان لُوٹ لیا۔

عبداللہ بن مطیع نے اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ جنگل میں بھاگ کر اپنی جان بچائی اور مصعب بن زبیر کے پاس قاصد بھیج کر کہلایا کہ ہماری خبر لیجئے اگر غفلت کی تو ہم میں سے ایک متنفس کو بھی زندہ نہ پائیگا قاصد نہایت تیزی سے راستہ طے کر کے مصعب کے پاس پہنچا جو کچھ آنکھوں سے دیکھا تھا بیان کیا۔ تمام حالات سُن کر مصعب بہت غضبناک ہُوا اور حکم دیا کہ فوراً جنگی نقارے بجائے جائیں اور لشکر کو خشکی کے راستہ روانہ کر دیا۔

اُس رات ابراہیمؒ، احمر بن شمیط، عبداللہ کامل اور ورقہ پسر عازب لشکر کے نگران تھے انہوں نے ایک دراز قد شخص کو دیکھا جس کی داڑھی لمبی تھی۔ سر پر عورتوں کے مانند بال رکھے ہوئے ٹاٹ کا لباس پہنے ہوئے ٹاٹ ہی کا عمامہ باندھے ہوئے اور ہندوُں کی طرح زُنار گلے میں ڈالے ہوئے تھا۔ وُہ جلد جلد قدم بڑھائے ہوئے آ رہا تھا۔ ابراہیم نے اُس کو دیکھا اور کہا کہ یہ شخص قوم کا ترسا معلوم ہوتا ہے اور حُکم دیا کہ اُس کو میرے پاس لاؤ۔ وُہ حاضر کیا گیا۔ اُس نے سلام نہیں کیا۔ ابراہیم نے پُوچھا اے ترسا تُو کہاں سے آتا ہے اُس نے

رُومی زبان میں کچھ کہا۔ ابراہیم نے رُومی زبان جاننے والے ایک شخص کو بُلایا۔ اُس نے اُس شخص سے حال دریافت کیا۔ اُس نے کہا مَیں انطاکیہ کا باشندہ ہوں۔ مُدت سے بصرہ میں رہتا ہوں۔ اب اپنے وطن انطاکیہ جا رہا ہوں۔ دریا کے راستے اِس لئے نہیں جا سکا کہ مصعب نے بصرہ کی تمام کشتیاں پکڑلی ہیں اور اب وُہ کثیر فوج لے کر تمہارے مقابلہ پر آ رہا ہے۔ ابراہیم نے مترجم سے کہا کہ اُس سے کہو مجھ سے غلط بیانی کر کے جھوٹ نہیں سکتا۔ اُس نے کہا جھُوٹ بولنا تو میرے مذہب میں بھی جائز نہیں لیکن آپ لوگ کون ہیں مترجم نے اُس سے کہا کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اور دُشمنان رسولؐ وآلِ رسولؐ کے دُشمن ہیں آلِ رسولؐ کے خُون کا انتقام لینے اُٹھے ہیں۔ ہمارے امام تو زین العابدینؑ ہیں لیکن اِس مُہم کا امیر مُختار بن عبیدہ ثقفی ہے۔ یہ سُن کر اُس نے کہا مَیں نے بھی انجیل میں پڑھا ہے کہ آخر زمانہ میں ایک پیغمبر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہونگے اُن کی اُمت اُن کے فرزند کو شہید کرے گی اور ایک مرد ثقفی اُن کے خُون کا انتقام لے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مُختار وہی ثقفی ہے جس کی پیشین گوئی انجیل میں ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھ کو مصعب بن زبیر نے تمہارے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے لیکن اب چُونکہ تمہارے دین و مذہب اور ارادے سے واقف ہو چُکا ہوں اِس لئے اپنے دین سے توبہ کر کے تمہارا دین قبول کرتا ہوں یہ کہہ کر زنار توڑ ڈالا اور کلمہ پڑھ کر مُسلمان ہو گیا۔ اور عربی زبان میں باتیں کرنے لگا۔ ابراہیم بہت خوش ہوئے اور کہا اے برادر سچ سچ بتا کہ تُو نے پہلے عربی زبان سے کس لئے ناواقفیت ظاہر کی تھی۔ اُس نے کہا مَیں پہلے تمہارا دُشمن تھا اور اب اِس جہاد میں تمہارا شریک ہونا چاہتا ہوں۔ ابراہیم بہت مسرور ہوئے اور کہا اے بھائی اگر تیری کوئی حاجت ہو تو بیان کر۔ اُس نے کہا اے امیر! میری اب صرف ایک حاجت ہے اور وُہ یہ کہ مصعب بن زبیر آپ کے لشکر پر شبخون مارنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اِس نواح میں ایک بستی ہے وہاں عبداللہ بن مطیع آپ کے خوف سے چھُپا ہُوا ہے۔ اور مصعب ابن زبیر کے آنے کا انتظار کر رہا ہے۔ آپ کسی کو میرے ساتھ بھیجدیں تو اُس کو زندہ گرفتار کر کے لاؤں یا اُس کا سر حاضرِ خدمت کروں۔ ابراہیم نے کہا یہ کام مجھ سے تعلق رکھتا

ہے۔ اُس نے کہا بہتر ہے مگر جوگیوں کا لباس پہنئے سر پر ٹاٹ کی ٹوپی اوڑھیئے، عصا ہاتھ میں لیجئے اور تلوار کپڑوں کے اندر چھُپا لیجئے۔ ابراہیم نے منظور کیا۔ ہمراہیوں نے کہا اے امیر! کہیں یہ شخص آپ کو فریب نہ دے رہا ہو ہمارے نزدیک آپ کا اس کے ساتھ جانا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ ہم انشاءاللہ اُس کو جنگ میں گرفتار کر کے لائیں گے۔ ابراہیم نے کہا خُدا تمہارا معین و مددگار ہو خُدا کی فتح و نصرت ہمارے ساتھ ہے کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ پھر احمر بن شمیط کو سردار لشکر مقرر کر کے جناب ابراہیم اُس کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

ابراہیم اُس شخص کے ساتھ ایک دیر کے قریب پہنچے وہاں تین اشخاص نگہبانی کر رہے تھے انہوں نے اُس شخص سے جو دراصل راہب تھا کہا کہ تیرے ساتھ دُوسرا شخص کون ہے اُس نے کہا یہ میرا چچا زاد بھائی ہے مُلک شام سے میری مُلاقات کو آیا ہے۔ نگہبانوں نے کہا ہم اس کو عبداللہ بن مطیع کے پاس لے چلیں گے وُہ جو حُکم دے گا اُس پر عمل کریں گے یہ کہہ کر ابراہیم اور راہب کو حراست میں لے لیا۔ ابراہیم نے چاہا کہ تلوار سے تینوں نگہبانوں کی گردن اُڑا دیں مگر راہب نے اشارہ سے منع کیا۔ محافظوں نے اُن کو ابن مطیع کے سامنے پیش کیا۔ اور کہا کہ یہ راہب چاہتا ہے کہ اس شخص کو دیر کے اندر لے جائے۔ آپ اُٹھ کر مُلاحظہ فرمایئے۔ عبداللہ خواب سے چونکا اور آنکھیں ملنے لگا اُس پر نیند کا غلبہ تھا اُس نے چلاّ کر کہا چھوڑ دو اور مجھے سونے دو۔ نگہبانوں نے دونوں کو چھوڑ دیا۔ راہب ابراہیم کو دیر میں لے گیا اور کھانا حاضر کیا۔ ابراہیم نے کہا جا کر دیکھو وُہ ملعون سو رہا ہے یا جاگتا ہے راہب نے جا کر دیکھا اور واپس آ کر کہا کہ سو رہا ہے اب آپ اُس کا کام تمام کر دیجئے کہ اتنے میں شور و غل بلند ہوا کہ مصعب بن زبیر لشکر کثیر لئے ہوئے آ پہنچا مصعب کا نام سُنتے ہی عبداللہ بن مطیع جاگ اُٹھا اور دیر سے باہر نکل آیا ابراہیم بھی اُس کے پیچھے پیچھے چلے۔ دریا کے کنارہ پر بہت سی روشنیاں اور یکے بعد دیگرے بہت سی کشتیاں آتی ہوئی دکھائی دیں۔ وہاں خوشی میں ایک شخص یہ کہہ کر اُچھل کُود رہا تھا کہ امیر مصعب بن زبیر آ گیا۔ کل ہم ابراہیم کے لشکر کے کسی آدمی کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔

ابراہیم نے کہا بھائی تو سچ کہتا ہے آمیرے ساتھ چل میں اکیلا لشکر میں نہیں جا سکتا میں تجھے ایک ہزار درم دوں گا۔ وہ شخص لالچ میں آگیا اور کہا ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ غرضکہ دونوں دریا کی طرف چلے۔ ایک سنسان مقام پر پہنچ کر ابراہیم نے کہا اپنے روپیوں کو سنبھال اور تلوار کے قبضہ پر اس طرح ہاتھ ڈالا گویا کپڑوں میں سے درہم نکال رہے ہیں۔ اور تلوار کھینچ کر اس کی گردن پر مارا کہ سر کٹ کر دور جا گرا۔ پھر آگے بڑھے اور دریا کے کنارے پہنچے دیکھا ہزاروں کشتیاں سپاہیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ جن میں ایک کشتی نہایت آراستہ ہے جس کے گرد متعدد شمعیں روشن ہیں اسی میں مصعب بن زبیر ایک تخت پر بیٹھا ہے۔ ابراہیم کنارے پر کھڑے ہوئے سب کو دیکھ رہے تھے کہ مصعب کی نظر پڑ گئی دیکھتے ہی ملازموں سے کہا کہ وہ شخص جو دور کھڑا ہوا ہم کو دیکھ رہا ہے ہمارے لشکر کا آدمی نہیں معلوم ہوتا اگر ہمارا آدمی ہوتا تو دوسروں کی طرح کام میں مشغول ہوتا اس کو میرے پاس لاؤ۔ عبداللہ بن مطیع نے ابراہیم کو مصعب کے سامنے حاضر کیا اور کہا امیر کو سلام کرو۔ ابراہیم نے کوئی جواب نہ دیا مصعب کو غصہ آیا اور حکم دیا کہ اس کو گرفتار کر لو یہ ابراہیم کا جاسوس معلوم ہوتا ہے۔ ابراہیم نے دل ہی دل میں دعا کی کہ خداوندا اس ملعون کے دل اور آنکھوں کو اندھا کر دے تو ہر شے پر قادر ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ مصعب نے میرے بازو پر ایک گھونسا مارا اور پوچھا تو کون ہے اور یہاں کیسے آیا ہے۔ میں نے کہا میں ایک غریب عرب ہوں جب آپ نے عرب سے فوج طلب کی میں بھی آگیا مجھے نہیں معلوم کہ کیا خدمت بجا لانی چاہیئے۔ مصعب نے ابن مطیع سے کہا کہ اس کو حراست میں رکھو کل پیش کرنا پھر تفتیش کر لوں گا۔ اس نے عامر بن مرہ کے سپرد کیا عامر نے اپنے خیمہ میں لے جا کر قید کر دیا۔

عامر ابراہیم کو قید کر کے خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ شراب پینے میں مشغول ہوا۔ جب سب خوب مدہوش ہو گئے تو ابراہیم قید سے نکل کر ایک گوشہ میں گئے اور لباس تبدیل کیا اور خدا کو یاد کرنے لگے صبح ہوئی تو مصعب نے عبداللہ ابن مطیع سے کہا کہ اس شخص کو حاضر کرو۔ عبداللہ نے عامر کو جا کر حکم دیا کہ اس جاسوس کو امیر کے سامنے حاضر کرے۔ عامر گھوڑے پر سوار ہونے لگا تو

گھوڑا قابو میں نہ آیا تو اُس نے کہا تجھ پر اور شیعیان علیؑ پر خدا کی لعنت ہو۔ یہ سُن کر ابراہیم کو تاب نہ رہی اور خیمہ سے نکل کر تلوار سے اُس کا سر اُڑا دیا اور اپنے لشکر کی جانب روانہ ہوئے۔ اپنے لشکر میں پہنچے تو سب اہل فوج بہت خوش ہوئے۔ ابراہیم نے ساری روئیداد سُنائی۔ پھر مصعب بن زبیر کو ایک خط لکھا کہ اے ابن زبیر واضح ہو کہ تُو نے جس شخص کے بازو پر کل رات گھونسا مارا تھا وُہ میں ابراہیم بن مالک اُشتر تھا۔ آج دیکھنا کہ تجھ کو اور تیرے ہمراہیوں کو کس طرح خاک میں ملاتا ہوں۔

پھر اپنے لشکر کو آراستہ کیا۔ طبل جنگ بجا اور دونوں لشکر ایک دُوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے ابراہیم خود میدان میں آئے اور مصعب بن زبیر کی فوج پر حملہ کیا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے اپنے لشکر میں واپس آئے۔ مصعب کو خوف ہُوا کہ اگر اسی طرح ابراہیم نے ایک اور حملہ کیا تو ہماری فوج ضرور پسپا ہو جائے گی لہٰذا اپنی فوج کو حکم دیا کہ سب سوار پیدل ہو جائیں اور یکبارگی حملہ کر دیں۔ ابراہیم نے بھی اپنی فوج کو حملہ کا حکم دیا۔ مصعب کی طرف سے تیروں کی سخت بارش ہونے لگی ابراہیم کی فوج تاب نہ لاسکی اور اُن کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ میدان میں ابراہیم، عبداللہ کامل، احمر بن شمیط، زید بن انس، ورقاء بن غازب اور چند دوسرے سرداروں کے سوا اور کوئی نہ ٹھہرا۔ ابراہیم نے اپنی فوج کو آواز دی کہ یا لثارات الحسین کہاں بھاگتے ہو۔ ہمت نہ ہارو۔ دُشمنوں کو تلواروں کے نیچے رکھ لو۔ فوج نے دیکھا ابراہیم جانفشانی میں مشغول ہیں پلٹ پڑی اور ابراہیم کے گرد سب جمع ہو کر دُشمنوں پر حملہ آور ہوئے مصعب کی فوج کے پیر اُکھڑ گئے مگر مصعب نے روکا اور دوبارہ فوج کی صف آرائی کی۔ ابراہیم شیر غضبناک کی طرح میدان میں جھوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہے کوئی جو میرے مقابلہ پر آئے۔ مصعب نے عبداللہ بن مطیع کو غیرت دلائی کہ ابراہیم کے مقابلہ پر تُو جا کیونکہ اُس کے مقابلہ کا میرے لشکر میں کوئی نہیں اور اب تو وُہ بہت لڑ کر تھک چکا ہے۔ پس مطیع مجبوراً گھوڑے پر سوار ہو کر ابراہیم کے مقابلہ پر آیا اور کہا آج تجھ کو قتل کر دوں گا۔ ابراہیم نے کہا اے ملعون

مختار نے جو تیرے ساتھ نیکی کی تھی اُس کا تُو نے یہ بدلا دیا حالانکہ تُو نے اُن کی مخالفت نہ کرنے کی قسم کھائی تھی۔ لیکن بداصل سے وفا کی توقع نہیں کی جا سکتی میں اگر چاہتا تو کل رات تجھ کو قتل کر دیتا لیکن تُو سو رہا تھا اور میری غیرت نے تقاضا نہ کیا کہ سوتے ہوئے پر ہاتھ اٹھاؤں۔ یہ کوئی مردانگی نہ تھی۔ یہ کہہ کر اُس پر حملہ کیا اور تھوڑی ردّ و بدل کے بعد ابراہیم نے یا محمدؐ اور یا علیؑ کہہ کر تلوار کا وُہ تُلا ہُوا ہاتھ مارا کہ پسر مطیع سر سے ناف تک دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ ابراہیم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ مُصعب کے چہرہ پر مُردنی چھا گئی اور اپنے لشکر کو ہمّت دلائی کہ رات ہونے تک لڑتے رہو ابراہیم کے مقابلہ سے ہرگز مت بھاگنا ورنہ وُہ کسی کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ رات کے اندھیرے میں بصرہ کو نکل چلیں گے۔ ابراہیم بھی سمجھ چکے تھے کہ مصعب عاجز آگیا ہے اپنی فوج کو پکارا کہ بہادرو دُشمن پر اکبارگی ٹُوٹ پڑو میدان تمہارے ہاتھ ہے۔ یہ سُنتے ہی سب نے سخت حملہ کیا اور دُشمنوں کی لاشوں سے میدان پاٹ دیا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ مصعب کا لشکر بھاگ نکلا۔ مصعب بھی جان بچا کر بھاگا۔ ابراہیم نے بصرہ تک اُس کا تعاقب کیا۔ مصعب وہاں سے بھی جنگل کی طرف بھاگا۔ ابراہیم بصرہ سے پلٹے تو مخالف کا باقیماندہ تمام سامان لُوٹ لیا اور مظفر و منصور مُختار کے پاس کوفہ واپس آئے۔ اور تمام مالِ غنیمت مُختار کے سامنے پیش کیا اور ساری روئیداد بیان کی۔ جناب مُختار بہت خوش ہوئے اور مالِ غنیمت میں سے سب سے پہلے جناب امام زین العابدین علیہ السّلام کا حصّہ الگ کیا باقی تمام مجاہدوں پر تقسیم کر دیا۔ پھر تین ہزار تین سو قیدی پیش کئے۔ جناب مُختار نے اُن کے کان چھدوا کر اور اُن کی پیشانیوں پر نشان لگوا کر سب کو رہا کر دیا۔ اور اِس عظیم الشّان فتح کے شکریہ میں ستّر روزے رکھے اور پانچ ہزار درم غُربا و مساکین میں تقسیم کئے۔

(بحوالہ روضۃ المجاہدین)

لشکر شام سے مُختار کی جنگ

مصعب بن زبیر نے بھاگ کر ایک جنگل میں پناہ لی اُس کے لشکر والے جو تھوڑے بہت بچ گئے تھے تلاش کرتے ہوئے اُس کے پاس پہنچے تین دن کے بعد اُس کو خبر ملی کہ ابراہیم بصرہ سے واپس کوفہ چلا گیا تو خود مع اپنے ہمراہیوں کے بصرہ آیا اور وہاں سے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کو مدد کے لئے لکھا مگر اُس نے صاف جواب دیدیا کہ میں خود چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرا ہُوا ہُوں۔ طائف اور یمن کے باشندے مجھ سے برسر پرخاش ہیں اگر ولایت عراق کا طالب ہے تو خود کوشش کر مجھ سے کوئی اُمید نہ رکھ اگر تجھ سے ممکن نہیں مکہ میں آکر قیام کر جب میں اِس کام سے فارغ ہوں گا تو ہم دونوں مل کر عراق حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

مصعب یہ جواب پڑھ کر بہت مایوس ہُوا۔ پھر ایک خط عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ "ایک خارجی مُختار بن عبیدہ ثقفی نے ابوتراب کے شیعوں کو جمع کر کے عراق سے ہم پر خروج کیا ہے اور ہم کو شکست دیدی ہے آپ میری امداد کیجئے اور لشکر بھیجد یجئے تاکہ کوفہ و عراق کو اُس سے واپس لے لوں اور آپ کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کروں۔ مَیں ہمیشہ آپ کا تابعدار رہوں گا۔"

عبدالملک یہ خط پڑھ کر بہت خوش ہُوا کیونکہ سکّہ اور خُطبہ اُس کے نام کا جاری کرنے کا وعدہ تھا اُس نے ستّر ہزار فوج سے مدد کرنے کا وعدہ کیا اور ابن زیاد کے نام خط لکھا کہ "تیرے دوست عبداللہ بن مطیع کو ابراہیم نے قتل کر دیا اور اُس کا سر نیزہ پر چڑھا کر کوفہ میں تشہیر کیا۔ جلد مختار کی طرف متوجہ ہو اور عبداللہ بن مطیع کا اِنتقام لے۔"

یہ خط پڑھ کر ابن زیاد کی آنکھوں میں دُنیا سیاہ ہو گئی۔ اُس نے عبدالملک کو لکھا کہ مَیں لشکر جمع کر کے ابراہیم و مُختار سے جنگ کروں گا اور اُن کے سر کاٹ کر مکّہ کو روانہ کردوں گا

جیساکہ حسینؑ بن علیؑ کا سر یزید کے پاس بھیجا تھا۔ عبدالملک نے لکھا کہ "تو اپنی جگہ ٹھہرا رہ۔ میں فوج روانہ کرتا ہوں۔" پھر جامع مسجد میں لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ :۔

"کوفہ میں مختار بن عبیدہ ثقفی نے خروج کیا ہے۔ اُس کے مددگار شیعیان علیؑ ہو گئے ہیں وہ خونِ حسینؑ کے انتقام میں دُشمنان ابوتراب کو قتل کرتا ہے۔ تم میں ایسا کون ہے جو علیؑ کا کمال دُشمن ہو۔ میں اُسے بیشمار لشکر دے کر کوفہ روانہ کروں گا تاکہ وہ مختار و ابراہیم کا سر میرے پاس لائے اور شیعیان علی کو نیست و نابود کرے۔"

اُس کی یہ تقریر سُن کر اُس کا چچا زاد بھائی عامر بن ربیعہ تیار ہُوا۔ عبدالملک نے ستر ہزار فوج دے کر کوفہ روانہ کیا۔ وُہ نہایت تیزی سے منزلیں طے کرتا ہُوا کوفہ سے دس فرسخ کے فاصلہ پر جا کر ٹھہرا۔ اور ہر طرف کی ناکہ بندی کر دی تاکہ کوئی کوفہ نہ پہنچنے پائے اور ایک جاسوس کوفہ روانہ کیا تاکہ مختار کے حالات سے مکمل طور پر مطلع کرے۔

جناب مختار اُس کے آنے سے بے خبر تھے وُہ اپنے کچھ لوگوں کے ہمراہ کوفہ سے باہر آکر کچھ دیر گشت کیا کرتے تھے حسبِ معمول ایک روز جب کوفہ سے باہر نکلے تو ایک شخص کو اونٹ پر سوار غیر معروف راہ سے کوفہ آتا ہُوا دکھائی دیا۔ مختار نے حکم دیا کہ اُس کو میرے پاس لاؤ۔ وُہ حاضر کیا گیا۔ مختار نے اُس سے پُوچھا تو کِدھر سے آتا ہے تو کون ہے اور کہاں کا ارادہ ہے۔ وُہ خوف سے کانپنے لگا۔ اور ڈرتے ڈرتے بولا اے امیر میں اپنے قبیلے سے آتا ہوں اور کوفہ میں اپنے عزیزوں کے پاس جا رہا ہوں۔ مختار مُسکرائے اور فرمایا مجھ پر تیرا فریب نہیں چل سکتا۔ سچ سچ بیان کر ورنہ تیری گردن اُڑا دی جائے گی۔ یہ سُن کر اُس پر دہشت طاری ہو گئی اور صاف صاف بیان کر دیا کہ میں قبیلہ ازد سے تعلق رکھتا ہوں۔ عبدالملک نے عامر بن ربیعہ کو ستر ہزار سوار دے کر آپ سے جنگ کرنے بھیجا ہے وُہ کوفہ سے دس فرسخ کے فاصلہ پر مقیم ہے اُس کے لشکر میں ایک شخص طلحہ ازدی ہے اُس نے اُن ازدیوں کے پاس مجھ کو بھیجا ہے جو آپ کے لشکر میں مُلازم ہیں۔ مختار نے کہا میرے لشکر میں کوئی ازدی نہیں ہے پھر اپنے لشکر کے

نقیبوں کو بُلا کر پوچھا معلوم ہُوا کہ ایک شخص ازدی میں سے ہے مُختار نے اُسی وقت اِس ازدی کو بُلا کر پُوچھا کہ تیرا نام میرے دفتر میں لکھا ہُوا ہے اُس نے کہا نہیں۔ پُوچھا کیا مَیں نے کبھی معرکہ میں تجھُ کو بھیجا ہے؟ کہا نہیں۔ تب مُختار نے کہا تو جہاں چاہے چلا جا مجھ سے تیرا کوئی واسطہ نہیں پھر اُس ازدی شُتر سوار کو خلعت فاخرہ دے کر پوچھا اب تیرا کیا ارادہ ہے اُس نے کہا مَیں اپنے لشکر میں جا کر طلحہ کو بتاؤں گا کہ وہاں کوئی ازدی نہیں ہے۔ ایک شخص تھا بھی تو اُس کو مُختار نے میرے سامنے علیحدہ کر دیا۔ مُختار نے پوچھا کہ اگر وُہ میرے لشکر کی تعداد پُوچھے تو؟ اُس نے کہا مَیں ایک لاکھ بتاؤں گا مُختار نے کہا نہیں۔ ہرگز جھُوٹ نہ بولنا بلکہ صرف تیس ہزار بیان کرنا اُس نے کہا بہت اچھا ایسا ہی کہوں گا اِس کے بعد وُہ عامر کے لشکر میں واپس گیا۔ عامر نے پُوچھا کیا خبر لایا ہے اُس نے کہا لوگ گرفتار کر کے مجھ کو مُختار کے پاس لے گئے پھر جو کچھ گذرا تھا بیان کیا۔ اور کہا مُختار کے پاس صرف تیس ہزار کا لشکر ہے۔ عامر نے کہا مُختار کے ہمنشین چودہ ازدی ہیں جنہوں نے میرے پاس خُفیہ طور پر خط بھیجے ہیں اور وعدہ کیا ہے کہ لڑائی کے وقت ہم مُختار کو گرفتار کر کے تمہارے حوالے کر دیں گے۔ کیونکہ اُس نے ہمارے چچا زاد بھائی کو قتل کر دیا ہے اگرچہ ہم مُختار کے ساتھ ہیں لیکن دِل سے تمہارے طرفدار ہیں۔ پھر نام بنام ہر ایک کا ذکر کیا۔ اور پُوچھا کہ کیا تجھ سے ممکن ہے کہ میرا خط اُن ازدیوں کو پہنچا دے اُس اعرابی نے کہا کیوں نہیں؟ تمہارا کام اگر پُورا ہو جائے تو مَیں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔ مگر مُختار کو تمہارے آنے کی اطلاع ہو گئی ہے۔ وُہ روزانہ کوفہ سے نکل کر گشت کرتا ہے اور جا بجا پہرے لگا دیئے ہیں مجھ کو لوگ پکڑ کر اُس کے پاس لے گئے اور اُس نے پُوچھا کہ اب کیوں آیا تو کوئی حیلہ بہانا کر دوں گا لیکن اگر تلاشی میں میرے پاس سے تیرا خط نکل آیا تو مُختار مجھ کو اور میری قوم کو فنا کر دے گا۔ عامر نے کہا ایک ترکیب بتاتا ہوں اور وُہ یہ کہ جب کوفہ پہنچنا اپنے اُونٹ سے اُتر کر اُونٹ کو کسی کے سپُرد کر دینا اور پیدل کوفہ کو روانہ ہو جانا جب کوئی پکڑ کر تجھے مُختار کے پاس لے جائے تو وُہ تجھ سے ضرور پُوچھے گا کہ تیرے اِس قدر جلد

واپس آنے کا کیا سبب ہے تو کہا کہ عامر نے وُہ خلعت مجھے پہنے ہوئے دیکھا جو آپ نے عطا کیا تھا تو بہت غضبناک ہُوا اور کہا تو رافضی ہوگیا ہے ورنہ مُختار تجھ کو ہرگز خلعت نہ دیتا۔ پھر اُس نے میرے قتل کا حکم دے دیا مگر بنی انباز نے میری سفارش کی تو جان بچی وہاں سے بھاگ کر آیا ہوں تاکہ ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہوں۔ پھر موقع پاکر یہ خط اُن چودہ[14] ازدیوں کو پہنچا دینا پھر دُوسرے ہی روز وُہ مُختار کا کام تمام کر دیں گے۔ یہ کہہ کر ہزار درم دیئے اور وعدہ کیا کہ اِس کام کو انجام دیگا تو انعام واکرام سے مالا مال کر دوں گا۔

پھر عامر نے اُن ازدیوں کے نام اِس مضمون کا خط لکھا:-

"امابعد۔ واضح ہو کہ تمہاری اولاد اور عورتیں میری حفاظت میں ہیں۔ تم کو لازم ہے کہ جب دونوں لشکر باہم صف آراء ہوں تو مُختار کو قتل کرکے میرے پاس چلے آنا ئیں تم کو مروان سے کسی مقام کی حکومت اور خلعت اور نقد انعام دلواؤں گا۔ اور مُختار کا تمام خزانہ بھی تم کو دیدیا جائے گا۔"

خط تمام کر کے اُس اعرابی کو دیا اُس نے پُرانے کپڑے پہن کر کُوفہ کی راہ لی۔ اور عامر کی ہدایت کے بموجب اُونٹ سے اُتر کر پیادہ روانہ ہُوا۔ مُختار حسبِ معمول کُوفہ سے باہر گشت کر رہے تھے اعرابی کو آتا ہُوا دیکھ کر سپاہیوں کو حُکم دیا کہ اُس کو میرے پاس لاؤ وُہ قریب آیا تو مُختار نے پُوچھا تجھ پر کیا آفت آئی جو اِس حالِ خراب سے واپس آیا۔ اعرابی نے وُہ تمام فریب کی باتیں بیان کیں جو عامر نے سکھائی تھیں۔ مُختار نے کہا تو مطمئن رہ مَیں اُمید واروں کو نا اُمید نہیں کیا کرتا۔ پھر پانچ ہزار درم اور بیس[20] جوڑے عطا کیئے اور کہا تیرا دل چاہے میرے پاس رہ یا جہاں چاہے چلا جا۔ اُس اعرابی نے جب یہ عنایت مُختار کی دیکھی دل میں کہا کہ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ یہ مومنین کا لشکر ہے اور وُہ منافقوں کی فوج ہے۔ اِس لشکر کے لوگ نماز روزہ اور اچھی باتوں میں مشغول رہتے ہیں اور شامیوں کو سوائے شراب خوری اور بدکاری کے نماز و روزہ اور کسی نیک عمل سے واسطہ نہیں۔ اب مُختار سے مکر و فریب کرنا

رذالت ہے۔ یہ سوچ کر آگے بڑھا اور کہا اے امیر میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ مختار نے کہا نہایت آزادی سے کہو۔ اعرابی نے عامر کا تمام راز اور سازشوں کا حال مفصل کہہ سنایا اور اُس کا خط نکال کر مختار کے سامنے رکھ دیا اور کہا یہ سب میں نے ثوابِ آخرت حاصل کرنے کے لئے کیا ہے۔ مختار نے اعرابی کو دعائیں دیں اور وہیں خاک پر سجدۂ شکر ادا کیا پھر ابراہیم کو عامر کے فریب سے آگاہ کیا۔ اور وہاں سے اپنی قیام گاہ پر واپس آئے۔

وہ چودہ[۱۴] منافقین مختار کے ساتھ ہر وقت سایہ کی طرح رہا کرتے تھے۔ مختار نے سوچا کہ ان کو آزمانا چاہیئے مختار نے اپنے ہتھیار اُتار دیئے اور صرف کپڑے پہنے کھڑے ہو گئے اور ابراہیم سے بھی کہا کہ تم بھی اپنے ہتھیار اُتار دو ابراہیم نے اپنے جسم سے ہتھیار الگ کر دیئے۔ یہ دیکھ کر وہ چودہ[۱۴] غدار سمجھ گئے کہ مختار کا کیا مطلب ہے۔ پھر مختار نے اپنے تمام لشکر کو حکم دیا کہ سب اپنے ہتھیار اُتار دیں۔ سب نے حکم کی تعمیل کی مگر اُن چودہ ازدلوں نے اپنے ہتھیار نہیں اُتارے۔ مختار نے یہ ترکیب اس لئے کی تاکہ وہ غدار نمایاں ہو جائیں۔ اور ان کا خون بغیر سمجھے ہوئے نہ کیا جائے۔ اب مختار کو معلوم ہو گیا کہ وہ فرمانبردار نہیں ہیں لہٰذا اُن سب کو قتل کرا دیا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر اُس اعرابی کو اور انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔

اس کے بعد اُس اعرابی نے کہا اے امیر اگر آپ چاہیں تو عامر کو گرفتار کر کے آپ کے سپرد کر سکتا ہوں۔ پوچھا کیونکر؟ کہا آپ میرے ساتھ چلیں اُس کے لشکر سے کچھ فاصلہ پر ٹھہر جائیں۔ میں تنہا جا کر عامر سے کہوں گا کہ اُن چودہ[۱۴] آدمیوں کو تمہارا خط پہنچا دیا انہوں نے اپنے ایک آدمی کو میرے ساتھ بھیجا ہے کہ تم اُس کے سامنے عہد شکنی نہ کرنے کا عہد و پیمان کر کے حلف اُٹھاؤ اور جب وہ مختار کو قتل کر دیں گے تو جو وعدہ تم نے اُن سے کیا ہے ضرور پورا کرو گے۔ وہ آدمی تھوڑے فاصلہ پر کھڑا ہے اور تمہارا منتظر ہے۔ اس طرح اُس کو آپ کے پاس لے آؤں گا۔ مختار نے کہا بات تو ٹھیک ہے لیکن سب مجھ کو پہچانتے ہیں۔ میرا جانا قرینِ مصلحت نہیں اور کوفہ واپس آ گئے۔ یہاں پہنچ کر ابراہیم اُس کو اپنے گھر

لے گئے اور کھانے سے فارغ ہوکر اُس مرد ازدی سے کہا اے بھائی تُو نے مُختار سے جو بات کہی تھی اُس کا امکان نہیں وُہ لشکر میں نہیں جا سکتے مَیں تیرے ساتھ چلتا ہوں۔ مرد ازدی نے کہا بہتر ہے آپ ہی چلئے۔ ابراہیم نے ازدیوں کا سا لباس پہنا اور اُس کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ عامر کے لشکر کے قریب پہنچ کر اعرابی نے اُن سے کہا آپ یہیں ٹھہریں میں عامر کو آپ کے پاس بُلا لاتا ہوں۔ اِسی اثناء میں عامر کے لشکر کے طلایہ کی ایک جماعت اُن کے پاس آگئی اور پُوچھا تُم کون لوگ ہو۔ ازدی اُن کے پاس گیا اور کہا مَیں تمہارے رفیقوں میں سے ہوں مجھ کو عامر نے قاصد بنا کر بھیجا تھا۔ اُن لوگوں نے اس کو پہچان لیا اور پُوچھا کہ یہ دُوسرا شخص کون ہے۔ اُس نے کہا میرا چچا زاد بھائی ہے۔ طلایہ کے لوگوں نے کہا ہم کو امیر کا حکم ہے کہ کسی اجنبی کو دیکھو تو میرے پاس لاؤ۔ لہٰذا ہم اس کو ضرور عامر کے پاس لے جائیں گے۔ الغرض دونوں کو عامر کے سامنے پیش کیا۔ عامر نے ابراہیم کو پہچان لیا اور کہا اے پسر مالک اب تو میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکتا یہ مرد ازدی تجھ کو میرے پاس قتل کرانے لایا ہے۔ ابراہیم نے کہا مَیں تجھے قتل کرنے آیا ہوں اور خُدا نے چاہا تو مَیں ہی تجھے قتل کروں گا۔ عامر نے کہا کہ قبل اس کے کہ تیری یہ آرزو پُوری ہو مَیں تجھ کو ہی ختم کئے دیتا ہوں یہ کہہ کر جلاد کو حکم دیا کہ ان دونوں کے سر اُڑا دے۔ اُسی وقت عامر کا ایک ہم نشین آگیا اور اُس نے جلاد سے چلّا کر کہا ٹھہر جا۔ مَیں عامر سے اُس کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ عامر نے بھی جلاد کو روک دیا۔ اُس شخص نے کہا اے سردار ابراہیم ایک شجاع و بہادر شخص ہے اور عراق و شام میں مشہور ہے، اگر اس وقت شب میں آپ اس کو قتل کر دیں گے تو کسی کو یقین نہ آئے گا کہ آپ نے ابراہیم کو قتل کیا ہے۔ لہٰذا آج اِس کو حراست میں رکھئے اور کل صُبح کو تمام لشکر کے سامنے قتل کیجئے گا۔ مُختار کو معلوم ہوگا تو اُس کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ پھر اُس پر آسانی سے فتح حاصل ہو جائے گی۔ عامر نے اُس کی رائے پسند کی پھر ایک شخص کو جس کے ماتحت ہزار سوار تھے، طلب کر کے ابراہیم اور مرد ازدی کو سُپرد کیا۔ اور تاکید کی کہ بہت نگرانی کے ساتھ حراست

میں رکھنا۔

وُہ شخص دونوں کو اپنے خیمہ میں لایا اور زنجیروں میں جکڑ دیا اور ہزار جوانوں کو پہرے پر لگا دیا جب نصف شب گذری تو بقدرت خدا سب پر نیند غالب آگئی اور سب سو گئے صرف ایک شخص جاگ رہا تھا اُس نے ابراہیم کو قرآن پڑھتے ہوئے سُنا اُس کے دِل میں ابراہیم کی محبت پیدا ہوگئی اور اُس نے آکر کہا اے بھائی آج سے پہلے میں تم کو بہت دُشمن رکھتا تھا لیکن اس وقت تمہاری طرف سے دِل میں ایک لگاؤ پیدا ہوگیا ہے اور تمہارے ایسے خُدا پرست کی مدد کرنا سعادت سمجھتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ تمہیں رہا کر دوں لیکن دُوسرے پاسبانوں سے اندیشہ ہے ابراہیم نے کہا تم میری زنجیروں کو کھول دو۔ یقین ہے کہ تمہارا یہ فعل تمہارے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ کیونکہ خدا وندعالم غفور رحیم ہے۔ اُس محافظ نے زمین سے میخیں نکال دیں اور اُن کے بدن سے زنجیریں علیحدہ کر دیں اور اُن کو ہتھیار دے کر کہا جلد یہاں سے نکل جاؤ تاکہ میں نے اپنے بچاؤ کی جو تدبیر سوچی ہے عمل میں لاؤں۔ ابراہیم نے اپنے ساتھی ازدی کا ہاتھ پکڑا اور اُس محافظ کو دُعا دیتے ہوئے دُشمن کے لشکر سے نکل گئے۔

اُدھر اُس محافظ نے جب سمجھ لیا کہ وُہ دُور نکل گئے ہوں گے تو شور وغُل مچانے لگا کہ قیدی خُدا جانے کیسے بھاگ گئے یہ شور سُن کر دُوسرے محافظ گھبرا کر اُٹھ بیٹھے اور اِدھر اُدھر اُن کی تلاش میں دوڑنے لگے۔ عامر کو جب معلوم ہُوا تو خود سوار ہو کر حاجب کے پاس آیا اور پُوچھا کہ وُہ لوگ کس طرح فرار ہوگئے۔ اُس نے کہا اُن کو نہایت سختی کے ساتھ زنجیروں میں کس دیا گیا تھا رات بھر وُہ دونوں روتے رہے۔ میں اُن کی آوازیں برابر سُنتا رہا ہوں۔ دفعتہً رونے اور کراہنے کی آوازیں بند ہوگئیں تو میں اپنے مقام سے اُٹھ کر ان کو دیکھنے کے لئے آیا کہ یہ دونوں کیوں خاموش ہو گئے۔ جب میں اُس مقام پر پہنچا تو اُن کو نہ پایا اُسی وقت میں نے شور مچا دیا۔ اے امیر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیرا وُہ دوست جس نے تجھے رائے دی تھی کہ شب میں ابراہیم کو نہ قتل کرو۔ اُسی نے کسی ترکیب سے اُن کو رہا کرا دیا۔ عامر کو یقین آگیا

اور اُس نے اپنے اُس دوست کو بُلا بھیجا۔ اور کہا تُو نے دوستی کے پردے میں دُشمنی کی یہ لائے دی کہ ابراہیم کو شب کے وقت مت قتل کرو اور سازش کر کے اُس کو رہا کرا دیا۔ اُس شخص نے قسم کھائی اور ہر چند اپنی صفائی پیش کی مگر عامر نے ایک نہ سُنی اور جلاد کو حکم دیا کہ اس کی گردن اُڑا دے۔ اس کے بعد وُہ خود سوار ہو کر ابراہیم کی تلاش میں چل کھڑا ہُوا۔ اِس کے ساتھ ہی لشکر کے لوگ بھی اِدھر اُدھر دوڑنے لگے۔

حضرت ابراہیم اور ازدی کُوفہ کی طرف چلے جا رہے تھے کہ ناگاہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ اُنھوں نے سمجھا کہ عامر کا لشکر ہماری گرفتاری کے لئے آ رہا ہے۔ ازدی نے کہا سامنے کے اِس جنگل میں چھُپ جانا چاہیئے۔ ابراہیم نے فرمایا سیدھے راستہ پر چلو۔ تاکہ صاف راستہ ہونے کی وجہ سے بھاگنا بھی ممکن ہو لیکن ازدی نے جنگل ہی میں پناہ لینا مناسب سمجھا اور کہا مَیں تو جنگل ہی میں جاتا ہوں اور وُہ چلا گیا۔ جناب ابراہیم راہ راست پر روانہ ہو گئے اب گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں قریب معلوم ہونے لگیں تو جناب ابراہیم نے بھاگنا شروع کیا۔ اور صبح ہونے تک بھاگتے رہے۔ صبح ہو گئی تو آپ ایک گھنے درخت پر چڑھ گئے اور اُس کے پتوں میں چھُپ کر عامر کے لشکر کو دیکھنے لگے۔ وُہ سب اُس درخت کے نیچے سے بار بار گذر کر اِدھر اُدھر بھاگتے رہے یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی اور گرمی کی شدّت سے عامر کے لشکر والے بھُوک اور پیاس سے نڈھال ہو کر ایک طرف چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد اُسی درخت کے سایہ میں ایک سوار پناہ کے لئے آ کر کھڑا ہو گیا۔ وُہ شدّتِ عطش سے بدحواس تھا۔

حضرت ابراہیم نے درخت ہی پر سے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی کوئی اور دُشمن دُور تک نظر نہ آیا اُنھوں نے عامر کو پہچان لیا اور آہستہ آہستہ درخت سے اُترے اور جست کر کے عامر کی گردن پکڑ لی اور اُسے زمین پر پٹک دیا۔ اُس نے پُوچھا "تُو کون ہے"؟ ابراہیم نے فرمایا او ملعون تُو مجھے اب نہیں پہچانتا مَیں ابراہیم بن مالک اُشتر ہوں تجھے یاد نہیں کہ کل شب جب مَیں نے تجھ سے کہا تھا کہ مَیں تجھے قتل کرنے آیا ہوں تو تُو ہنس رہا تھا۔ پھر اُس کو ذبح کر ڈالا۔ اُس کا سر لے کر

اُس کے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوئے اور کوفہ روانہ ہو گئے۔

مرد ازدی کے ہمراہ جناب ابراہیم کی روانگی کے بعد کسی مقصد کے لئے جناب مختار تیس ہزار سوار لے کر جیرہ کو جا رہے تھے کہ دیکھا ایک شخص نہایت تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہُوا آ رہا ہے سارے لشکر کی نگاہیں اُس کی طرف مڑ گئیں دیکھا کہ جناب ابراہیم چلے آ رہے ہیں اور اُن کے ہاتھ میں ایک سر ہے۔ جناب ابراہیم نے یالثارات الحسین کا نعرہ لگایا اور عامر بن ربیعہ کا سر مختار کے سامنے ڈال دیا۔ جناب مختار گھوڑے سے اُتر پڑے اور حضرت ابراہیم کو گلے لگایا شیعیان علی اُن کی آمد سے بہت خوش ہوئے۔

پھر حضرت مختار نے اُن سے پوری سرگذشت دریافت کی جناب ابراہیم نے بالتفصیل تمام حالات بیان کئے۔ مختار نے اُس ازدی کا حال دریافت کیا۔ جناب ابراہیم نے کہا وُہ رہائی کے بعد تھوڑی دُور تک ساتھ رہا پھر ایک جنگل میں پناہ لینے کے لئے چلا گیا۔ اب معلوم نہیں کہ اُس پر کیا گذری۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک سوار آتا ہُوا نظر آیا جب غور سے دیکھا تو وہی مرد ازدی تھا وُہ تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہُوا آیا اُس کے ہاتھ میں اُس جلّاد کا سر تھا جس کو عامر نے ابراہیم کے قتل کا حکم دیا تھا اور جس نے بیشمار دوستانِ علیؑ کو قتل کیا تھا۔ اُس کا نام "سیاف" تھا۔ ازدی نے وُہ سر جناب مختار کے قدموں میں ڈال دیا۔ مختار نے ازدی سے پُوچھا کہ تم نے اُس کو کس طرح قتل کیا۔ ازدی نے کہا۔ اے امیر جب مَیں ابراہیم سے علیحدہ ہو کر جنگل میں روانہ ہُوا تو تھوڑی دُور دوڑ کر اور تھوڑی دُور آہستہ چل کر راستہ طے کر رہا تھا کہ زوال کا وقت آ گیا اور گرمی کی شدّت سے ایک سایہ دار درخت کے نیچے ٹھہر گیا تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ یہ شخص گھوڑے پر سوار آیا پیاس سے نڈھال تھا اشارہ سے مجھ سے پانی مانگا مَیں نے پہچان لیا کہ یہ جلّاد سیاف ہے مَیں نے دوڑ کر اُس کو گھوڑے سے نیچے گرا دیا اور اُس کا سر کاٹ کر اُسی کے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ پھر جناب ابراہیم اور ازدی نے جناب مختار سے کہا کہ اب

ہم کو اُس دربان کی رہائی کی کوشش کرنی چاہیئے جس نے ہم دونوں کی جان بچائی ہے اور ہماری زنجیریں کھول کر ہم کو رہا کر دیا تھا۔

دربان کی آمد

ابھی یہ ذکر ہو رہا تھا کہ ایک سوار اور آتا ہُوا دکھائی دیا اُس کے ہاتھ میں بھی دشمن کا ایک سر تھا۔ اُس نے بھی آکر وُہ سر جناب مُختار کے قدموں میں ڈال دیا۔ جناب ابراہیم نے اُس کو پہچانا اور اُس سے بغلگیر ہوئے۔ پھر جناب مُختار کو بتایا کہ یہ وہی دربان ہے جس نے ہم لوگوں کو رہا کیا تھا جس کے لئے ہم کہہ رہے تھے کہ اُس کی رہائی کے لئے عامر کے لشکر پر حملہ کرنا چاہیئے۔ جناب مُختار نے اُس کا بڑا احترام کیا اور عطا و بخشش سے اُس کو سرفراز فرمایا۔ اور پُوچھا کہ تُم نے اِس ملعون کو کس طرح قتل کیا۔ اُس نے بیان کرنا شروع کیا کہ اے امیر کل رات جب میں نے ابراہیم اور ازدی کو رہا کر دیا تو عامر نے کسی قدر تلاش و جُستجو کے بعد مجھے ازدیوں کے سردار کے سُپرد کیا کہ اگر ابراہیم کا پتہ چل گیا اور وُہ گرفتار ہو گیا تب تو اس کو چھوڑ دوں گا ورنہ ضرور قتل کر دوں گا تاکہ دُوسروں کے لئے عبرت ہو اور پھر کوئی ایسی نمک حرامی نہ کرے یہ کہہ کر عامر سوار ہو کر چلا گیا۔ صُبح ہوئی تو وہاں میں نے لشکر کے ایک متنفس کو نہ پایا فقط میں اور یہ ازدیوں کا سردار تھے جس کی سپردگی میں عامر مجھے دے گیا تھا۔ میں نے موقع پا کر ایک تلوار اُٹھائی اور ایک ہی وار میں اُس کا سر قلم کر دیا اور اُسی کے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

مقتول عامر بن ربیعہ کے لشکر پر مختار کا حملہ

جب جناب ابراہیم، ازدی اور دربان سب جمع ہو گئے تو سب نے مُختار سے کہا کہ اے امیر اب عامر کے لشکر پر حملہ کر دینا چاہیئے۔ اور یہ کوشش کرنا چاہیئے کہ اُس کے لشکر کا ایک متنفس بھی زندہ نہ بچنے پائے۔ جناب مُختار نے فرمایا انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

اِس کے بعد جناب مُختار نے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ اور خود بھی سلاح جنگ سے آراستہ ہوئے اور تیس ہزار کا لشکر لئے ہوئے عامر کے لشکر گاہ کی طرف چل پڑے۔ اور

اُس مقام پر پہنچ گئے جہاں عامر کا لشکر ٹھہرا ہوا تھا۔ وہ لوگ بھی تیار ہو کر مقابلہ پر آ گئے۔ جناب مختار کے لشکر نے یالثارات الحسینؑ کا نعرہ لگایا اور عامر کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ دونوں لشکر باہم گتھ گئے اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ خون کے دریا بہہ گئے۔ جناب مختار خود اور جناب ابراہیم۔ عبداللہ کامل۔ احمر بن شمیط اور یزید بن انس سب اپنی تلواروں کے جوہر دکھا رہے تھے۔ عامر کا ستر ہزار کا لشکر ان بہادروں کے حملہ کی تاب نہ لایا اور چھبیس ہزار دشمنانِ اسلام قتل ہو گئے باقی بھاگ کر جنگلوں میں جا چھپے اور زخموں سے چور ہونے کے سبب وہیں موت کے گھاٹ اُتر گئے۔ صرف چار ہزار اشخاص زخمی دمشق واپس پہنچے۔ جناب مختار بے شمار سر اور بے حساب مالِ غنیمت لئے ہوئے کوفہ واپس گئے۔ کوفہ پہنچ کر مالِ غنیمت اپنے لشکر والوں پر تقسیم کر دیا اور خصوصیت سے اُس مرد ازدی کو مالا مال کر دیا۔ (بحوالہ روضۃ المجاہدین و نور الابصار وغیرہ)

مختار اور ابراہیم کی سیاست

عامر بن ربیعہ کی مہم سے فرصت پاکر مختار نے ارادہ کیا کہ کوفہ میں مقیم قاتلانِ حسینؑ کو قتل و برباد کریں۔ اِسی عرصہ میں خبر ملی کہ عبدالملک بن مروان نے ایک بہت بڑی فوج عبیداللہ بن زیاد کی سرکردگی میں موصل کی طرف اِس غرض سے بھیجی ہے کہ مختار پر حملہ کرے، مگر مختار چاہتے تھے کہ قاتلانِ امام سے انتقام لیں جو کوفہ میں مقیم ہیں اور اُن کی قوت روز بروز بڑھتی جاتی ہے ابراہیم کو جب مختار کے اِس ارادہ اور نیت سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے اتفاق نہ کیا اور کہا اے امیر آپ اُن لوگوں پر ہرگز ہاتھ نہ ڈالئے کیونکہ جن لوگوں سے ہم سید الشہدا کا انتقام لینا چاہتے ہیں وہ سب کوفہ کے سر برآوردہ اور ذی اثر لوگ ہیں اگر ابھی اُن پر کچھ بھی دباؤ ڈالا گیا تو یہ اندیشہ ہے کہ ایکبارگی وہ لوگ آپ سے بگڑ کر لڑنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور ہماری تمام محنت ضائع ہو جائے گی۔ تب مختار نے پوچھا پھر کیا کرنا چاہیئے۔ ابراہیم نے کہا کہ سردست میری یہ رائے ہے کہ قاتلانِ حسینؑ کو علیحدہ علیحدہ بُلا کر بظاہر اُن کی خاطر داری کیجئے اور اُن کے حسب مراتب

خلعت وانعام عطا کر کے اُن کو یقین دلایئے کہ جو کچھ اب تک ہم نے کیا ہے اور اہل شام سے جو جنگ و پیکار کی ہے اُس سے میری غرض صرف حصول اقتدار و سلطنت تھی۔ طلب خونِ حسینؑ کا تو ایک بہانا تھا۔ آپ لوگ خوب یہ اطمینان کر لیں کہ اگر مجھے ایک روٹی بھی میسر آئے گی تو بغیر آپ لوگوں کو کھلائے ہوئے نہیں کھاؤں گا۔ اِس طرح وُہ لوگ آپ کی طرف سے مطمئن ہو جائیں گے اور آپ کے خلاف کوشش کرنے سے باز رہیں گے۔ پھر جب ہم کو پُورے طور سے قوت حاصل ہو جائے گی تو ایک ایک کر کے ہم اُن کا صفایا کر دیں گے۔

مُختار کو ابراہیم کی یہ رائے پسند آئی اور اُسی وقت محمد بن اشعث کے بیٹے عبدالرحمٰن کو جو کُوفہ میں موجود تھا بُلا بھیجا۔ وُہ آیا تو اُس کی بڑی خاطر و مدارات کی اور نہایت بیش قیمت خلعت عطا کیا۔ پھر ابراہیم نے کہا کہ محمد بن اشعث سے زیادہ اِس وقت کوئی صاحب اثر نہیں جو نہایت چالاک اور مدبّر اور بنی فاطمہ کا حد درجہ دشمن ہے اِس وقت وُہ موصل وغیرہ پر حکمران ہے۔ اور چار ہزار مردانِ جنگ آزمودہ اُس کے ماتحت ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو اپنی طرف سے نامہ لکھئے جس میں اُس کی قابلیت و لیاقت کی تعریف تحریر ہو اور یہ لکھئے کہ مَیں مُلک مدائن وغیرہ تم کو سپرد کر دوں گا لہٰذا تم یہاں چلے آؤ۔

مُختار نے محمد بن اشعث کے بیٹے عبدالرحمٰن کو اُسی وقت بُلایا اور اُس سے بہت مہربانی سے پیش آئے اور کہا میرا یہ خط اپنے باپ کے پاس لے جاؤ اور اُس کو مفصّل طور پر آگاہ کرو کہ مَیں نے فوج شام پر فتح پائی اور تمام ولایت عراق پر میرا قبضہ ہو گیا ہے۔ تمہارے حصّہ کا ایک لاکھ دینار امانتاً رکھا ہُوا ہے۔ جب تم یہاں آؤ گے تو یہ رقم تم کو دیدی جائے گی اور مدائن کی حکمرانی بھی سپرد کی جائے گی۔ الغرض عبدالرحمٰن مُختار کا یہ خط لے کر موصل روانہ ہو گیا۔ موصل پہنچ کر عبدالرحمٰن باپ کی خدمت میں پہنچا وُہ اُس وقت ایک طلائی کرسی پر تکیہ لگائے بیٹھا تھا۔ عبدالرحمٰن نے دستور کے مطابق فرش بساط کو بوسہ دیا۔ محمد بن اشعث نے قریب بُلا کر پُوچھا کہ تُو میری بغیر اجازت کے کُوفہ سے کس لئے آیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا مَیں اِس وقت مُختار کا ایلچی بن کر آیا ہوں۔ محمد بن

اشعث یہ سُن کر بہت غضبناک ہُوا اور بولا کہ مُختار کی بھی یہ ہستی ہے کہ تجھ جیسے شخص کو قاصد بنائے۔ عبدالرحمٰن نے کہا مُختار اب وُہ مختار نہیں رہا بلکہ اب وُہ تمام صوبۂ عراق کا مالک ہے بصرہ میں مصعب بن زبیر کی حکومت برائے نام رہ گئی ہے۔ مُختار نے مصر و شام کی فوجوں کو ایسی شکست دی ہے کہ اب وُہ فنا کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ اِس جوار میں اب کوئی مُختار کا مدِ مقابل اور ہمسر نہیں محمد بن اشعث نے کہا ہاں میں یہ تو جانتا ہوں کہ مُختار ایک عالی حوصلہ اور مدبر آدمی ہے۔ پھر عبدالرحمٰن نے مُختار کا خط اُس کو دیا۔ محمد اشعث نے خط پڑھ کر عبدالرحمٰن سے کہا تُو ابھی ناتجربہ کار ہے یاد رکھ دُشمن جانی کسی حال میں اپنا دوست اور بہی خواہ نہیں ہوسکتا۔ اگر مُختار مشرق میں اور میں مغرب میں ہوں تب بھی محمد بن اشعث کے دِل میں بنی فاطمہ کی عداوت و دُشمنی کے سبب مُختار سے اتحاد و اتفاق نہیں ہوسکتا کیونکہ وُہ بنی فاطمہ کا جان و دل سے بہی خواہ اور دوست ہے۔ درحقیقت وُہ اِس حیلہ سے مجھ پر قابُو حاصل کرنا چاہتا ہے عبدالرحمٰن نے اپنے باپ کی یہ تقریر سُن کر کہا۔ اے پدر شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ مُختار نے امام حسینؑ کے قاتلوں پر بڑی مہربانی اور توجہ کی ہے اور اُن کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا ہے درحقیقت مُختار نے خُونِ حسینؑ کا بہانا کرکے حکومت حاصل کرنا چاہا تھا اُس میں وُہ کامیاب ہوگئے۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر آپ اُن کے پاس نہ جائیں گے تو وُہ مجھے قتل کر دیں گے۔ محمد بن اشعث نے بیٹے کا یہ کلام سُن کر اپنے مشیر عبداللہ ازدی کو بُلایا اور مشورہ کیا اُس نے کہا عبداللہ بن زیاد کو تجھ سے سخت عداوت ہے اس لئے تُو اُس کے پاس جا نہیں سکتا اور خراسان کے لوگ بھی تیرے دشمن ہیں لہٰذا مجھے یہی مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ تُو کوفہ میں مُختار کے پاس چلا جا اور اُس سے سخت عہد و پیمان کرا اور صوبۂ مدائن اور اُس کے مضافات کی حکومت اُس سے لے کر مطمئن ہوجا محمد اشعث نے کہا اگرچہ میں مُختار اور ابراہیم سے مطمئن نہیں ہوں مگر خیر مُختار کے پاس جاتا ہوں۔

محمد اشعث نے کوفہ کے ارادہ سے سامانِ سفر درست کیا اور اپنے چار ہزار سپاہیوں کو لے کر کوفہ روانہ ہونے لگا تو موصل کے تیس ہزار لوگ متحد ہوکر اُس کے پاس آئے اور کہا تُو نے

ہم سے جو خراج وصول کیا ہے ہم کو واپس دے کیونکہ جو شخص تیری جگہ پر آئے گا اور ہم سے خراج طلب کرے گا تو ہم کو دوبارہ دینا پڑے گا محمد بن اشعث نے کہا کہ میں ابھی تم سے ایک سال کا خراج اور وصول کروں گا۔ جب اہلِ موصل نے یہ سُنا تو وُہ خزانہ جو اُس نے بیت المال سے نکال نکال کر اُونٹوں پر بار کیا تھا لُوٹنے کی کوشش کی اور اُس پر لعنت کرنے لگے۔ اُس نے اپنے چار ہزار سپاہیوں کو اُن پر حملہ کا حکم دے دیا۔ آخر کار سخت لڑائی ہوئی اور محمد اشعث کے چار سَو آدمی مارے گئے اہلِ موصل نے اُس کا تمام خزانہ مال واسباب لُوٹ لیا محمد اشعث بھاگ کر مختار کے پاس پہنچا مختار نے اُس کا بظاہر بہت احترام کیا اور اپنے پاس کرسی پر بٹھایا۔ محمد اشعث نے کہا اے امیر خدا کا شکر ہے کہ اُس نے تجھے اِس ملک پر حکمراں کیا اور مسلمانوں کی عزّت و وقعت تیری نگاہ میں جاگزیں کی۔ مختار نے کہا جو کچھ میرے دل میں ہے اُس سے خدائے عزّوجل بخوبی آگاہ ہے۔ اتنی گفتگو کے بعد محمد بن اشعث اپنے مکان میں واپس گیا۔

اُس کے جانے کے بعد ابراہیم نے مختار سے کہا کہ میری رائے میں اب زید بن انس[له] کو موصل کی حکمرانی کے لئے بھیجدینا چاہیئے۔ کیونکہ وُہ نہایت زاہد اور دلیر آدمی ہیں۔ مختار نے کہا میں زید سے ایک ضروری اور اہم کام لینے والا ہوں اِس لئے اُن کو نہیں بھیجنا چاہتا بلکہ کسی دشمن کو بھیجنا چاہتا ہوں اگر اُس نے صُوبۂ موصل پر قبضہ کر لیا تو میرا دلی مقصد حاصل ہو گیا اور اگر مارا گیا تو میں سمجھوں گا کہ میرا ایک دُشمن کم ہُوا۔ ابراہیم نے بھی مختار کی اِس رائے کو پسند کیا۔

امیر مختار کے لشکر کی حصین بن نمیر اور ربیعہ بن مخارق سے جنگ

مختار نے عبدالرحمٰن بن اسعد الہمدانی کو بُلا کر اس کو خلعت دیا اور کہا میں نے تم کو موصل کا حکمراں مقرر کیا پھر ہزار جوان اُس کے ساتھ کئے اور موصل کی روانگی کا حکم دیا کہ وہاں جا کر اپنا قبضہ اور تسلط کرے۔ جب عبدالرحمٰن موصل پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے بخلوصِ دل اُس کی

له صاحب مختار آلِ محمد نے یزید ابن انس لکھا ہے۔ مولف

اطاعت قبول کی۔ ابھی سترہ روز اس کو وہاں قیام میں گذرے تھے کہ اُس کی خبر عبید اللہ بن زیاد کو پہنچی کہ مُختار کا عامل مع فوج کے موصل پہنچ گیا ہے اور لوگوں کو حضرت علیؑ کی محبت و دوستی کی ترغیب دے رہا ہے اور ان سے دشمنی کی ممانعت کرتا ہے۔ اُس نے حصین بن نمیر دشمن اہلبیت کو دو ہزار سوار دے کر موصل کو روانہ کیا اور کہا تو جا کر موصل پر قبضہ کر لے۔ اور مُختار کے عامل کو قتل کر دے۔

جب عبدالرحمٰن کو اُس کے آنے کی خبر ملی تو اُس نے موصل سے تکریت میں مع فوج کے آ کر قیام کیا اور مُختار کو حصین بن نمیر کے یلغار کی اطلاع دی اور لکھا کہ میں اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ میرے پاس فوج کم ہے میرا قیام موصل میں دشوار تھا اس لئے تکریت چلا آیا ہوں۔ لہٰذا کچھ فوج میری مدد کو بھیجئے تاکہ میں موصل پر دوبارہ قبضہ کر لوں۔

مُختار نے یہ خط پڑھ کر زید بن انس کو بلایا اور کہا میں تم کو موصل کا حکمران مقرر کرتا ہوں اور چھ ہزار آزمودہ کار سپاہی اُن کی ماتحتی میں دے کر حکم دیا کہ حصین بن نمیر عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے وہاں آیا ہُوا ہے اُس سے جنگ کر کے موصل پر قبضہ کر لو اور ایک نہایت دلیر سردار ورقاؑ بن غارب کو اُن کے ہمراہ کیا۔ زید بن انس نے کہا مجھے حکومت و امارت کی تمنا نہیں ہے بلکہ میں یہ کام محض خوشنودیٔ خدا حاصل کرنے کے لئے کرنا چاہتا ہوں۔ مُختار نے اُن کو دُعائے خیر دی اور موصل کی طرف روانہ کیا۔ اور ایک خط عبدالرحمٰن کو لکھا کہ تیرا خط ملا میں نے حصین بن نمیر کے مقابلہ کے لئے زید بن انس کو روانہ کیا ہے۔ تجھ کو یہ اختیار ہے کہ خود اُن کی رفاقت میں رہ کر جنگ کر یا وُہ ہزار سوار جو میں نے تیری ماتحتی میں دیئے ہیں اُن کو زید بن انس کے سپرد کر کے میرے پاس واپس چلا آ۔

زید کوفہ سے روانہ ہونے لگے تو مُختار و ابراہیم نے شہر کے ناکے تک اُن کی مشایعت کی اور عمائدین شہر بھی مشایعت کے واسطے آبادی کے باہر تک آئے۔ زید کو تمام لوگ بہت عزیز رکھتے تھے کیونکہ وُہ نہایت عبادت گذار اور بڑے سخی اور جواد تھے۔ لوگوں کو اُن کی

ذات سے بہت فائدے پہنچتے رہتے تھے۔ اس لئے اُن کو رخصت کرتے وقت بے اختیار رونے لگتے۔
زید کوفہ سے روانہ ہوکر مقام ساباط تک پہنچے تھے کہ علیل ہو گئے۔ سرداران فوج اُن کو لے کر عسکریہ پہنچے یہاں اُن کی تپ میں اور اضافہ ہوگیا۔ لشکر نے یہاں تین روز قیام کیا چوتھے روز زید نے سرداران فوج کو اپنے پاس بُلایا اور اُن سے کہا کہ:۔

زید کا خواب

کل رات مَیں نے ایک خواب دیکھا سب نے پوچھا وہ کیا ہے۔ جواب دیا کہ "گویا مَیں بہشت میں بیٹھا ہوں اور جناب سرورِ کائنات کو دیکھ رہا ہوں جناب امیر اُن کی داہنی جانب اور جناب امام حسینؑ اُن کے بائیں طرف ہیں اور حضرت جعفر طیارؑ، حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؑ، جناب مسلمؑ بن عقیل اور سارے اہلبیت اُن کے گرد و پیش جمع ہیں۔ مَیں آنحضرتؐ کے آگے گیا اور اُن کو سلام کیا۔ سب لوگوں نے جواب سلام دے کر میرا حال پوچھا پھر جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اے زید تُو نے نہیں دیکھا کہ ہماری آل و اولاد کے ساتھ اُمّت کے گمراہوں نے کیا کیا۔ خدا کی قسم مَیں قیامت میں اُن کا دشمن ہوں گا اور تیرا اور اُن لوگوں کا شفیع ہوں گا جو تیری مانند ہوں گے۔"
یہ خواب سُن کر حاضرین رونے لگے اور دشمنوں سے لڑنے اور اُن سے انتقام لینے کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔

زید کا دُوسرا خواب

اس کے بعد زید مع فوج عسکریہ سے ساباط پہنچے۔ وہاں اُن کی علالت میں اور اضافہ ہوگیا۔ وہاں انہوں نے پھر خواب دیکھا کہ "میرے سر پر ماہتاب تمام ستاروں کے ساتھ ایستادہ ہے۔ اور جب مَیں مقام خدلیشہ[1] پہنچا تو وہ چاند بالکل سیاہ ہوگیا اور ستارے بدستور قائم رہے۔" انہوں نے

---

[1] مؤلف مختار آلِ محمد نے اس مقام کا نام حدیبیہ تحریر فرمایا ہے اور حدیبیہ مکّہ سے قریب ہے جہاں جناب رسولؐ اور کفارِ مکّہ کے درمیان صلح ہوئی تھی اور یہ لشکر موصل کی طرف روانہ ہُوا ہے جو یقیناً حدیبیہ سے دُور ہے اُسی کے نواح میں کسی مقام کا نام خدلیشہ ہوگا لہٰذا حدیبیہ قرائن سے صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اس کے بعد ہی مؤلف موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ "اسکے بعد لشکر ابن انس سلمہ سے تکریت روانہ ہُوا" جس کے معنی یہ ہیں کہ پہلے لشکر بجائے حدیبیہ کے ساباط میں مقیم تھا۔ لہٰذا اس مقام کا نام خدلیشہ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ (مؤلف)

اپنے ہمراہیوں کو بُلاکر اپنا خواب بیان کیا اور کہا اس کی تعبیر مَیں نے یہ لی ہے کہ وُہ چاند مَیں ہوں اور ستارے تم لوگ ہو۔ چاند کا سیاہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مَیں قتل کر دیا جاؤں گا اور تم لوگ سلامت رہو گے۔ اہل لشکر یہ تعبیر سُن کر بہت روئے۔ اور بولے کہ انشاء اللہ انجام بخیر ہوگا اور آپ بھی سلامت و خوش و خرّم رہیں گے۔

پھر زید وہاں سے روانہ ہوکر تکریت پہنچے وہاں عبدالرحمٰن نے مع فوج کے شہر سے باہر نکل کر استقبال کیا زید نے یہاں سے بھی کُوچ کیا اور پھر منزل غدلیشہ پر پہنچے۔ یہاں اُن کا مرض اور بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ وُہ نماز کے واسطے بھی کھڑے نہیں ہوسکتے تھے۔ اُدھر عبیداللہ بن زیاد کو جاسُوسوں نے خبر دی کہ زید بن انس ایک لشکرِ جرّار کے ساتھ مُختار کی طرف سے موصل پر قبضہ کرنے جا رہے ہیں۔ ابن زیاد نے اُس سے مقابلہ کے لئے ایک شامی سردار ربیعہ کی ماتحتی میں چار ہزار سوار دے کر حکم دیا کہ حصین ابن نمیر سے پہلے موصل پہنچ جائے۔ اور حصین ابن نمیر کو ایک خط لکھا کہ مَیں نے ربیعہ بن مخارق کو تمہارا افسر مقرّر کیا ہے اُس کی اطاعت کرنا اور اُس کے مشورہ سے جنگ کرنا۔ الغرض جب ربیعہ موصل میں داخل ہُوا تو اُس کے پاس بیس ۲۰ ہزار فوج فراہم ہوگئی۔ وُہ موصل سے یہ فوج لئے ہوئے غدلیشہ کو روانہ ہُوا اور وہاں سے دو ۲ فرسخ کے فاصلہ پر پہنچ کر قیام کیا اور ایک سفیر زید کے پاس بھیجا۔ سفیر نے زید کو ربیعہ کا یہ پیغام دیا کہ" اے زید تم عراق کو چھوڑ کر یہاں کیوں آئے ہو اگر موصل پر قبضہ کرنا چاہتے ہو تو یہ طمع اپنے دل سے نکال دو اور اپنی فوج کو لے کر کوفہ واپس جاؤ اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے۔ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ زید نے جواب میں کہلایا کہ او شقی مَیں مُلک و مال کی طمع میں یہاں نہیں آیا ہوں بلکہ تم شیاطین کے وجود سے رُوئے زمین کو پاک کرنے آیا ہوں۔ ایلچی نے کہا کہ تُم طلب خُونِ حسینؑ کی غرض سے یہاں آئے ہو تو ہمارے لشکر میں قاتلانِ حسینؑ میں سے کوئی نہیں ہے بلکہ وُہ سب خود عراق اور کُوفہ میں موجود ہیں۔ زید نے کہا عبیداللہ بن زیاد سے بڑھ کر اور کون شخص ہوگا وُہ تو تمام قاتلان

امام کا سردار ہے اور حصین بن نمیر بھی موجود ہے۔ اُن سب سے انتقام لینا واجب ہے۔ یہ سُن کر ایلچی واپس ہوگیا اور ربیعہ سے مفصّل گفتگو بیان کی ربیعہ نے کہا اب بغیر لڑائی کے چارہ نہیں۔

دوسرے روز دونوں لشکر مقابلہ کے لئے صف آراء ہوئے۔ زید کی طرف سے پہلے ورقاء بن غارب میدان میں آئے زید بھی باوجود اپنی علالت کے چند سپاہیوں کی مدد سے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ یہ دیکھ کر ورقاء واپس آئے اور زید کو کہہ سُن کر اُن کی آرامگاہ پر پہنچایا اور خود اُس کی جگہ صف لشکر میں کھڑا ہوگیا۔ پھر دشمن کے لشکر پر نہایت جوش و خروش کے ساتھ حملہ کیا۔ سخت لڑائی ہوئی طرفین کے بیشمار آدمی مارے گئے زوال کے وقت جنگ مغلوبہ موقوف ہوئی اور ایک ایک شخص میدان میں نکل کر مبارز طلب کرنے لگا۔ ورقاء نے حملہ کرنا چاہا مگر ایک شخص عبداللہ حمزہ نے آکر کہا آپ ابھی رُک جایئے۔ کسی اَور کو میدان میں بھیجئے۔ ورقاء نے کہا میں مال و زر کی طمع میں یا حصول حکومت کے لئے یہاں نہیں آیا ہوں بلکہ میرا مطلب اِس جنگ سے صرف ایصالِ ثواب ہے عبداللہ نے کہا خُدا آپ کے ارادہ میں برکت دے اور اجر عنایت فرمائے۔

الغرض ورقاء میدانِ جنگ میں آئے اور نہایت جوش کے ساتھ یہ رجز پڑھا۔" اے شامیو تُم میں جو مجھے جانتا ہے وُہ تو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وُہ آگاہ ہوجائے کہ مَیں ورقاءؑ بن غارب علیؑ بن ابی طالب کا غلام اور اُن کے دُشمنوں کا دُشمن ہوں تم لوگوں میں کون ہے جو میرے مقابلہ کو آئے۔ یہ سُن کر ایک شامی جوان مقابلہ کے لئے نکلا۔ ورقاء نے اُس کا نام و نسب دریافت کیا۔ اُس نے کہا میرا نام عمر بن مُسلم ہے۔ ورقاء نے کہا تُو ہی یحییٰ بن عبداللہ جعفری اور عبداللہ زید کا قاتل ہے؟ اُس نے کہا ہاں اب تجھ کو بھی قتل کروں گا۔ یہ سُن کر ورقاءؑ نے اُس پر غضبناک ہوکر حملہ کیا اور ایک ایسا نیزہ اُس کی کمر پر مارا کہ وُہ پار ہوگیا اور سخت تکان کھاکر گھوڑے سے گرا اور واصل جہنّم ہوگیا۔ یہ دیکھ کر ورقاء کے لشکر والوں نے تکبیر

بلند کی۔ ورقاء نے دوسرا مبارز طلب کیا ایک شخص قیس بن عمر اُس کے مقابلہ پر آیا یہ شخص بھی نہایت آزمودہ کار اور بہادر تھا۔ اُس نے اپنا نام ونسب بتایا تو ورقاء نے کہا ہاں تُو معاویہ کے منشی کا بیٹا ہے صفین کی جنگ میں تیرے ہاتھ سے امیرالمومنین کے سات رُفقا مارے گئے تھے اور حضرت علیؑ نے تیری گردن پر ایک گھونسا مارا تھا کہ تیری گردن ٹوٹ گئی تھی۔ اُس نے اقرار کیا پھر ورقاء نے اُس پر حملہ کیا۔ کچھ دیر تک اُن میں نیزہ بازی ہوتی رہی آخر ورقاء نے تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ اُس کا بازو کٹ کر دُور جا پڑا اور دُوسرے وار میں دُو ٹکڑے کر دیا۔ ورقاءؑ کے غلام نے اُس کے گھوڑے پر قبضہ کر لیا۔ پھر صف دُشمن سے تیسرا سوار حارث مقابلہ پر آیا۔ یہ شخص ورقاء کا شناسا تھا۔ ایک مرتبہ معاویہ نے اس کو حضرت علیؑ کے پاس بھیجا تھا تو وُہ شخص ورقاء کے مکان میں فروکش ہُوا تھا۔ ورقاء نے اُس کو پہچان کر کہا تجھ پر میرا حق نمک ہے اُس نے کہا درست ہے مگر اُس زمانہ میں تجھ پر لعنت کرنا واجب نہ تھا اور اب واجب ہو گیا کیونکہ تُو علیؑ کا دوست ہے۔ ورقاء نے کہا تجھ پر خُدا کی لعنت ہو اور ایک ایسی تلوار ماری کہ دُو ٹکڑے ہو کر گر گیا۔

اِس کے بعد ورقاء نے مبارز طلب کیا تو ربیعہ بن مخارق خود لشکر کے باہر نکلا اور لوگوں سے پُوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ورقاء بن عازب ہے۔ اُس نے کہا میں تو سمجھا تھا کہ یہ مالک اُشتر کا فرزند ہے لوگوں نے کہا اُن کا حال نہ پُوچھئے وُہ تو دُشمنوں کے لئے ایک بلائے بے درماں ہے۔ اُس کا نام نہ لیجئے۔ ربیعہ نے عبداللہ بن صملہ کو بُلا کر حکم دیا کہ مع اپنی فوج کے ورقاء سے مقابلہ کر۔ عبداللہ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ورقاء پر حملہ کیا جو ایک ہزار جنگ آزما سوار تھے۔ ورقاء نے بھی شیر غضبناک کی طرح حملہ کیا اور دم کے دم میں کُشتوں کے پُشتے لگا دیئے اور وُہ بہادری اور دلیری ظاہر کی کہ دوست و دُشمن کی زبانوں پر مدح و ثنا جاری تھی۔ اِسی اثناء میں دُشمنوں کی ایک جمعیت نے ہر طرف سے ورقاء کو گھیر لیا۔ اور سب کوشش کر رہے تھے کہ کسی طرح ورقاء کو قتل کر دیں۔ اُدھر ورقاء کے لشکر کے ایک سردار شعر ابن

علی شعر نے دُور سے یہ حال دیکھا اُس دلیر نے اپنے ایک ہزار ہمراہیوں کے ساتھ عبداللہ کے لشکر پر حملہ کیا آخر دُشمن بھاگ گئے۔ اس حملہ میں اہل شام کے ایک سَو ستر آدمی مارے گئے۔ شام کے وقت لڑائی موقوف ہوئی اور دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہ پر واپس گئے۔

اہل شام کے دلوں پر مُختار کے لشکر کی ہیبت طاری ہو چکی تھی سب کے دلوں پر خوف و ہراس چھایا ہُوا تھا دوسرے روز ربیعہ نے کہلا بھیجا کہ تُم لوگ یہاں سے بہتر ہے کہ اب واپس چلے جاؤ کیونکہ مَیں نے عبیداللہ ابن زیاد سے کمک طلب کی ہے اور وُہ ایک لشکر جرّار ہمارے پاس بھیج رہا ہے۔ جس وقت یہ قاصد مُختار کے لشکر میں پہنچا تو زید بن انس کی حالت بہت نازک تھی۔ اُس نے کہا مَیں ربیعہ کا قاصد ہوں کس کو اُس کا پیغام پہنچاؤں، ورقاء نے کہا کیا کہنا چاہتا ہے مجھ سے بیان کر۔ قاصد نے ربیعہ کا پیغام پہنچایا ورقاء نے کہا جا کر کہہ دے کہ ہم لوگ موت سے مُطلق نہیں ڈرتے۔ ہم میں سے جب تک ایک آدمی بھی زندہ ہے میدانِ جنگ سے مُنہ نہ پھیرے گا اور تم سے جنگ کرے گا۔

دُوسرے روز صبح ہی دونوں لشکر صف آراء ہوئے اور ایک شخص لشکر شام سے میدان میں آکر مبارز طلب ہُوا اُس کے مقابلہ پر اشعر بن علی اشعر نہایت دلیری کے ساتھ پہنچے اور شامی ملعون سے نام دریافت کیا اُس نے بتایا کہ مَیں عمر بن زید ابن قاسم بن قیس ہندی ہوں۔ اشعر نے کہا او دُشمن خدُا و رسول تیرے باپ نے نہرواں میں جناب امیرؑ سے مقابلہ کیا اور جہنّم واصل ہُوا تھا۔ شامی نے پیش دستی کر کے اشعر پر ایک ضرب لگائی تھی کہ اُس کی تلوار ٹوٹ گئی اشعر نے فوراً تلوار کا وُہ ہاتھ اُس کے سر پر مارا کہ ناف تک دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔ ربیعہ نے یہ دیکھ کر عبداللہ نامی ایک پہلوان اور بہادر شخص کو اشعر کے مقابلہ پر بھیجا جو دُشمن آلِ رسولؐ تھا اشعر نے نہایت دلیری سے اُس پر حملہ کیا۔ دونوں میں دیر تک ردّ و بدل ہوتی رہی۔ آخر اشعر نے تلوار کا وُہ تُلا ہُوا ہاتھ مارا کہ وُہ بھی دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ اِس نمایاں فتح پر لشکر مُختار میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے اور شامیوں کو سخت صدمہ ہُوا اور

اُن کی ہمّت پست ہوگئی ربیعہ نے سمجھا کہ اگر مختار کے لشکر نے اب حملہ کر دیا تو شامی بھاگ کھڑے ہوں گے ۔ لہٰذا خود سوار ہو کر مقابلہ کو چلا اور اپنی فوج کی ہمّت بڑھائی ۔ اُس نے میدان جنگ میں پہنچ کر اپنا مقابل طلب کیا ۔ ورقاء نے اُس کو پہچان لیا اور خود اُس کے مقابلہ پر آئے ۔ ربیعہ نے کہا اے شخص تو مجھ کو پہچانتا بھی ہے کہ کون ہوں ۔ ورقاء نے کہا میں خوب پہچانتا ہوں تو خدا اور رسولؐ کا دشمن ہے یہ سن کر اُس کو بہت غصّہ آیا اور ورقاء پر حملہ آور ہوا ۔ جانبین سے حملے ہو رہے تھے اور دونوں طرف سے فنونِ جنگ کا اظہار اور چستی وچالاکی دکھائی جارہی تھی ۔ ربیعہ نے ایک نیزہ ورقاء کی کمر پر مارا مگر وہ کارگر نہ ہوا تو دوسرا وار کرنا چاہتا ہی تھا کہ ورقاء نے ایک ایسا وار نیزہ کا اُس کی ناف پر کیا جو اُس کی پُشت سے پار نکل گیا اور وہ ایک چیخ مار کر گھوڑے سے گر پڑا ورقا کے غلام نے فوراً گھوڑے سے اُتر کر اُس کا سر کاٹ لیا ورقا نے اپنی فوج کو حملہ کا حکم دیا اور للکارا کہ دُشمن کے ایک متنفس کو زندہ نہ چھوڑو یہ کہہ کر خود لشکرِ دُشمن پر حملہ کیا ساتھ ہی اُس کے لشکر نے بھی حملہ کیا اور شامیوں کو قتل کرنا شروع کیا آخر شامیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے سپاہ ورقا نے اُن کا تعاقب کیا اور آٹھ ہزار سے زیادہ دُشمنوں کو قتل کیا اور بارہ سو سے زیادہ افراد گرفتار کر لئے اور اُن اسیروں کو اپنے ساتھ لے کر واپس آئے اور اُن کے متعلق تحقیق کرنا شروع کیا اُن میں سے جو لوگ جمل وصفین اور کربلا کی لڑائیوں میں شریک ثابت ہوئے اُن سب کو قتل کر دیا بقیہ اشخاص کو چھوڑ دیا اور اس نمایاں فتح پر خُدا کا شُکر ادا کیا ۔ شام کو سردار لشکر زید بن انس کا انتقال ہو گیا ۔ ورقا اور تمام اہل لشکر کو بہت صدمہ ہُوا اور سب بہت روئے ۔ ورقا نے کہا اے برادر خُدا تجھ کو اجر کامل عطا فرمائے ۔ تُو نے ہمیشہ اہلبیت رسُول سے وفاداری کی ۔ پھر اُن کو غسل وکفن دے کر اُسی جگہ دفن کر دیا ۔ اُسی روز رئیس موصل کا خط پہنچا کہ مجھے آپ کی فتح کا حال معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی مگر عبیداللہ بن زیاد ایک لاکھ آزمودہ کار سپاہی ہمراہ لئے ہوئے موصل پہنچ گیا آپ جنگ کے لئے مستعد رہیں ۔ ورقاء اپنے ہمراہیوں کے مشورہ کے بموجب کُوفہ واپس پہنچے ۔

جناب ابراہیم کی ابن زیاد سے مقابلہ کے لئے روانگی اور کوفہ میں قاتلانِ امام حسینؑ کی جناب مختار سے بغاوت اور حضرت ابراہیم کی اثنائے راہ سے واپسی

علماؔ و مؤرخین کا بیان ہے کہ ورقاء کی شاندار کامیابی کے ساتھ واپسی پر حضرت مختار کو معلوم ہُوا کہ عبیداللہ بن زیاد ایک لشکر جرار لئے ہوئے کوفہ کی تسخیر کے لئے آرہا ہے جناب مختار نے اُسی وقت جناب ابراہیم کو بُلا کر یہ حال بیان کیا اور کہا ایسے حال میں ہم کو غافل نہ رہنا چاہیئے لہٰذا اے برادر تم ایک بڑا لشکر لے کر اُس کی سرکوبی کو روانہ ہو اور ہم سب کو اُس کے شر سے نجات دلاؤ۔ ابراہیم نے کہا مجھے اُس سے مقابلہ کے لئے جانے میں مُطلق عذر نہیں لیکن اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس وقت مَیں یہاں سے چلا جاؤں تو قاتلان امام حسینؑ آپ پر خروج کر دیں اور آپ مصیبت میں پھنس جائیں۔ لہٰذا مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ تمام عمائدین و سرداران کوفہ کو بُلا کر اُن کی تالیف قلب کی گفتگو کیجئے اور اُن سے اُن کے غلام و ملازمین چند روز کے لئے عاریتہً اپنی امداد کے لئے مانگ لیں۔ جناب مختار نے اس رائے کو پسند کیا اور سرداران کوفہ کو طلب کر کے اُن کے سامنے ایک تقریر کی کہ اے بزرگانِ کوفہ میں عنقریب ابراہیم کو ابن زیاد کے مقابلہ کے لئے روانہ کرنے والا ہوں اور چونکہ تمام اہلِ شام میرے دُشمن ہیں۔ اس لئے بغیر ایک معقول فوج کے یہاں میرا قیام دُشوار ہے اور مَیں یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میری ذات سے آپ لوگوں کو کوئی نقصان یا تکلیف پہنچے مَیں آپ لوگوں سے اتنی مدد چاہتا ہوں کہ آپ لوگ ابراہیم کی واپسی تک اپنے غلام اور مُلازم عاریتہً مجھے دیدیں۔ یہ سُن کر اُن لوگوں نے کہا ہمیں امیر کے ارشاد کی تعمیل میں کوئی عُذر نہیں۔

الغرض دس ۱۰ غلام اور مُلازم عمر سعد نے دیئے۔ عدی طائی نے دس ۱۰ غلام اور آٹھ مُلازم دیئے اسحاق بن اشعث نے دس ۱۰ غلام اور دس مُلازم سلاح جنگ سے آراستہ بھیج دیئے۔ اسی طرح اکثر رئیسان کوفہ نے اپنے اپنے غلام اور ملازم جناب مختار کے پاس پہنچا دیئے اُن سب کی تعداد پانچ سو ۵۰۰

ہوگئی۔ جناب مختار نے ہر ایک کو بیش بہا خلعت عنایت کئے اور زر نقد دے کر ان کی تالیف قلوب کر دی۔

اس کے بعد جناب ابراہیم سے فرمایا کہ اب موصل کی روانگی کا انتظام کریں۔ جناب ابراہیم نے اعلان کرا دیا کہ لشکر کے لوگ مقام نخیلہ میں جمع ہوں۔ اور خود وہاں جاکر قیام کیا۔ اور لشکر کے لوگ جوق در جوق وہاں جمع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ چند روز میں پورا لشکر جمع ہو گیا تو ابراہیم اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہو گئے۔ جناب مختار ان کو پہنچانے اور رخصت کرنے کے لئے دو فرسخ تک ان کے ساتھ گئے۔ وہاں سے رخصت ہو کر کوفہ واپس آئے اور جناب ابراہیم موصل کی طرف روانہ ہوئے۔[1]

جناب ابراہیم کی روانگی کے بعد کوفہ کی حالت

جناب ابراہیم کے روانہ ہوتے ہی کوفہ کے اشرار نے بغاوت کی ٹھان لی اور قاتلان امام حسینؑ جو اکثر کوفہ میں چھپے بیٹھے تھے رئیسان کوفہ سے آکر مل گئے اور سب نے مختار کی بیعت توڑ دی اور تمام قبائل بجیلہ، ازد اور کندہ متحد ہو گئے اور کوفہ کے عمائدین ان کو لے کر کوشش کرنے لگے کہ جناب مختار کو قتل کر دیں۔

اس معاملہ میں شیث ابن ربعی پیش پیش تھا۔ وہ عمر بن سعد کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں ایسے ہی موقع کے انتظار میں تھا کہ ابراہیم کہیں دور مہم پر چلے جائیں اور مختار اکیلے رہ جائیں تو ہم ان کو حکومت اور قاتلان امام حسینؑ سے بدلا لینے کا مزہ چکھائیں۔ اس وقت اس کو ہمارے غلاموں اور ملازموں پر بھروسہ اور اعتماد ہے۔ اس صورت میں ہم اس کو گرفتار بھی کر لیں تو کوئی دشوار امر

---

[1] مختار نامہ میں تحریر ہے کہ جناب مختار نے حضرت علیؑ کی ایک کرسی اس سفر میں حضرت ابراہیم کے ساتھ برکت کی غرض سے بھیجی تھی جو انہوں نے تخت کوفہ پر متمکن ہوتے ہی ایک قصاب سے ہزار درم دے کر حاصل کی تھی۔ اس کرسی کا نام لوگوں نے تابوت سکینہ رکھ دیا تھا۔ صاحب مختار آل محمدؐ نے کرسی کا تذکرہ شروع ہی میں کیا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ "مختار نے جنگ ابن زیاد کے موقع پر ابراہیم کے ہمراہ بھی اس کرسی کو بھیجا تھا۔ (بحوالہ تاریخ طبری و ابوالفدا۔ ۱۲ مؤلف)

نہیں۔ لیکن اگر ابراہیم نے ابن زیاد کو شکست دیدی اور اُس کو قتل کر دیا اور وُہ مظفر و منصور موصل سے واپس آگئے تو یاد رکھو کہ کوفہ میں جس قدر قاتلان امام حسینؑ ہیں مختار ضرور بالضرور ان کو ایک ایک کر کے قتل کر دے گا۔ عمر سعد نے کہا بیشک تو سچ کہتا ہے لہٰذا ضرور اس سے نجات کی کوئی تدبیر کرنی چاہیئے۔ یہ مشورہ کر کے اُس نے تمام قاتلان امام علیہ السّلام کو اپنے گھر میں بُلا بُلا کر جمع کیا۔ جن میں عمرو بن حجاج۔ حکیم بن طفیل۔ بشیر بن بشر۔ عثمان بن خالد۔ وھب بن کعب۔ خولی بن یزید اصبحی۔ سنان بن انس اور شمر بن ذی الجوشن وغیرہ سبھی شامل تھے۔ عمر سعد نے تقریر کی کہ :-

"دوستو! مختار ہم پر حکومت کر رہا ہے اور وُہ ہم سب کا دُشمن جانی ہے۔ آج کل اُس نے ابراہیم کو تمام لشکر کے ساتھ ابنِ زیاد سے مقابلہ کو موصل بھیج دیا ہے۔ اِس وقت وُہ کوفہ میں تنہا ہے اور جس قدر آدمی اُس کے ساتھ ہیں وُہ ہمارے ہی غلام اور ملازم ہیں جن پر اُس نے اعتماد و بھروسہ کر رکھا ہے۔ اِس وقت مختار کو قتل کر دینے کا موقع بہت اچھا ہے۔ اگر ابراہیم موصل سے واپس آگیا تو پھر ہم میں سے کسی کی خیر نہیں"۔

یہ سُن کر سب ہراساں ہوئے اور سوچنے لگے اسی اثنا میں شیث بن ربعی نے کہا کہ ہم سب کو محمد بن اشعث کے پاس چل کر اس سے مشورہ کرنا چاہیئے۔ سب نے اِس رائے سے اتفاق کیا اور سب یہاں سے ابن اشعث کے مکان پر پہنچے ؂

محمد بن اشعث کا اُن کی رائے سے متفق نہ ہونا

محمد بن اشعث نے اُن کو خوش آمدید کہا اور پوچھا آپ لوگوں کے آنے کا کیا سبب ہے۔ ان لوگوں نے اپنا مدّعا بیان کیا اور کہا آپ اس مہم میں ہماری قیادت کیجئے تو مختار کو نہایت آسانی سے قتل کر کے اس کی طرف سے مطمئن ہو سکتے ہیں۔ محمد بن اشعث نے کہا کہ مختار ایک ہوشیار اور بہادر آدمی ہیں تم اُن کو مغلوب نہ کر سکو گے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم یہ فتنہ برپا نہ کرو ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔ مختار کے دُشمنوں میں عبداللہ بن زبیر۔ مصعب بن زبیر اور عبدالملک جیسے صاحبان اقتدار لوگ ہیں لہٰذا مختار کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ یہ طاقتیں جب ان کے درپے ہو جائیں گی تو

سلطنت وحکومت تو ایک طرف مُختار کو اپنی جان بچانا دُشوار ہوگا۔ تم خواہ مخواہ درمیان میں آکر اپنے کو برباد کرنا چاہتے ہو۔

یہ سُن کر سب لوگ اُس کے پاس سے چلے آئے۔ لیکن دُوسرے روز پھر عمرو بن سعد کے مکان پر جمع ہوئے اور مُختار کے خلاف مشورہ کرنے لگے۔ ابن سعد نے کہا کہ اگر تُم اِس وقت اُن پر حملہ کر دو تو وُہ خود سلطنت چھوڑ کر شہر کُوفہ تمہارے حوالے کر دیں گے۔ اِس کی آزمائش یوُں ہو سکتی ہے کہ پہلے اُن کے پاس پیغام بھیجو کہ اہل کوُفہ آپ کی حکومت نہیں چاہتے۔ اگر وُہ سختی سے جواب دیں تو سمجھ لو کہ وُہ اپنے مقام پر مضبوط و مُستحکم ہیں اور اگر نرمی سے جواب دیں تو سمجھ لو کہ وُہ کمزور اور خوفزدہ ہیں۔ اُس وقت ہم اُن پر ایک گھڑی میں غالب ہو کر اُن کو قتل کر دیں گے۔

شیث ابن ربعی نے کہا اِس پیغامبری کی خدمت میں انجام دیتا ہوں۔ اور وُہ مختار کی خدمت میں حاضر ہُوا اور کہا مجُھے اشراف کوُفہ نے بھیجا ہے۔ وُہ کہتے ہیں کہ ہم آپ کی حکومت نہیں چاہتے آپ شہر کوُفہ ہمارے حوالے کر دیجئے۔ اور خانہ نشین ہو جائیے ورنہ ہم آپ پر خروج کر کے آپ کو قتل کر دیں گے۔

جناب مُختار نے فرمایا کہ تُم جا کر اُن لوگوں سے کہہ دو کہ مَیں اِس طرح عدل وانصاف کر رہا ہوں کہ جناب امیر حضرت علیؑ کے بعد اب تک کوُفہ میں ایسا انصاف نہیں کیا گیا۔ تُم نے میری طرف سے کونسا ظُلم دیکھا جو مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہو۔ شیث نے کہا وُہ کہتے ہیں کہ تمہارے پیچھے ہماری نماز صحیح نہیں کیونکہ تُم نے عبداللہ بن زبیر امام برحق پر خروج کیا ہے اور ہمارے غلاُموں اور ملاُزموں کو ہم سے زبردستی لے لیا ہے۔ جناب مُختار نے فرمایا۔ یہ اُن کا قول کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ مَیں نے اُن کے غلاُموں کو نہ زبردستی لیا ہے اور نہ یہ ارادہ ہے کہ واپس نہ کر دوں گا بلکہ جب ہماری فوج ابن زیاد کی مہم سے فارغ ہو کر آجائے گی تو سب کو واپس کر دوں گا۔

شیث بن ربعی نے حضرت مُختار کا جواب اپنے رفقاء سے جا کر بیان کیا۔ اُن لوگوں نے

حضرت مختار کے جواب کو کمزوری پر محمول کیا اور فیصلہ کیا کہ ہم کو خروج کر کے مختار کو قتل کر دینا چاہیئے۔ لیکن اُن کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص عبدالرحمٰن اسدی نامی نے کہا کہ تمہارا یہ فیصلہ غلط ہے تم مختار کو مغلوب نہیں کر سکتے کیونکہ وُہ نہایت خوش تدبیر اور شجاع آدمی ہیں۔ اُن کے ساتھ اب بھی کافی معین و مددگار موجود ہیں۔ تم اس ارادہ سے باز آؤ اور اپنے کو ہلاک مت کرو۔ مگر اُن لوگوں نے نہ مانا اور اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

عمرو ابن سعد کو جب یقین ہو گیا کہ مختار کمزور ہیں تو اُس نے پھر محمد بن اشعث کے پاس جا کر اُس کو مختار کی مخالفت پر آمادہ کیا اور کہا کہ مختار اس وقت ہر طرح کمزور ہیں اور ہم اُن سے مقابلہ کر کے اُن پر غالب آجائیں گے۔ اب آپ تیار ہو جائیں اور ہماری قیادت کریں۔ آخر محمد بن اشعث بھی آمادہ ہو گیا اور حملہ کا پروگرام تیار کر لیا۔ لیکن شیث بن ربعی نے کہا کہ جلدی نہ کرنا چاہیئے اور یہاں تک انتظار کرنا چاہیئے کہ ابراہیم کافی دُور نکل جائیں۔

جب جناب ابراہیم کی روانگی کو دو روز گذر گئے تو تیسرے روز محمد بن اشعث نے کوفہ کی ناکہ بندی کر دی تاکہ کوئی مختار کی مدد کو نہ آسکے۔ اور سخت پہرہ بٹھا دیا اور آمد و رفت کا راستہ بند کرا دیا۔ اور خود سوار ہو کر محلہ صباح میں پہنچا۔ وہاں اُس کے ہم خیالوں نے اُسے ہر طرف سے آکر گھیر لیا اور اُس کی مدد و حمایت کا یقین دلانے لگے۔

اِدھر جناب مختار نے اس کے ارادہ سے مطلع ہو کر جناب ابراہیم کو ایک خط لکھا جس میں کوفہ کے حالات تفصیل سے تحریر کئے اور لکھا کہ میرا یہ خط پڑھ کر بلا تاخیر میرے پاس پہنچنے کی کوشش کرو۔ اور اس خط کو اپنے غلام فتح نامی کو دے کر ایک تیز رفتار ناقہ پر سوار کر کے نہایت خفیہ طور سے روانہ کر دیا کہ کسی کو مطلق خبر نہ ہوئی۔

جناب ابراہیم نے مختار سے رخصت ہو کر منزلیں طے کرتے ہوئے مقام "حمام اعین" میں پہنچ کر قیام کیا وہاں سے دوسرے روز روانہ ہو کر مدائن کے مقام ساباط میں مقیم ہوئے۔ یہیں جناب مختار کا قاصد خط لئے ہوئے بوقتِ شام پہنچا۔ حضرت ابراہیم نے خط دیکھتے ہی اپنے لشکر کو

کوفہ کی طرف واپسی کا حکم دیدیا اور نہایت تیزی سے منزلیں طے کرنے لگے۔ رات کو ایک مقام پر قیام کیا تاکہ لشکر کچھ آرام کرلے تھوڑی دیر دم لینے کے بعد پھر چل کھڑے ہوئے اور ساری رات چلتے رہے۔ صبح کو ایک مقام پر ٹھہر کر نماز ادا کی پھر روانہ ہوگئے یہاں تک کہ عصر کے وقت کوفہ پہنچ گئے۔

حضرت ابراہیم کے کوفہ پہنچنے سے پہلے جناب مختار نے کوفہ کے لوگوں کے خادموں اور غلاموں کو طلب کیا جن کو عاریتہً اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ اُن سے فرمایا کہ تمہارے مالکوں نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے تم لوگوں کو اُن سے زبردستی حاصل کیا ہے۔ حالانکہ تم کو بھی خوب معلوم ہے کہ میں نے تم کو اُس وقت تک کے لئے عاریتہً لیا ہے جب تک ابراہیم واپس نہ آجائیں۔ ان غلاموں نے کہا آپ بالکل صحیح و درست فرماتے ہیں۔ جناب مختار نے کہا۔ تمہارے مالک چاہتے ہیں کہ ابراہیم کے آنے سے پہلے تم کو واپس لے لیں۔ لہٰذا اگر تم لوگ جانا چاہتے ہو تو خوشی سے جا سکتے ہو۔ انہوں نے کہا اے امیر یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم آپ ایسے کریم و عادل کو چھوڑ کر ان بخیلوں اور کمینوں کے پاس جا کر رہیں۔ ہم نے تو یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ جب تک زندہ ہیں آپ کی خدمت میں رہیں گے اور جنگ ہوگی تو آپ کے دشمنوں سے لڑیں گے یہاں تک کہ آپ کے قدموں پر اپنے کو فدا کردیں۔ حضرت مختار نے یہ سُن کر اُن کی تعریف کی اور دُعائیں دیں۔

اِسی اثنار میں ایک شخص نے آکر کہا کہ اے امیر کوفہ کی حالت خراب ہوگئی۔ تمام قاتلانِ حسینؑ اس وقت محلہ صباح میں جمع ہیں اور آپ پر کوئی دم میں حملہ کیا چاہتے ہیں۔ جناب مختار نے فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں حسبنا اللہ ونعم الوکیل (خدا ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہتر مددگار ہے) ان لوگوں نے کہا کہ مناسب اور مصلحت یہ ہے کہ ابراہیم کے آنے تک ہم اپنے تئیں قلعہ میں محفوظ رکھیں۔ جناب مختار نے فرمایا ہراساں ہونے کی کوئی وجہ نہیں تم لوگ اطمینان رکھو ہم کو ان لوگوں سے کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔

ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ محمد اشعث نے اپنے ہمراہیوں کو لے کر مختار کی رہائش گاہ کو

گھیر لیا مُختار نے اپنے رفقا سے کہا تُم لوگ بھی ہتھیار لگا کر نکلو اور اُن سے مقابلہ کرو چُنانچہ ان لوگوں نے اُن باغیوں کا مقابلہ کیا اور جنگ شروع ہوگئی۔ محمد بن اشعث کے بہت سے آدمی مارے گئے تو اُس نے اُن لوگوں کو بُلا لیا جو ناکہ بندی پر تعینات تھے اس طرح راستے کھُل گئے اور مُختار کے دوستوں کو بھی مُختار کی مدد کے لئے جانے کا راستہ مل گیا۔ اب لڑائی بہت شدت کی ہونے لگی یہاں تک کہ صبح سے شام ہوگئی اُدھر جناب ابراہیم چار سو ہمراہیوں کو لے کر اپنے لشکر سے آگے زیادہ تیز اور عجلت کے ساتھ کُوفہ جا رہے تھے جب کُوفہ کا دو فرسخ فاصلہ رہ گیا تو ایک لشکر کو برسرِ راہ مقیم پایا جن کا سردار یزید نامی ایک شخص تھا ان لوگوں نے حضرت ابراہیم کو آتے دیکھا تو بڑھ کر پُوچھا کہ تُم کون لوگ ہو اور کہاں جا رہے ہو۔ جناب ابراہیم نے یہی سوال اُن سے کیا کہ تم لوگ کون ہو اور یہاں کیوں ٹھہرے ہو۔ انہوں نے کہا ہم محمد اشعث کی فوج کے سپاہی ہیں اور اس لئے یہاں ٹھہرے ہیں کہ کسی کو مُختار کی مدد کو نہ جانے دیں۔ جناب ابراہیم نے یہ سُن کر فرمایا اچھا تو سُن لو میں ابراہیم بن مالک اشتر ہوں اور مُختار کی مدد کرنے آیا ہوں۔ یزید نے آگے بڑھ کر کہا اے ابراہیم میں یزید ہوں۔ تُم جانتے اور پہچانتے ہو اور میں تم کو جانتا ہوں۔ میں تُم سے ازراہ ہمدردی کہتا ہوں کہ مُختار پر تمام اہلِ کُوفہ نے حملہ کر دیا اور اب وُہ گرفتار ہوکر محلہ صباح میں لائے گئے ہیں اور عنقریب عبرتناک صورت سے قتل کر دیئے جائیں گے۔ لہٰذا تُم اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ جناب ابراہیم نے فرمایا۔ او دُشمنِ خدا و رسُولؐ۔ خُدا تجھ پر لعنت کرے اب تو میں تیرا قتل واجب سمجھتا ہوں پھر اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ان پر حملہ کرو اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو چُنانچہ رُفقائے ابراہیم نے اکبارگی حملہ کر کے اُن ملعونوں کی کثیر تعداد واصلِ کردی۔ جناب ابراہیم نے یزید بن حارث مذکور کو اپنا شکار بنایا اور کہا او ملعون تُو نے جو مجھے مُختار کی گرفتاری کی خبر دی ہے اُس کا عوض لیتا جا یہ کہہ کر تلوار کا وُہ تُلا ہُوا ہاتھ مارا کہ وُہ ملعون تا بہ زین دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ اُس کے فی النار ہوتے ہی اُس کے لشکر کے پیر اُکھڑ گئے اور وُہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے جناب ابراہیم نے اپنے ہمراہیوں کو

حکم دیا کہ اُن کا تعاقب کرو اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔ چُنانچہ مجاہدوں نے اُن کی کثیر تعداد واصل جہنّم کی۔

اِس کے بعد جناب ابراہیم مع اپنے لشکر کے کُوفہ میں داخل ہوئے۔ وُہ اس وقت پہنچے جبکہ محمد بن اشعث کی فوج کے دِل بڑھے ہوئے تھے اور وُہ بڑھ بڑھ کے حملے کر رہے تھے اور مُختار کی فوج میں شکست کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔ اور جناب مُختار نہایت دلیری کے ساتھ جنگ میں مشغول تھے۔ رات ہو چکی تھی ماہتاب کی روشنی پھیل رہی تھی کہ مُختار کے کانوں میں طبل کی آواز آئی جناب مُختار نے پلٹ کے دیکھا تو ابراہیم کے لشکر کے عَلم نظر آئے۔ یہ دیکھ کر وُہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے تکبیر کی آواز بلند کی اور اپنے لشکر کو جناب ابراہیم کے آنے کی خوشخبری دی جس کو سُن کر ان کے لشکر میں از سرِ نو طاقت پیدا ہو گئی۔ جناب ابراہیم جب حضرت مختار کے پاس پہنچے۔ وُہ گھوڑے سے اُترے اور جناب ابراہیم سے بغلگیر ہوئے۔ حضرت ابراہیم نے یزید بن حارث کا واقعہ بیان کیا۔ جس کو سُن کر جناب مُختار بہت مسرُور ہوئے۔

جناب ابراہیم کا معرکہ قتال

اِس کے بعد جناب مُختار کے حُکم سے جناب ابراہیم کے لئے ایک تازہ دم اعلیٰ درجہ کا گھوڑا لایا گیا کیونکہ تکان سفر کے سبب سے ابراہیم کا گھوڑا بہت تھک گیا تھا۔ الغرض ابراہیم اس گھوڑے پر سوار ہو کر میدانِ جنگ میں پہنچے اور مبارز طلب کیا۔ ان کے مقابلہ پر عبدالرحمٰن بن قیس ہمدانی میدان میں آیا۔ ابراہیم نے کہا او ولدالزنا تیری بھی یہ ہستی ہے کہ میرے مقابلہ پر آئے۔ عبدالرحمٰن نے کہا اے ابراہیم تم کو شرم نہیں آتی کہ مجھے ولدالزنا کہہ رہے ہو۔ جناب ابراہیم نے فرمایا کہ میں تیرے باپ پر طعنہ زنی نہیں کرتا ہوں کیونکہ وُہ تو حضرت علی علیہ السّلام کے دوستوں میں تھا اور جنگ صفین میں معاویہ بن ابی سفیان سے لڑا تھا۔ بلکہ طعنہ زنی تیری ماں پر کی جا رہی ہے کہ تجھ جیسے دُشمن آلِ محمدؐ کو جنا۔ اور اپنی عصمت محفوظ نہ رکھنے کی وجہ سے حرام اولاد پیدا کی ؎

محبّت شہ مرداں مجوز پدرے ۔۔۔ کہ دست غیر گرفت است پائے مادر او

یہ کہہ کر اُس پر حملہ کیا اور چاہتے تھے کہ اُس پر وار کریں کہ اُس نے التجا کی کہ اے ابراہیم تم کو جناب امیرؑ کی قسم مجھے قتل نہ کرو جناب امیرؑ کا نام گرامی سُنا تو تلوار روک لی اور فرمایا جا میں نے تجھے اس نام کے صدقہ میں چھوڑ دیا اب میرے سامنے مت آنا۔ عبدالرحمٰن وہاں سے سیدھے اپنے گھر گیا اور پھر کہیں لڑائی کے لئے نہ نکلا اب ابراہیم نے دُوسرا مبارز طلب کیا تو ایک شخص جنید ابن قیس (یا ظہیر بن قیس) مقابلہ پر آیا ابراہیم نے اُس کو پہچان کر کہا او بے دین لعنت خُدا ہو تجھ پر کیا سبب ہُوا کہ تو راہِ حق سے پھر گیا اور دُشمنانِ دین کا ساتھ دے رہا ہے اُس نے کہا ان لوگوں نے مجھے بہت سا زر و مال دیا ہے ابراہیم نے اُس پر حملہ کیا اور ایک ایسی تلوار ماری کہ اُس کا ہاتھ شانے سے جُدا ہوگیا۔ پھر اُس کو قتل کر دیا۔ محمد بن اشعث نے ایک تیسرے شخص کو ابراہیم سے مقابلہ کا حکم دیا۔ یہ وُہ شخص تھا جس نے میدان کربلا میں حضرت علی اکبرؑ کو زخمی کیا تھا اُس نے محمد بن اشعث سے کہا کہ میں نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے ابراہیم سے نہ لڑنے کی قسم کھائی ہے اس کے بعد محمد بن اشعث نے حکم بن طفیل کو ابراہیم سے مقابلہ کا حکم دیا اُس نے بھی انکار کیا اور کہا کوئی اور ہوتا تو میں اُس سے جنگ ضرور کرتا مگر میں نے مدتوں ابراہیم کا نمک کھایا ہے اُس سے لڑنے نہیں جاؤں گا۔ محمد بن اشعث نے آخر بشیر بن لُوط سے کہا تو جا کر ابراہیم سے نبردِ آزما ہو اُس نے کہا کہ تُو خود کیوں نہیں جاتا کیونکہ تجھ کو دعوائے امارت ہے۔ آخر خود محمد بن اشعث گھوڑے پر سوار ہو کر ابراہیم کے مقابل آیا یہ شخص بڑا قوی ہیکل اور نہایت شجاع تھا۔ ابراہیم نے اُس کو پہچان لیا اور فرمایا او ملعون کیا مرد ایسا ہی عہد و پیمان کرتے ہیں جیسا کہ تُو نے مُختار سے کیا تھا کہ کبھی آپ سے دُشمنی نہ کروں گا۔ محمد بن اشعث نے جواب دیا کہ ہاں میں نے یہ سب عہد و اقرار کیا تھا لیکن اب جو کر رہا ہوں اُس کا کفارہ دیدوں گا یعنی معاذاللہ حضرت علیؑ پر لعن کروں گا۔ یہ سُنتے ہی جناب ابراہیم کو غیظ آگیا اور نہایت جوش میں اُس کے شانے پر وار کیا۔ وُہ چلا کر ابراہیم کے مقابلہ سے بھاگا۔ ابراہیم نے اُس کا تعاقب کیا جناب مُختار نے یہ دیکھ کر اپنے لشکر کو حملہ کا حکم دیا۔ یہ

سُنتے ہی مجاہدین نے نہایت جوش و خروش سے حملہ کیا اور لشکر دُشمن کے پیر اُکھڑ گئے۔ اور وُہ بھاگ بھاگ کر گلی کوچوں میں چھپنے لگے۔ محمد بن اشعث اور اُس کا بیٹا بھی بھاگا۔ مُختار اُن کا تعاقب کرتے رہے اور جو سامنے آتا اُس کو قتل کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ محمد بن اشعث کے تین سَو اشخاص قتل ہوئے۔ اور بہت سے بھاگ گئے۔

ان بھاگنے والوں کے دو گروہ ہو گئے ربیعہ اور مضر کے قبیلہ کے لوگ مقام کناسہ میں جاکر ٹھہرے اور اہل یمن بمقام جبانتہ السبیع مقیم ہوئے۔ حضرت مُختار نے جناب ابراہیم کو ربیعہ اور مضر کے قبیلے والوں سے جنگ کے لئے کناسہ بھیج دیا اس خیال سے کہ اہل یمن ابراہیم کے اہل قبیلہ ہیں ممکن ہے ابراہیم کو اُن پر رحم آجائے۔ چُنانچہ جناب ابراہیم کناسہ کی طرف اور مُختار خود جبانتہ السبیع کی طرف لشکر لے کر روانہ ہو گئے۔

جناب مُختار کے ساتھ ان دو جرنیل احمر بن شمیط اور عبداللہ کامل بھی تھے۔ جناب مُختار نے ایک مقام پر قیام کیا اور ان دونوں بہادروں کو لشکر دے کر دُشمنوں سے جنگ کے لئے آگے بھیج دیا۔ ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر شدید جنگ کی۔ لیکن اہل یمن کی مدد کے لئے ایک بڑا لشکر آگیا اس سبب سے یہ دونوں پلٹ کر جناب مُختار کے پاس آ گئے۔ آپ نے اُن کو تیار کر کے دوبارہ روانہ کیا اور ان کی کمک کے لئے عبداللہ بن قراد الخثعمی کو چار سَو سوار دے کر عبداللہ کامل اور احمر بن شمیط کے پاس بھیج دیا اور ان کو حکم دیا کہ اگر عبداللہ کامل شہید ہو گئے ہوں تو تم اُن کی جگہ سالار لشکر ہو کر جنگ کرنا۔ ورنہ تم تین سو سواروں کو اُن کے حوالے کر دینا اور ایک سو سواروں کو لے کر جبانتہ السبیع آجانا۔ الغرض وُہ عبداللہ کامل کے پاس پہنچے اور اُنہیں مصروفِ جنگ دیکھ کر تین سَو سواروں کو اُن کے ہمراہ کر دیا اور ایک سو سواروں کو لئے ہوئے جبانہ پہنچ گئے۔ جناب مُختار نے مالک بن عمر النہدی کو جو بڑے بہادر تھے مع چار سو سواروں کے احمر بن شمیط کے پاس بھیج دیا اور اس سب نے مل کر ایسی تیغ زنی کی کہ دشمنوں کے تمام متنفس قتل کر دیئے ؎

جناب ابراہیم کی معرکہ آرائی

جناب ابراہیم حضرت مختار کے مشورہ سے کناسہ پہنچے سب سے پہلے شیث بن ربعی اور اُس کے گروہ سے مڈبھیڑ ہوئی جناب ابراہیم نے اُن کو فہمائش کی کہ اگر تم لوگ توبہ کرلو اور واپس چلے آؤ تو تم لوگ امان میں ہو ورنہ سب قتل کر دیئے جاؤ گے مگر اُن لوگوں نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور لڑائی شروع ہوگئی۔ آخر کچھ دیر لڑنے کے بعد سب بھاگ گئے۔ اِس جنگ میں اُن کے بیشمار آدمی قتل ہو گئے۔ حضرت ابراہیم نے جناب مختار کو اپنی کامیابی کی خوشخبری بھیجی۔ جناب مختار نے احمر بن شمیط اور عبداللہ کامل کو بھی یہ خوشخبری دی جس کو سُن کر اُن میں جوش نبرد آزمائی اور بڑھ گیا اور انہوں نے نہایت جوش و خروش سے دُشمنوں پر حملہ کیا اور سب کو بھگا دیا اور اُن کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔

اہل یمن سے جنگ کے لئے رفاعہ بن شداد نے پیش قدمی کی اور نہایت بہادری سے لڑے اور دشمنوں کے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا مگر بالآخر خود بھی درجہ شہادت پر فائز ہوگئے۔ ان کے بعد حمید بن مسلم میدان میں آئے اور سخت لڑائی کی آخر دُشمنوں کے پیر اُکھڑ گئے اور انہیں بھی نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ الغرض اِن لڑائیوں میں پانچ سو افراد گرفتار ہوئے۔ ان اسیروں کو مختار نے اپنے سامنے طلب کیا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ دیکھو ان میں قاتلانِ امام حسینؑ کتنے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اُن کی تعداد دو سَو ہے۔ حضرت مختار کے حکم سے وہ سب قتل کر دیئے گئے اور باقی تین سَو چھوڑ دیئے گئے۔

مورخ طبری کا بیان ہے کہ اس جنگ میں کوفہ کا کوئی ایسا گھر نہ تھا جس میں سے کوئی نہ کوئی قتل نہ ہوا ہو صرف تلوار سے ایک ہزار سات سو افراد قتل ہوئے لیکن مورخ حسام الواعظ کہتے ہیں کہ اِس جنگ میں مقتولین کا شمار نہیں کیا جا سکا۔ وہ بیحد و بے حساب تھے۔

اِس کے بعد جناب مختار دارالامارہ میں تشریف لائے اور تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اب مجاہدین ہر طرف سے دوڑ دوڑ کے آپ کے پاس جمع ہو رہے تھے۔ آپ کے

حکم سے دارالامارہ کے سامنے ایک طویل رایت نصب کیا گیا اور اعلان کیا گیا کہ جو اس جھنڈے تلے آجائے گا اُس کو امان ہے اس اعلان کے بعد بیشمار اشخاص اُس رایت کے نیچے جمع ہو گئے۔ مگر قاتلان امام مظلوم میں سے کوئی نہ آیا اِس خیال سے کہ مُختار قاتلان میں سے کسی کو نہ بخشیں گے۔

اِس کے بعد جناب مُختار نے کوُفہ کی ناکہ بندی کا حُکم دیا اور عبداللہ کامل کو بُلاکر تاکید کی کہ آج رات آرام کی نہیں ہے بلکہ شہر کی اِس طرح ناکہ بندی کرو کہ قاتلان حسین علیہ السّلام میں سے ایک متنفس بھی باہر نہ جانے پائے۔

عبداللہ کامل نے خاص خاص لوگوں کو ناکہ بندی کی خدمت پر تعینات کیا اور فارغ ہو کر جناب مُختار کے پاس آئے آپ نے فرمایا کہ اب سب سے ضروری کام یہ ہے کہ قاتلانِ حسینؑ کی فہرست تیار کرو۔ اور اُس میں یہ لحاظ رکھنا کہ جو لوگ حضرت امام حسینؑ کو شہید کرنے میں شریک تھے۔ اور جن لوگوں نے اُن کا پیراہن اُتارا ہے اور جن ملعونوں نے آپ کے جسدِ مطہر کو پامال کیا ہے اور جن لوگوں نے حضرت علی اکبرؑ کو شہید کیا اُن میں سے کسی کا نام ہرگز چھُوٹنے نہ پائے (بحوالہ تاریخ طبری)۔ عبداللہ کامل نے پُوری فہرست تیار کی جن میں ہزاروں اشخاص کے نام تھے اُن میں سے اکثر کی سرگذشت درج کی جاتی ہے :۔

محمد اشعث کوُفہ کی ناکہ بندی سے پہلے ہی یہ ملعون بھاگ کر قادسیہ کے ایک قریہ میں روپوش ہو گیا جناب مُختار کو اطلاع ہوگئی آپ نے حُکم دیا کہ اُس کو گرفتار کر کے قتل کر دو اور اُس کا سر میرے سامنے پیش کرو۔ اِس کام کے لئے ایک دستہ مجاہدین کا روانہ ہُوا۔ اور وہاں پہنچ کر اُس کے قصر کا محاصرہ کر لیا اور ایک راستہ سے فوج اندر داخل ہوگئی۔ جب اُس کو اپنے محصور ہونے کا علم ہُوا تو وُہ عورت کا لباس پہن کر قصر کے ایک چور دروازے سے باہر نکلا اور گدھے پر سوار ہو کر بصرہ چلا گیا۔ لوگوں نے اُس کا تمام سامان لُوٹ لیا اور اُس قصر میں آگ لگا دی۔ پھر بحکم جناب مُختار وُہ مکان جناب حجر بن عدی کندی کے لئے تعمیر کرا دیا جسے

عبیداللہ بن زیاد نے مُنہدم کرا دیا تھا۔

دارالامارہ میں قیام کے بعد دُوسرے روز اشراف و بزرگان کُوفہ عبید بن عمر شاکری کی قیادت میں جناب مُختار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو اس فتح و ظفر کی مُبارک باد دی۔ عبید شاکری نے کہا خُدا کا شکر ہے کہ اُس نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے طفیل میں آپ کو فتح عنایت فرمائی اور دُشمنوں کو ذلیل و خوار کیا۔ جناب مُختار نے اُن کو دُعائیں دیں ان کے بعد کُوفہ کے مشائخ و عمائدین شہر و معززین حاضر خدمت ہوئے امیر مُختار نے عبداللہ کامل کے توسط سے اُن سے دریافت کیا کہ تم نے ابن اشعث کا ساتھ کیوں دیا تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم سے غلطی ہوئی اور آئندہ کبھی آپ کے مخالف کا ساتھ نہ دیں گے ہم معافی کے خواستگار ہیں۔ جناب مُختار نے کہا میں اِن میں اُن لوگوں کو معاف کر دُوں گا جو واقعہ کربلا میں شریک نہیں تھے اور جو لوگ شریک تھے اُن کو ہرگز معاف نہ کرونگا اور ضرور بالضرور تلوار کا مزہ چکھاؤں گا۔

کُوفہ میں قاتلانِ حُسینؑ کا قتلِ عام

عبداللہ بن اسید جہنی اور مالک بن بشیر بدائی کا قتل

اِسی اثناء میں ابوعمرہ اور حاجب جناب مُختار کے پاس دَوڑتے ہوئے آئے اور خبر دی کہ عبداللہ بن اسید جہنی اور مالک بن بشیر بدائی گرفتار کر لیئے گئے۔ جناب مُختار نے حکم دیا کہ اُن دونوں کو آج قیدخانہ میں قید رکھا جائے۔ چُنانچہ وُہ دونوں قید کر دیئے گئے۔

دُوسرے روز پہلے عبداللہ بن اسید پیش کیا گیا۔ جناب مُختار نے کہا او دُشمنِ دین تُو نے امام حسینؑ پر کیوں تلوار اُٹھائی تھی۔ اُس نے کہا مَیں ملازم تھا۔ مَیں نے اپنی خوشی سے ایسا نہیں کیا مجھے جو حُکم دیا گیا مَیں نے اُس کی تعمیل کی۔ مُختار نے کہا تُو نے اہل حرم کے خیموں میں کیوں آگ لگائی تھی اُس نے وہی جواب دیا کہ مَیں حکم سے مجبور تھا۔ پھر حضرت مُختار نے پُوچھا

کیا تُو نے امام حسینؑ کی کلاہ نہیں لُوٹی تھی۔ اُس نے کہا ضرور لُوٹی تھی۔ یہ سُن کر امیر مُختار نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ پھر اس کے بعد اُس کی گردن ماردی جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اُس کے دست و پا قطع کر کے چھوڑ دیا اور وُہ تڑپ تڑپ کر خود مر گیا۔

اس کے بعد مالک بن بشیر پیش کیا گیا۔ جناب مُختار نے اُس سے پُوچھا بتا تُو نے امام حسینؑ کے ساتھ کیا کیا تھا۔ تُو نے اُس بزرگ کو قتل کیا جس پر نماز میں درُود بھیجنا فرض کیا گیا تھا۔ اُس نے کہا میَں یہ فعل بخوشی عمل میں نہیں لایا مجھے حکم دیا گیا میَں نے اُس کی تعمیل کی آپ نے فرمایا تُو نے اُن کو بھُوکا پیاسا قتل کر دیا اور تجھے رحم نہ آیا۔ اِسی اثناء میں جناب مُختار کے غلام "خیر" نے کہا اے امیر اسے میرے سپُرد فرما دیجئے۔ جناب مُختار نے یہ سمجھا کہ یہ اُس کا پڑوسی ہے شاید اس پر اُس کو رحم آگیا ہو۔ پُوچھا تُو کیا کرے گا اُس نے کہا میَں اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنا چاہتا ہوں جناب مُختار نے فرمایا۔ لیجا میَں نے اس کو تیرے حوالے کیا۔ خیر اس کو بازارِ کُوفہ میں لایا اور برسرِعام اُس کی گردن اُڑا دی۔ ابواسحاق اسفرائنی کا بیان ہے کہ اُس نے کربلا میں امام حسینؑ کی تلوار لُوٹی تھی۔ (مُختار آلِ محمد)

نافع بن مالک کا قتل

جناب مُختار ابھی دربار ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک کارکُن نے آکر خوشخبری سُنائی کہ نافع بن مالک گرفتار کر کے لایا جا رہا ہے۔ جناب مُختار نے کہا کہ واللہ مجھے اس کی بڑی فکر تھی یہ ملعون نہر فرات پر متعین تھا اور کسی کو امام حسینؑ اور اُن کے بچّوں کے لئے پانی لے جانے نہ دیتا تھا۔ اور جناب عباسؑ جب مشک سکینہؑ بھر کر لے جا رہے تھے تو اِسی کے حکم سے اُس پر تیروں کی بارش ہوئی تھی اور مشک چھدی تھی۔ اور جناب عباسؑ زخمی ہوئے تھے۔ پھر حکم دیا کہ اس کی گردن ماردی جائے۔

ایک ضعیفہ کا تین قاتلان امام کا پتہ دینا دُوسرے روز جناب مُختار نے عبداللہ کامل

کوتوال شہر کو بُلا کر حکم دیا کہ شہر کا گشت کر کے پتہ لگاؤ کہ قاتلانِ امام میں سے کوئی باہر تو نہیں بھاگ گیا اور یہ بھی معلوم کرو کہ جن لوگوں کو ناکہ بندی پر تم نے مقرر کیا ہے وہ صحیح طور سے اپنا فرض پورا کر رہے ہیں یا نہیں۔ یہ سُن کر عبداللہ کامل شہر میں گشت کرنے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک ضعیفہ نظر آئی جو گرتے پڑتے راستہ طے کر رہی تھی عبداللہ کامل نے ایک غلام سے کہا کہ اس ضعیفہ کا ہاتھ پکڑ کے سیدھے راستہ پر لگا دے۔ چنانچہ اِس غلام نے اُس کو راستہ پر لگا دیا۔ ضعیفہ نے غلام سے پُوچھا تُم کون ہو۔ غلام نے کہا مَیں امیر مُختار کا غلام ہوں۔ تب ضعیفہ بولی کہ مجھے اپنے امیر کے پاس لے چلو ایک ضروری بات کہنا چاہتی ہوں۔ غلام اُس کو عبداللہ کامل کے پاس لا یا۔ عبداللہ نے پُوچھا اے ضعیفہ کیا کہنا چاہتی ہے اُس نے کہا تین اشخاص قاتلان امام حسینؑ میں سے میرے گھر میں پوشیدہ ہیں اور ان میں سے ایک شخص نے سو اشرفیاں دی ہیں تاکہ مَیں اُن کے لئے سامانِ سفر تیار کر دوں۔ اُن کو یہ نہیں معلوم تھا کہ مَیں شیعیان امیرالمومنین سے ہوں۔ عبداللہ کامل اُس کو لے کر مُختار کی خدمت میں آئے۔ اُس نے سارا واقعہ بیان کیا جناب مُختار یہ سُن کر بہت خوش ہُوئے اور اس عورت کو دس ہزار دینار اور بنا بر تحقیق پانچ سو درم دیئے جانے کا حکم دیا اور ابوعمرہ حاجب سے فرمایا کہ پچاس سواروں کو لے کر اِس عورت کے گھر جاؤ اور اُس کے گھر میں جو لوگ چُھپے ہوئے ہیں اُن کو گرفتار کر لاؤ۔ چُنانچہ ابوعمرہ اُسی وقت روانہ ہو گیا اور جا کر ضعیفہ کے گھر کو گھیر لیا اور اندر داخل ہو کر وہاں سے حارث بن بشیر۔ قاسم بن جارود اور حارث بن نوفل کو گرفتار کیا۔ ابوعمرہ نے اُن کی مُشکیں کس لیں اور امیر مُختار کی خدمت میں لا کر پیش کیا۔

حارث بن بشیر ملعون کا قتل

حضرت مُختار نے اِس ملعون کو دیکھ کر فرمایا کہ او شقی تجھ میں کون سی بُرائی نہیں ہے شراب خوری زنا کاری۔ قمار بازی وغیرہ تیرے خاص مشغلے ہیں۔ اور سب سے زیادہ بُرائی یہ کہ تُو نے فرزند رسُولؐ کے قتل میں شرکت کی۔ اور خدا و رسُول کو غضبناک کیا اس کے بعد جناب مُختار کے حکم سے

اُس کے ہاتھ پیر کاٹے گئے اور اُس کی آنکھیں نکال لی گئیں۔ پھر اُس کو قتل کر دیا گیا۔

حارث بن نوفل کا قتل

اس کے بعد حارث بن نوفل پیش کیا گیا۔ جناب مُختار کی آنکھیں اُس کو دیکھتے ہی پُرنم ہو گئیں اور فرمایا یہ وُہ ملعون ہے جس نے رسولؐ خدا کی نواسی جناب زینب سلام اللہ علیہا کے چہرۂ اقدس پر تازیانہ مارا تھا۔ یہ کہہ کر جناب مُختار بے اختیار رونے لگے۔ پھر فرمایا کہ اس کو ہزار تازیانے لگائے جائیں۔ چُنانچہ وُہ تازیانوں کے صدمے سے واصلِ جہنم ہو گیا۔

قاسم بن جارود کی رہائی

اس کے بعد قاسم بن جارود پیش کیا گیا اُس نے قسم کھا کر کہا کہ اے امیر میں جنگ کربلا میں شریک نہیں ہُوا تھا۔ مُختار نے کہا اگر دو شیعہ تیری صفائی میں گواہی دیدیں تو میں یقیناً تجھ کو رہا کر دوں گا۔ اِس غرض کے لئے دو شیعیان امیرالمومنین میں سے حاضر ہوئے اور اُنہوں نے گواہی دی کہ یہ معرکہ کربلا میں شریک نہیں ہُوا تھا بلکہ اپنے تئیں بیمار ڈال لیا تھا۔ اور اِس بہانہ سے گوشہ نشین رہا۔ جناب مُختار نے یہ سُن کر اُس کو رہا کر دیا۔

خولی کا قتل

عبداللہ کامل اس ملعون کی تلاش و جستجو میں گھوم رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ وُہ ملعون اِس وقت اپنے گھر میں چھپا ہُوا ہے۔ یہ سُنتے ہی عبداللہ کامل نے اُس ملعون کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور اندر داخل ہو کر تمام گھر کی تلاشی لی مگر وُہ نہ ملا۔ اُس کی دو بیویاں تھیں ایک کوفہ کی رہنے والی اور ایک شام کی۔ زن شامیہ دُشمن خاندانِ نبوّت تھی۔ عبداللہ کامل نے شامی عورت سے پوُچھا تیرا شوہر کہاں ہے اُس نے قسم کھا کر کہا کہ مجھے ایک مہینہ سے اُس کی اطلاع نہیں کہ وُہ کہاں ہے۔ عبداللہ کامل نے اُس کی دُوسری زوجہ سے پوُچھا جو کوُفہ کی رہنے والی اور دوست دار اہلبیتؑ تھی اُس نے مُنہ سے تو کہا مجھے خبر نہیں لیکن ہاتھ سے تہہ خانہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ عبداللہ کامل کے ہمراہی تہہ خانے میں گھُس پڑے اور وہاں سے اُس ملعون کو

پکڑ کر باہر لائے۔ تب اُس زن کوفیہ نے کہا کہ یہ شامی عورت میرے شوہر سے بھی زیادہ دشمنِ اہلبیت علیہم السلام ہے اُس کو بھی گرفتار کرلو۔ خولی نے جب سمجھ لیا کہ اب کوئی صورت نجات کی نہیں تو کہنے لگا مجھ سے دس ہزار دینار لے لو اور مجھے چھوڑ دو۔ عبداللہ کامل نے کہا اے ملعون الزکوئی تیری گرفتاری کے لیے دس ہزار دینار مانگتا تو میں دے کر تجھ کو گرفتار کرتا تو مجھے دینار کی لالچ دیتا ہے اُس نے کہا مجھ پر رحم کرو عبداللہ کامل نے کہا اے مردود کیا تو نے فرزندِ رسولؐ پر رحم کیا تھا؟ ارے او لعین تو نے اُن کا سر نیزہ پر بلند کر کے شہر بہ شہر اور دیار بہ دیار پھرایا اُن کے اہلبیت کو بازاروں میں سر برہنہ پھرایا۔ تو نے فرزندِ رسولؐ کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اُس کا عوض یہی ہے کہ تجھ پر مطلق رحم نہ کیا جائے۔

الغرض عبداللہ اُس کو اور اُس کی دونوں بیویوں کو لے کر دارالامارہ میں آئے اور جناب مختار کے سامنے پیش کیا۔ مختار نے خولی کے بارے میں حکم دیا کہ آج اس کی مشکیں کس کر حوالات میں قید کر دو۔ اور اُس کی دونوں بیویوں کو اپنے سامنے بُلا کر زنِ مومنہ سے کہا کہ اس زن شامیہ کا حال بیان کرے۔ اُس نے کہا میں اہلبیت رسالت پر دل وجان سے فدا ہوں اور اُن کے دشمنوں سے بیزار ہوں اور یہ شامیہ بڑی ملعونہ اور دشمن اہلبیت ہے جس وقت خولی ملعون امام حسینؑ کا سرِ اقدس لے کر گھر آیا تھا میں اُس وقت کسی کام سے ایک ہمسایہ کے یہاں گئی ہوئی تھی جس وقت میں واپس آئی یہ زن شامیہ ناچتی گاتی پاؤں پٹکتی ہوئی میرے قریب آئی اور ہنس کر کہنے لگی کہ میں تجھے ایسی خبر دیتی ہوں جس سے تیرے دل پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا۔ سُن! امیر عبیداللہ بن زیاد کے حکم سے ابوتراب کے بیٹے حسینؑ کا سر کاٹا گیا اور اُن کے بچے اور عورتیں سر برہنہ رسیوں میں بندھی ہوئی کوفہ لائی گئی ہیں۔ اور وہ سر میرے گھر میں لایا گیا ہے اور وہ طشت میں زیرِ تخت رکھا ہوا ہے۔ یہ سُن کر میں غم سے بیحواس ہوگئی اور اس سے کہا خدا تجھ پر لعنت کرے۔ فرزندِ رسولؐ پر ظلم کیا جائے اور تو خوشی کے شادیانے بجائے۔ پھر میں نے سرِ مبارکِ امام کو تخت سے نکالا اور فریاد و ماتم کرنے لگی اور یہ عورت ہنستی اور میرا

مذاق اُڑا رہی تھی۔ میں نے کہا خدا تجھ پر کسی بندہ کو مسلط کرے کہ وُہ تیری زبان قطع کرے۔
سُننا تھا کہ جناب مُختار بھی رونے لگے اور ساتھ ہی اہلِ دربار پر بھی گریہ طاری ہُوا اس کے بعد جناب مُختار نے اُس زن شامیہ سے پُوچھا کہ تیرا کیا اعتقاد ہے اُس نے کہا میں یزید کو امیرالمومنین جانتی ہوں اور اُس پر میرا یہی اعتقاد ہے۔ یہ سُن کر جناب مُختار نے حکم دیا کہ اس کی زبان قطع کر لی جائے اور اس کے جوڑ بند جُدا کر دیئے جائیں۔ اور اس کو آگ میں جلا دیا جائے۔ چُنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ پھر جناب مُختار نے اُس زن مومنہ کو پانچ ہزار دینار سُرخ عطا کئے۔ آپ کے غلام خیر نے بھی پانچ سو درم دیئے اسی طرح اور اہل دربار نے بطور انعام اُس کو درہم و دینار دیئے اور اُسے اُس کے گھر واپس پہنچا دیا گیا۔

[illegible] پیشی

دُوسرے روز جناب مُختار کے سامنے دربار میں خولی ملعون پیش کیا گیا۔ حضرت مُختار نے اُس سے دریافت کیا کہ تو مُسلمان ہے یا کافر؟ اُس نے کہا میں بیشک مُسلمان ہوں آپ نے فرمایا تو کیسا مُسلمان ہے۔ اسلام میں فرزندِ رسولؐ کو بے جُرم و خطا قتل کرنا کب جائز ہے؟ اور ان کے اہل حرم اور بچوں کو سر برہنہ اُونٹوں پر شہر بہ شہر پھرانا اور پیغمبرِ خُدا کو اُن کے قرابتداروں کے بارے میں اذیت دینا کب روا ہے۔ کیا یہ مظالم نہیں کئے۔ خولی نے کہا اے امیر اس واقعہ میں تنہا میں ہی نہ تھا۔ مجھ جیسے بیشمار مُسلمان تھے آپ نے فرمایا او ملعون نہ تو مُسلمان ہے نہ وُہ لوگ مسلمان ہو سکتے ہیں جو واقعہ کربلا میں شریک تھے پھر آپ نے فرمایا کہ اے ملعون بتا تو نے کربلا میں کیا کیا ظلم کئے اُس نے بیان کرنا شروع کیا:۔

"جب کربلا میں اہلبیتؑ کے خیموں میں آگ لگائی گئی اور سیدانیاں بھاگ کر محفوظ خیموں میں پہنچیں تو میں نے سکینہؑ بنت الحسینؑ کے قریب آ پہنچ کر اُن کے کانوں کے گوشوارے لینا چاہے اُنہوں نے انکار کیا تو میں نے وُہ گوشوارے زبردستی کھینچ لئے جس سے اُن کے کان زخمی ہو گئے اُس وقت اُنہوں نے کہا خدا تیرے [illegible]

قطع کرے اور تجھے دوزخ سے پہلے دُنیا ہی میں آگ سے جلائے۔ پھر مَیں علی بن الحسینؑ کی طرف بڑھا وہ شدّت تپ سے غش میں پڑے ہوئے تھے۔ مَیں نے اُن کے نیچے سے چرمی بستر کھینچ لیا۔ پھر جناب زینبؑ کی چادر اور گوشوارے اُتار لیئے۔ اُس وقت اُنہوں نے بھی کہا کہ خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے اور جہنّم کی آگ سے قبل دُنیا ہی میں تجھ کو آگ میں جلائے"

یہ سُن کر جناب مُختار گریہ ضبط نہ کر سکے اور بہت روئے پھر فرمایا خدا کی قسم میں اُن صدیقہ کی زبانیں سچ ثابت کر دکھاؤں گا اور حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں قطع کر دیئے جائیں اور اس کو آگ میں جلا دیا جائے۔ چُنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔

بشیر بن ثوط کا قتل

یہ کوفہ کے بڑے صاحب اثر و صاحب اقتدار قبیلہ کا شخص تھا۔ اس نے جناب امِ کلثوم کے سر سے چادر چھینی تھی اور اہلبیتؑ رسولؐ کی شان میں ناسزا الفاظ استعمال کیئے تھے خولی کے بعد یہ ملعون پیش کیا گیا جناب مُختار نے اُس کو بھی قتل کرا دیا اور کہا مجھے اس کے قبیلہ سے کوئی خوف و اندیشہ نہیں۔ میں خدا نے چاہا تو تمام قاتلان امام مظلوم کے وجود سے زمین کو پاک کر کے دم لوں گا۔

عمار قاتل عبدالرحمٰن بن عقیل کا قتل

اسی اثناء میں ابو عمرہ نے آکر خوشخبری سُنائی کہ جناب عقیل کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن کا قاتل عمار گرفتار کر لیا گیا۔ اس ملعون نے حضرت عبدالرحمٰن کو قتل کر کے ان کے گھوڑے پر قبضہ کر لیا تھا اور اُسی گھوڑے پر سوار ہو کر بصرہ کی طرف بھاگا جا رہا تھا کہ شعر بن شعر نے اس کو دیکھ لیا اور اُس کے تعاقب میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ وہ ملعون گھوڑے کو مارتا اور ایڑ لگاتا بھگانے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن شعر نے بھی اُس کا پیچھا نہ چھوڑا اور گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے اُس کو جا لیا۔ اور اُس کو گھوڑے سے کھینچ کر گرا دیا اور اس کے ہاتھ رسّی سے باندھ دیئے۔ اور اس کو بندھا ہوا

دربار میں داخل کیا۔ اُسی وقت ایک خوبصورت بچّہ دربار میں داخل ہوا جس کا نورانی چہرہ مانند ماہتاب چمک رہا تھا۔ جناب مُختار نے اُس کو دیکھ کر پوچھا یہ بچّہ کون ہے۔ ابوعمرہ نے کہا یہ عبدالرحمٰن کا فرزند ہے۔

یہ سُنتے ہی جناب مُختار تخت سے اُتر کے صاحبزادے کے قریب گئے اور اُن کو نہایت احترام سے لاکر تخت پر بٹھایا اور پوچھا صاحبزادے تم کوفہ کب آئے۔ اور تمہارے آنے کی غرض کیا ہے۔ اُس طفل نے کہا میرا نام قاسم بن عبدالرحمٰن ہے میرے پدر بزرگوار کو ظالموں نے کربلا میں شہید کر دیا اور جب مخدرات کے اسباب لُوٹے گئے تو ہم بھی بے سروسامان ہوگئے اور اب مدینہ میں نہایت پریشانی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہم کو اطلاع ملی کہ خداوند قدیر نے آپ کو کوفہ کا حاکم بنایا ہے تو ہم اپنے ایک چھوٹے بھائی اور مادر گرامی کے ہمراہ کوفہ آگئے ابھی ابھی مجھے معلوم ہوا کہ میرے باپ کا قاتل گرفتار کر کے دربار میں لایا گیا ہے یہ سُن کر میں بھی حاضر ہوگیا ہوں۔ یہ سُن کر جناب مُختار نے فرمایا کہ شاہزادے آپ کے پدر بزرگوار کا قاتل عمار ملعون یہ آپ کے سامنے کھڑا ہے۔ آپ جس طرح چاہیں اس سے اپنے والد کا بدلہ لے لیں۔ قاسم بن عبدالرحمٰن نے ایک چھڑی لے کر اُس کے سینہ پر ماری کہ وُہ ملعون اُسی وقت ہلاک ہوگیا۔ مُختار کے حُکم سے اُس کا سر کاٹ لیا گیا اور جسم آگ میں جلا دیا گیا۔ اِس کے بعد مُختار نے صاحبزادے کو پانچ ہزار درم دیئے اور اُن کی والدہ اور بھائی کے لئے بھی رقمیں بھجوائیں۔ حضرت ابراہیم نے بھی ایک ہزار درم اور قیمتی کپڑے دیئے۔ اور اہلِ دربار نے بھی حسبِ مقدور اس شاہزادے کی خدمت کی اور وُہ شاہزادہ مع اپنی والدہ وغیرہ کے مدینہ واپس چلا گیا۔

عثمان بن خالد اور بشر بن سوط کا قتل

جناب عبدالرحمٰن کے قاتلوں میں عثمان بن خالد دھمانی اور بشر بن سوط بھی تھے۔ جناب مُختار نے عبداللہ کامل کو ایک جماعت کے ہمراہ عثمان کی گرفتاری کے لئے عصر کے وقت بنی دھمان کی مسجد میں بھیجا۔ عبداللہ کامل نے اُن کا محاصرہ کر لیا اور ان لوگوں سے کہا کہ عثمان بن خالد کو

ہمارے حوالے کردو ورنہ ہم تمہارے چھوٹے بڑے عورت و مرد سب کو قتل کردیں گے ان لوگوں نے کہا ہم کو اس کا پتہ نہیں مگر ہم تلاش کر کے اُس کو حاضر کریں گے اور ان لوگوں کے ساتھ اس کی تلاش میں نکلے اور جستجو کرتے کرتے جبانہ پہنچے وہاں عثمان بن خالد اور بشر بن سوط دونوں کو موجود پایا ان کا ارادہ تھا کہ بھاگ جائیں مگر لوگوں نے ان دونوں کو پکڑ کر عبداللہ کامل کے حوالے کر دیا۔ عبداللہ کامل نے ان دونوں کو راستہ ہی میں قتل کر دیا اور آکر حضرت مختار کو اُن کا حال بتایا جناب مختار نے اُن کو حکم دیا کہ فوراً جاکر اُن دونوں کے جسموں کو جلا دو۔ اور تاکید کی کہ جلانے سے پہلے ہرگز دفن نہ ہونے پائیں۔ عبداللہ کامل نے جاکر اُن کے جسموں کو جلا دیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ اسی عثمان بن خالد نے عبداللہ اکبر اور عبداللہ اصغر پسرانِ عقیل کو بھی شہید کیا تھا۔

زیاد بن ملک کا قتل

روضۃ المجاہدین کے حوالے سے صاحبِ مختار آلِ محمد لکھتے ہیں کہ عمار قاتل عبدالرحمٰن کے قتل کے چند روز بعد ہارون بن مقدم کے فرزند نے عبداللہ کامل سے آکر کہا کہ میں دوست دار اہلبیت ہوں، لیکن میرا باپ اُن کا دشمن ہے۔ اُس نے چار قاتلانِ حسینؑ کو گھر میں چھپا رکھا ہے اور یہ سب ایک سردابہ میں زمین کے نیچے چھپے ہوئے ہیں یہ کہہ کر ہارون واپس چلا گیا۔ عبداللہ کامل نے ابوعمرہ کو ایک دستۂ لشکر کے ہمراہ اُس کے مکان پر بھیجا۔ اُن کو دیکھ کر ہارون مخبر ایک جگہ زمین پر کھڑا ہو گیا ان لوگوں نے اُس کے اِس اشارہ سے سمجھ لیا کہ سردابہ اسی مقام پر ہے۔ اور وہاں کھودنا شروع کیا آخر سردابہ ظاہر ہُوا اور وہاں زیاد، عبید، اکبر اور یزید مِل گئے۔ وُہ لوگ اِن چاروں کو گرفتار کر کے جناب مختار کے پاس لائے۔ زیاد بن ملک نے کربلا میں جناب حمزہ کے غلام کو شہید کیا تھا۔ جناب مختار کے حکم سے وُہ قتل کر دیا گیا۔

یزید بن ضمیر کا قتل

پھر حضرت مختار کے سامنے اِس ملعون کو پیش کیا گیا۔ اِس ملعون نے جناب حبیب بن مظاہر کو

قتل کیا تھا اس کے ساتھ قتل میں بدیل بن حریم بھی شریک تھا۔ حضرت مُختار کے حکم سے اُس کی بھی گردن ماردی گئی اور وُہ ملعون واصل جہنّم ہُوا۔

اکبر بن حمران کا قتل

اِس ملعون نے حضرت امام حسینؑ کے صحابی جناب عابس بن شبیب شاکری کو شہید کیا تھا حضرت مُختار کے حکم سے اُس کی بھی گردن ماری گئی۔

عُبَیدہ بن اسود کا قتل

یہ ملعون بھی اُنہی چاروں میں سے تھا جن کی مخبری پسر ہارون بن مقدم نے کی تھی۔ جناب مُختار کے حکم سے یہ بھی قتل کیا گیا۔

مرہ بن منقذ عبدی کا قتل

اُن چاروں کے قتل کے بعد شعر بن ابی شعر یا عبداللہ کامل اس ملعون کی تلاش میں نکلے معلوم ہُوا کہ وُہ اپنے مکان میں پوشیدہ ہے۔ یہ اُس کے مکان پر پہنچے اور اُس کا گھر گھیر لیا۔ وُہ ملعون بھی تجربہ کار اور جنگ آزمودہ تھا ایک طویل نیزہ لے کر نِکلا اور ایک عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر مقابلہ پر آیا۔ عبداللہ کامل کے ساتھیوں نے اُس پر حملہ کیا۔ اُس نے اپنے نیزہ سے عبداللہ بن ناجیہ شامی کو شہید کر دیا یہ دیکھ کر عبداللہ کامل اُس کی طرف بڑھے اور تلوار کا ایک وار کیا اُس نے اپنے بائیں ہاتھ پر روکا۔ ہاتھ زخمی ہُوا اور وُہ گرفتار کر لیا گیا۔ اور لوگ اس کو حضرت مُختار کی خدمت میں لائے۔ جناب مُختار نے اُس سے پُوچھا کہ تُو ہی نے کربلا میں جناب علی اکبرؑ کو شہید کیا تھا اُس نے کہا کہ اُن کے قتل میں تنہا مَیں ہی تو نہ تھا بلکہ ایک ہزار اشخاص کوشاں تھے جناب مُختار نے کہا اے ملعون اگر ایک ہزار آدمی شریک نہ ہوتے تو کیا تنہا تجھ جیسا آدمی اُن کو قتل کر سکتا تھا۔ پھر حُکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹے جائیں اور زبان قطع کی جائے پھر اُس کی آنکھ نکال لی جائے۔ اِس کے بعد اُس کے دونوں لب کاٹ لئے جائیں پھر قتل کیا جائے۔ چُنانچہ اِس ذلّت و خواری کے ساتھ وُہ ملعون واصل جہنّم کیا گیا۔ اُس کے بعد اُس کی لاش جلا دی گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ وُہ میدانِ جنگ سے بھاگ کر مصعب بن زبیر کے پاس چلا گیا اور آخر عُمر تک مشغول رہا اور آخر اسی عذاب کے ساتھ واصل جہنّم ہُوا۔

زید بن اُقاد کا قتل

یہ وُہ شقی ہے جس نے عبداللہ بن مُسلم بن عقیل کو کربلا میں شہید کیا تھا۔ جب اِس ملعون نے اُس پر تیر پھینکا تو اُس نے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھ لیا اور وُہ تیر لگا تو ہاتھ پیشانی سے پیوست ہوگیا پھر اُس نے اور کئی تیر مار کر اُس کو شہید کر دیا۔

عبداللہ کامل نے جا کر اُس کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ وُہ ملعون تلوار لیئے ہوئے نکلا۔ عبداللہ کے ساتھیوں نے نیزہ اور تلوار سے حملہ کرنا چاہا تو عبداللہ نے کہا نہیں اس پر صرف تیر چلاؤ اور پتھر برساؤ چُنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آخر وُہ ملعون گھوڑے سے زمین پر گرا اور عبداللہ کامل اُس کو گرفتار کر کے جناب مُختار کے پاس لائے۔ حضرت مُختار نے اُس سے پُوچھا کہ تُو نے عبداللہ بن مُسلم بن عقیل کو کس طرح شہید کیا تھا اُس نے بیان کیا کہ مَیں نے اُن کی آنکھ پر نشانہ لگا کر ایک تیر ایسا مارا کہ وُہ پُشت سر کی طرف جا نکلا۔ اُنہوں نے پیشانی پر ہاتھ رکھ لیا تھا جس کی وجہ سے وُہ ہاتھ اُن کی پیشانی سے پیوست ہو گیا تھا۔ پھر اور تیروں کے وار سے اُن کو شہید کیا۔ جناب مُختار نے حُکم دیا کہ اس کی آنکھ پر تیر مارے جائیں اور تیروں ہی کے وار سے اس کو واصل جہنّم کیا جائے۔ چُنانچہ اُس کی آنکھ پر ایسا تیر مارا گیا کہ وُہ پُشت سر سے باہر نکل گیا پھر اور تیر لگائے گئے جب وُہ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا تو آگ میں جلا دیا گیا۔

عمرو بن حجاج کا قتل

اِس ملعون نے نہر فرات پر اِس لئے پہرہ لگایا تھا کہ پانی امام حسینؑ اور اُن کے بچّوں تک نہ پہنچنے پائے۔ پھر جب سب پیاسے شہید ہو گئے اور وقت عصر آیا تو سب سے پہلے اِسی نے امام حسینؑ کے جسم اقدس پر تلوار کا وار کیا تھا۔

یہ ملعون حضرت مُختار کے خوف سے بصرہ کی جانب بھاگ کر جا رہا تھا راستہ میں اُس کو خیال

ہُوا کہ اُس ملعون کا شُمار قاتلان امام حسین علیہ السّلام کی فہرست میں بہت نمایاں ہے اگر بصرہ گیا تو لوگ ملامت کریں گے لہٰذا کسی اور طرف بھاگ جانا چاہیئے یہ سوچ کر وُہ شراف کی طرف چلا۔ وہاں پہنچا تو وہاں کے باشندوں نے اُس کو وہاں ٹھہرنے نہ دیا اور کہا کہ تُو یہاں سے چلا جا کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ تیری وجہ سے مُختار کا لشکر یہاں ہم لوگوں پر حملہ آور نہ ہو۔ وُہ ایک طرف کو روانہ ہو گیا۔ اُس کے جانے کے بعد لوگوں نے آپس میں ندامت ظاہر کی کہ ایک مہمان کو اس طرح نکالنا مناسب نہ تھا۔ غرض اُن کی ایک جماعت نے اُس کو واپس لانے کے لئے اُس کا تعاقب کیا۔ عمرو بن حجاج نے اُن کو آتے دیکھا تو سمجھا کہ مُختار کے آدمی آ گئے وُہ تیز بھاگنے لگا یہاں تک کہ وُہ مقام "بیضہ" میں پہنچا اور اب وُہ بہت پیاسا تھا۔ وُہ اپنے ہمراہیوں سمیت پیاس سے بیحال ہو گیا تھا۔ ایک روایت کی بناء پر مُختار کے اصحاب وہاں پہنچ گئے تھے۔ وُہ ملعون شدّت عطش سے بیہوش ہو کر گر گیا تھا۔ اِن لوگوں نے اُسی مقام پر اُس کو قتل کر دیا اور اُس کا سر جناب مُختار کی خدمت میں لے گئے۔

حکیم بن طفیل سنبسی کا قتل

عمرو بن حجاج کے قتل کے بعد چند روز تک کوئی نہ گرفتار ہُوا نہ قتل کیا گیا تو ایک روز حضرت مُختار نے اپنے عاملوں کو جمع کر کے کہا کہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ مَیں نے تہیّہ کر لیا ہے کہ قاتلانِ حسینؑ میں سے کسی کو رُوئے زمین پر زندہ نہ چھوڑوں گا اور جب تک اُن کا خاتمہ نہ ہو جائے مَیں آرام سے نہ بیٹھوں گا۔ بروایت روضۃ المجاہدین فرمایا کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ قاتلان حسینؑ میں بڑے بڑے سر برآوردہ اشخاص ابھی تک باقی ہیں اور اب تک تُم نے اُن کو قتل نہیں کیا۔

یہ سُن کر ابو عمرہ نے کھڑے ہو کر کہا حضور کا فرمانا بجا و درست ہے لیکن ہم کیا کریں کہ بہت سے ذمّہ داران قتل حسینؑ ایسے بھی موجود ہیں جن کی سرپرستی بڑے بڑے لوگ کر رہے ہیں۔ جناب مُختار نے فرمایا میں اِس معاملہ میں کسی کی سرپرستی نہیں مانتا۔ ابو عمرہ نے کہا۔ اور لوگوں کی سرپرستی جانے دیجئے حضرت عباسؑ علمدار امام حسینؑ کا قاتل حکیم بن طفیل کی حفاظت عدی بن حاتم

کر رہے ہیں کیونکہ حکیم ان کا بہنوئی ہے یہ سُن کر جناب مُختار نے عبداللہ کامل کو حکم دیا کہ فوج کا ایک دستہ لے کر جاؤ اور حکیم بن طفیل کو گرفتار کر لاؤ عبداللہ کامل اُسی وقت روانہ ہو گئے اور جا کر اُس کا گھر گھیر لیا۔ پھر اندر جا کر اُس کی مُشکیں باندھ لیں اُس کی عورتوں اور کنیزوں نے رونا چلانا شروع کیا اور عدی بن حاتم کو جا کر اطلاع دی۔ وُہ فوراً آئے اور عبداللہ کامل سے کہا کہ اسے مجھے دے دو انہوں نے جواب دیا کہ مَیں امیر مُختار کی اجازت کے بغیر نہیں دے سکتا اور کیونکر ایسا کر سکتا ہوں، جبکہ میرے امیر نے قسم کھائی ہے کہ روئے زمین پر قاتلانِ حسینؑ میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اور یہ ملعون حضرت عباسؑ کا قاتل ہے۔ عدی بن حاتم نے کہا تُم میری بات نہیں مانتے مَیں امیر مُختار سے تمہاری شکایت کروں گا۔ عبداللہ نے کہا جو چاہے کیجیئے مگر مَیں اِس ملعون کو نہیں چھوڑوں گا عدی بن حاتم مایوس ہو کر جناب مُختار کے پاس پہنچے۔ جناب مُختار نے اُن کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اپنے پہلو میں جگہ دی۔ عدی نے آٹھ آدمیوں کو رسیوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے کھڑے دیکھا دریافت کیا تو جناب مُختار نے بتایا کہ یہ وُہ لوگ ہیں جو محمد بن اشعث کے ساتھ ہو کر مجھ سے لڑے تھے۔ لیکن مَیں نے یہ طے کیا ہے جو شخص مجھ سے لڑا ہو گا اُسے تو مَیں چھوڑ بھی دیتا ہوں لیکن جو شخص معرکۂ کربلا میں موجود رہا ہو گا اُس کو نہیں چھوڑتا اور نہ اُس کے بارے میں کسی کی سفارش سُنتا اور مانتا ہوں۔ عدی نے کہا مگر ایک شخص کی سفارش تو سُننا ہی پڑے گی اور وُہ حکیم بن طفیل ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اُس کا گُناہ مجھے بخش دیجئے اور اُس کے قتل سے درگذر کیجیئے۔ جناب مُختار نے فرمایا آپ صحابیٔ رسُول ہیں آپ کو شرم نہیں آتی ہے کہ آپ جناب عباسؑ کے قاتل کی سفارش کرتے ہیں۔ عدی نے کہا یہ سب سمجھتا ہوں مگر سفارش کے بغیر بھی چارہ نہیں ہے۔ اے امیر پھر مَیں درخواست کرتا ہوں کہ اُس کا گُناہ میرے حق میں بخش دیجئے۔ یہ سُن کر جناب مُختار نے سر جُھکا لیا اور فرمایا کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ نہ یہ گوارا ہے کہ آپ کی بات رد کروں اور نہ قاتل حضرت عباسؑ کو چھوڑ دینا گوارا ہے۔ مگر آپ کی خاطر بہر حال منظور ہے اور سرِ دست مَیں اُس کو چھوڑے دیتا ہوں مگر اس شرط پر کہ وُہ کُوفہ میں نہ دکھائی دے۔ عدی نے کہا انشاء اللہ وُہ کُوفہ سے باہر چلا جائیگا۔ اِسی اثناء میں عبداللہ کامل داخلِ دربار

ہوئے۔

جب عدی بن حاتم عبداللہ کامل سے کبیدہ خاطر ہو کر جناب مُختار کے پاس روانہ ہوئے تو عبداللہ کے ہمراہیوں نے یہ خیال کر کے کہیں امیر مُختار عدی کی خاطر سے اس کو چھوڑ نہ دیں تو اُسے راستہ ہی میں قتل کر دیا۔ بحوالہ اصدق الاخبار، عدی بن حاتم کے چلے جانے کے بعد عبداللہ کامل کے ساتھیوں نے اُن سے کہا کہ امیر مُختار عدی بن حاتم کو بہت زیادہ مانتے ہیں کیا عجب اُن کی سفارش اِس ملعون کے حق میں قبول کرلیں تو اس کے قتل میں پھر بہت تاخیر ہوجائے گی۔ لہٰذا اس کو یہیں قتل کر دینا چاہیئے کیونکہ اس نے جناب عباس علیہ السلام جیسی عظیم ہستی کو قتل کیا ہے۔ عبداللہ نے کہا میں تمہاری رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔ الغرض وُہ لوگ حکیم بن طفیل کے پاس آکر کہنے لگے اے ملعون تُو نے حضرت عباسؑ کو قتل کیا اور اُن کے کپڑے اُتارے۔ ہم تیرے کپڑے تیری زندگی ہی میں اُتاریں گے۔ اور تُو نے امام حسینؑ پر تیر چلایا ہے ہم تجھے تیروں سے چھلنی کریں گے۔ یہ کہہ کر ان لوگوں نے اُس کے کپڑے اُتار لیئے اور تیروں سے اُس کا جسم ساہی کے مانند بنا دیا۔ بالآخر وُہ واصلِ جہنّم ہو گیا اُس کے بعد اُس کا سر کاٹ لیا۔ الغرض عبداللہ کامل نے دربار میں حاضر ہو کر جناب مُختار سے عرض کی کہ اے امیر ہم حکیم بن طفیل کو لئے ہوئے آرہے تھے لیکن عام لوگوں نے اُس پر حملہ کر دیا اور ہم سے چھین کر اُس کو قتل کر دیا۔

یہ سُن کر عدی بن حاتم نے پُوچھا کیا تم لوگوں نے حکیم بن طفیل کو قتل کر دیا عبداللہ نے کہا میں نے نہیں بلکہ عوام نے قتل کیا ہے۔ جناب مُختار تو یہ سُن کر مسرور ہوئے اور عدی سے کہنے لگے اے شیخ یہ شخص قاتلانِ امام حسین میں سے تھا اُس کے قتل پر آپ کو غمگین نہ ہونا چاہیئے۔ لیکن عدی بن حاتم نہایت غُصّہ میں اُٹھے اور دربار سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ خُدا مجھے تیرا مُحتاج نہ کرے پھر دربار سے نکل کر جناب مُختار کے حق میں بہت نامناسب باتیں کیں۔ اُس کی باتیں سُن کر عبداللہ اور عمرہ جناب مُختار کی خدمت میں آکر کہنے لگے کہ اے امیر آپ نے عدی کو جو ڈھیل دے رکھی ہے اُسی کے سبب سے وُہ آپ کی شان میں گُستاخی کرتے ہیں۔ جناب مُختار نے فرمایا

اُس کو کہنے دو وُہ صحابیٔ رسُول ہے اور بُوڑھا ہے میں نے جو قصد کر رکھا ہے کہ کسی قاتل امام مظلوم کو نہ چھوڑوں گا نہ اُس کے بارے میں کسی کی سفارش قبول کروں گا اُس میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔

شمر بن الجوشن کا قتل

عدی بن حاتم کی سفارش کے باوجود حکیم بن طفیل نہ بچ سکا تو کوفہ میں رہنے والے قاتلانِ حسینؑ نہایت خوفزدہ ہوئے جنہیں اُمید تھی کہ سعی و سفارش سے ممکن ہے جان بچ جائے۔ یہ لوگ اب مایوس ہونے کی وجہ سے فرار ہونے کی کوشش میں مصروف ہوگئے۔ چند اشخاص شمر بن ذی الجوشن۔ اسحاق ابن اشعث۔ سنان بن انس۔ یزید بن انس۔ یزید بن حارث۔ مرۃ بن عبدالصمد وغیرہ نے آپس میں صلاح و مشورہ کیا اور کہا جب حکیم بن طفیل، عدی بن حاتم کی سفارش سے جانبر نہ ہوسکا تو ہمارے بچنے کی کیا اُمید ہوسکتی ہے لہٰذا ہم کو یہاں سے فرار ہوکر مصعب بن زبیر کے پاس پہنچ جانا چاہیئے۔ شمر ذی الجوشن نے یہ تجویز پیش کی اور سب نے پسند کی اور طے پایا کہ جلد سے جلد کُوفہ سے روانہ ہوجانا چاہیئے۔ لیکن جب روانگی کا وقت آیا تو سب نے جانے سے انکار کردیا مگر شمر ذی الجوشن تنہا روانہ ہونے پر آمادہ ہُوا اور اُس نے اپنے خالہ زاد بھائی حارث بن قرین کے پاس کسی سے کہلا بھیجا کہ میرے لئے بصرہ تک پہنچانے کے واسطے ایک رہبر بھیجدو۔ اُس نے ایک رہبر ساتھ کر دیا اور شمر اور سنان بن انس اور اُن کے ساتھ دُوسرے گیارہ کُوفی رات کے وقت کُوفہ سے روانہ ہوگئے۔

آدھی رات کے بعد عبداللہ کامل کو اس کی اطلاع ہوئی تو فوراً جناب مُختار کے پاس آئے اور اُس کے بھاگ جانے کی خبر دی۔ حضرت مُختار کے غلام خیر کو اُس کے بھاگ جانے کی اطلاع ہوئی تو اُسی وقت اٹھارہ جوانوں کو ہمراہ لے کر اُس نے شمر کا تعاقب کیا۔ اور راستہ میں شمر تک پہنچ گیا۔ شمر نے اپنے ہمراہیوں سمیت اُس کا مقابلہ کیا۔ کافی دیر تک جنگ ہوئی بالآخر غلام کو شکست ہوئی اور وُہ کُوفہ کی جانب فرار ہُوا شمر نے تعاقب کیا اور دو شخصوں کو قتل کر دیا۔ خیر واپس

کوفہ آیا اور صبح کو جناب مختار سے رات کی روداد بیان کی جناب مختار نے اُس سے کہا تو نے کیوں رات کو اُس کا تعاقب کیا۔ اُس نے عرض کی میں نے سوچا کہ یہ ملعون کوفہ سے نکل کر آپ کے قبضہ سے باہر ہو جائے گا اور قتل سے بچ جائے گا دوسرے یہ کہ میں نے چاہا کہ میں اُس کو قتل کر کے زیادہ ثواب حاصل کروں۔

شمر کوفہ سے بھاگ کر روپوش ہو گیا۔ جناب مختار نے قبیلہ مذحج و مراد و ہمدان سے ایک ایک آدمی لے کر اُن کو حکم دیا کہ اُس ملعون کو تلاش کریں بروایتے نورُ الاحبار قبیلۂ ہمدان سے سالم بن اعور کو، قبیلہ مراد سے حمید بن مہذب کو اور قبیلۂ مذحج سے حسان بن پہنان کو منتخب فرمایا۔ الغرض یہ لوگ اُس کی تلاش میں روانہ ہوئے اور آخر کار پتہ لگا لیا۔ اور جناب مختار کو مطلع فرمایا۔ جناب مختار نے عبداللہ کامل، ابوعمرہ اور حاجب کو حکم دیا کہ جلد روانہ ہوں اور اُس ملعون کو گرفتار کر لائیں۔ یہ لوگ روانہ ہو کر کلپانیہ پہنچے۔ شمر وہاں پہلے سے موجود تھا مگر ان لوگوں کو اطلاع نہ تھی۔ وُہ اِس گاؤں سے ہٹتے ہوئے دو فرسخ آگے نکل گئے۔ شمر نے وہاں کے موذن و پیش نماز کو بُلا کر کہا کہ مجھے ایسے دو اشخاص فراہم کر دو جو میرا خط بصرہ لے جانے اور مجھے بصرہ تک پہنچا دینے میں مدد دیں۔ مؤذن اور پیشِ نماز نے ایسے دو اشخاص مہیا کر دیئے ایک خط لے جانے اور دُوسرا رہبری کے لئے۔ شمر نے پانچ دینار پیش نماز و مؤذن کو دے کر رُخصت کیا اور نامہ بر کو جو ایک یہودی تھا ایک خط دیا کہ اِس کو مصعب بن زبیر کے ہاتھ دینا اور تاکید کر دی کہ راستہ میں ضرورت سے زیادہ نہ ٹھہرنا۔ یہودی اُسی راستہ سے خط لئے ہوئے تیزی سے جا رہا تھا جس مقام پر عبداللہ کامل وغیرہ پانچ سَو سواروں کو لئے ہوئے ٹھہرے تھے۔ یہودی بھی اُسی گاؤں میں اپنے ہم قوم کے لوگوں کے پاس ٹھہرا اور اُن سے شمر کی شکایت کر رہا تھا کہ شمر نے اتنی دُور مجھے بھیجا ہے مگر میری اُجرت نہیں دی عبداللہ کے لشکر کا ایک سوار اُسی طرف سے گذر رہا تھا جس کا نام عبدالرحمٰن بن ابی کنود تھا اُس نے اُس یہودی کی گفتگو سُن لی اور اس کو عبداللہ کامل کے پاس لے گیا۔ عبداللہ اور ابوعمرہ نے اُس سے پوچھا تو کہاں سے آرہا ہے اُس نے کہا۔ ایک بدصورت ظالم اور دِل آزار کے

پاس سے آ رہا ہوں۔ پوچھا کہ اُس کا نام کیا ہے۔ کہا مجھے نام نہیں معلوم وُہ پرسوں ہمارے گاؤں میں آیا ہے اور ایک خط دیا ہے کہ مصعب بن زبیر کو پہنچا دوں۔ عبداللہ کامل نے وُہ خط مانگا اُس نے نکال کر دیدیا۔ عبداللہ نے جب خط پڑھا تو سمجھے کہ یہ اُسی ملعون کا خط ہے جس کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ الغرض عبداللہ اُسی وقت کلپانیہ کے لئے واپس چلے۔ اُدھر شمر سے ایک شخص نے کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرا خط پکڑا جائے اور مختار کے اصحاب تجھ پر حملہ کر دیں بہتر ہے کہ آج ہی شب کو ہم لوگ یہاں سے کوچ کر دیں۔ شمر نے کہا مختار سے اس قدر ڈرتے ہو وُہ کیا کر سکتا ہے مَیں تو ابھی تین روز یہاں ٹھہروں گا۔ یہ کہہ کر شمر تو سو گیا۔ یکایک عبداللہ کامل کا لشکر پہنچ گیا۔ شمر بستر پر لیٹا ہُوا راہبر سے بصرہ کا راستہ معلوم کر رہا تھا۔ مُسلم بن عمر کہتا ہے کہ مَیں بھی شمر کے پاس بیٹھا تھا میرے کانوں میں چھوٹے قسم کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آنے لگی پھر ایسا معلوم ہُوا کہ وُہ جنگی گھوڑے ہیں۔ ٹاپوں کی آواز سُن کر مَیں باہر نکلا۔ مَیں نے عبداللہ کامل کا لشکر دیکھا تو فوراً دہقانی لباس پہن کر ایک درخت پر چڑھ گیا۔ شمر صرف پائجامہ پہنے ہوئے لیٹا تھا اُس کو کسی نے اطلاع دی تو وُہ خیمہ سے باہر نکلا اور اُس کی نگاہ لشکر پر پڑی تو فوراً اندر جا کر جلدی جلدی ہتھیار لگائے اِسی اثناء میں عبداللہ کا لشکر وہاں پہنچ گیا اور اُس کے خیمہ کا محاصرہ کر لیا۔ شمر سلاح جنگ سے آراستہ ہو کر باہر نکلا۔ پھر وُہ اور اُس کے ساتھی عبداللہ کے لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ تھوڑی دیر تک نیزے چلتے رہے اور اسی اثناء میں اُس کے ساتھی اُسے چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ اب شمر نے تلوار نکال کر جنگ کرنا شروع کی اُس نے ایک مومن کو شہید کر دیا تو عبداللہ کے لشکر نے اُس پر یکبارگی حملہ کر دیا۔ اِس حملہ میں سنان بن انس اور شمر ملعون بھی زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا اور اُس کے ساتھ حرث بن قرنی بھی گرفتار ہُوا یہ لوگ ان کو لے کر کُوفہ روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے اور ان لوگوں نے جو استقبال کے لئے آئے تھے ان کو دیکھا تو نعرۂ تکبیر بلند کیا اور بہت خوش ہوئے کُوفہ میں پہنچ کر ان کو قید کر دیا گیا۔ صبح کو جناب مُختار کے سامنے پیش کئے گئے۔ جناب مُختار نے اُن کے قتل کا حکم دیا تو عبداللہ کامل نے التماس کیا کہ شمر ملعون اُن کے حوالے کر دیا جائے۔ وُہ اُن کے حوالے کر دیا گیا تو انہوں نے زیتون کے

تیل سے بھرا ہُوا ایک بڑا دیگ آگ پر رکھوایا جب تیل کھولنے لگا تو اُس میں اُس ملعون کو ڈال دیا۔ جب وُہ نیم مُردہ ہو گیا تو اُسے نکال کر اُس کے ناخن اُکھاڑ دیئے پھر اُس کی کھال کھینچ لی اور رگیں کاٹ دیں اور اُس کو زبردستی قطران پلایا جس میں نفطہ پڑا ہُوا تھا جس سے اُس کی آنتیں کٹ گئیں، پھر اُس کی زبان کھینچ لی گئی جب وُہ مرنے کے قریب پہنچا تو اُس کا سر کاٹ کر جامع مسجد کے سامنے لٹکا دیا اور جسم کو آگ میں جلا دیا۔

شمر کے قتل ہونے پر جناب مُختار نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ بروایت نورالعین امام حسین علیہ السّلام نے بوقتِ شہادت اُس کو ابلق کُتا فرمایا تھا اُس کے جسم پر کُتوں کی طرح بوز اور سُور کی طرح بال تھے ایک روایت میں ہے کہ شمر مرنے کے بعد کُتے کی صُورت میں مسخ ہو گیا تھا۔

حرث بن قرنی کی پیشی اور رہائی

جب شمر ملعون واصل جہنم ہُوا تو اُس کے ساتھی حرث بن قرنی کی پیشی ہوئی۔ جب جناب مُختار کی نگاہ اُس پر پڑی تو آپ نے فرمایا اے حرث مَیں تجھے دوستدار اہلبیت سمجھتا تھا مگر تُو اُن حضرات کا دُشمن نکلا اُس نے عرض کی اے امیر مَیں دوست دار اہلبیت ہی ہوں جس روز عمرو بن سعد نے کربلا کی روانگی کا حکم دیا تھا مَیں اپنے گھر میں رُوپوش ہو گیا تھا اور ہرگز جنگ کربلا میں شریک نہیں ہُوا۔ اے امیر کربلا کے مظالم یاد کر کے مَیں برابر روتا رہا ہوں اور آج بھی میرا دل رو رہا ہے اور قیامت تک روتا رہے گا۔ جناب مُختار نے پُوچھا پھر تُو شمر کے ہمراہ کیوں گیا تھا کہ گرفتار ہو کر اب میرے سامنے پیش کیا گیا۔ اُس نے جواب دیا کہ شمر میرا خالہ زاد بھائی تھا اُس کے اصرار سے مَیں اُس کے ہمراہ چلا گیا تھا کیونکہ اُس سے مجھے خطرہ تھا کہ قتل کر دے گا۔ حارث کے اس بیان کی تائید تمام اہل دربار نے کی تو جناب مُختار کو یقین ہُوا اور اُس کو رہا کر دیا۔

سنان بن انس کا قتل

یہ ملعون قتل امام حسینؑ میں پُورے طور سے شریک تھا اور بے انتہا ظلم ڈھائے تھے۔

اُس کا ایک ظُلم یہ بھی تھا کہ ایک کمر بند کے لئے حضرت کے دست مُبارک کو توڑا تھا۔ یہ پہلے تو جناب مُختار کے خوف سے بصرہ بھاگ گیا تھا کچھ دنوں کے بعد وہاں سے قادسیہ چلا گیا۔ جناب مُختار کی طرف سے اُس کے لئے جاسُوس مقرر تھے انہوں نے اُس کے حدود بصرہ سے نکلنے کی اطلاع جناب مُختار کو دی۔ حضرت مُختار نے اپنا لشکر بھیجا۔ اُس نے عذیب اور قادسیہ کے درمیان اُس کو گرفتار کیا اور لا کر جناب مُختار کی خدمت میں پیش کیا۔ بروایت نُورُالابصار جب یہ بصرہ بھاگا تھا تو جناب مُختار نے اس کا گھر کھدوا ڈالا تھا۔ اب گرفتاری کے بعد جب اُس کی پیشی ہوئی تو جناب مُختار نے پُوچھا اے ملعون بیان کر تُو نے کربلا میں کیا کیا ستم کئے۔ اُس نے کہا ایک اُن میں سے یہ ہے کہ جناب امام حسینؑ جب گھوڑے سے زمین پر گر چکے تھے تو میں اُن کے قریب پہنچا میں نے چاہا کہ اُن کا کمر بند حاصل کروں جیوں ہی میں نے کمر بند پر ہاتھ رکھا اُنہوں نے کمر بند پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے اُن کا ہاتھ ہٹا دیا۔ اور کمر بند کھولنے لگا تو پھر اُنہوں نے ہاتھ رکھ دیا، میں نے پھر ہٹا دیا۔ آخر کار میں نے اُن کا ہاتھ توڑ کر پھینک دیا اور کمر بند نکال لیا۔ یہ سُننا تھا کہ جناب ابراہیم ڈھاریں مار کر رونے لگے اور اُن کے رونے سے دربار میں کہرام مچ گیا۔

حضرت مُختار نے پھر پُوچھا اے ملعون تُو نے اور کیا کیا ظُلم کئے تھے۔ اُس نے کہا میں نے اُن کو شہید کیا اور اس پر فخر و مباہات کیا کرتا تھا یہ سُن کر جناب مُختار نے ایک آہ کی اور بے اختیار رونے لگے کہتے جاتے تھے کہ اے ملعون فرزندِ رسُولؐ نے تیرا کیا بگاڑا تھا۔ جناب ابراہیم نے اُس ملعون کو اپنے قریب بُلایا اور اُسے چت لٹا کر پہلے اُس کی دونوں آنکھیں نکلوائیں۔ پھر اُس کے ہاتھوں کے ناخنوں کو اُکھڑوایا۔ پھر دونوں ہاتھوں کو تڑوا دیا۔ پھر اُس کے دونوں رانوں کے گوشت کٹوا کر نیم برشت اُسے کھلایا۔ انکار کرنے پر لوگ نیزہ سے چھیدتے رہے۔ جب وُہ مرنے کے قریب پہنچا تو اُس پر پتھر برسوائے۔ آخر میں اُس کو ذبح کر کے آگ میں جلا دیا اور اُس کی خاک ہَوا میں اُڑا دی۔ بقول امام ابو اسحاق اسفرائنی اس ملعون نے کربلا میں امام حسینؑ کی زرہ اور انگوٹھی لُوٹی تھی۔

اسحاق بن اشعث کے لئے سفارش اور اُس کا قتل

اِس ملعون نے جب سنان بن انس کی ذلت وخواری کے ساتھ موت کا حال سُنا تو اپنے متعلق بہت متفکر ہُوا اور اپنے بہنوئی عبداللہ کامل کے گھر نمازِ عشا کے وقت پہنچا۔ اُس کی بہن کی نگاہ جب اُس پر پڑی تو دوڑکر اُس کے گلے سے لپٹ گئی۔ اور آنے کا سبب دریافت کیا۔ پھر عبداللہ کامل کے پاس لے گئی۔ عبداللہ نے اُس سے کہا اے اسحاق کربلا میں تُونے جو کچھ کیا اچھا نہیں کیا اُس نے کہا جو کچھ کرچکا وُہ توکرچکا لیکن اب میری جان تمہارے ہاتھ میں ہے تُم چاہو تو بچالو چاہے قتل کرڈالو عبداللہ نے کہا تم یہاں بیٹھو میں جاتا ہوں اور تم کو بچانے کی جس قدر ممکن ہوگا کوشش کروں گا۔ بالآخر علی الصباح عبداللہ کامل حضرت مُختار کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں پہنچ کر بڑی لجاجت و انکساری سے عرض کی کہ اے امیر آپ عرصہ سے فرمایا کرتے تھے جو کچھ کہو قبول کروں گا۔ اے امیر مَیں نے آج تک کوئی درخواست نہیں کی آج ایک خواہش پیش کرتا ہوں اور وُہ یہ ہے کہ اسحاق بن اشعث کو مجھے بخش دیجئے جناب مُختار نے یہ سُن کر عبداللہ کی طرف نگاہ کی اور اُس کی انگشتری دیکھ کر فرمایا کہ اچھا تمہاری خواہش پر غور کروں گا تُم یہ تو بتاؤ کہ یہ انگوٹھی کس نے بنائی ہے بہت بہتر ہے۔ عبداللہ نے انگوٹھی اُتار کر حضرت مُختار کو دیدی۔ جناب مُختار نے انگشتری دیکھتے ہوئے عبداللہ کامل سے فرمایا کہ بنی کندہ میں چند قاتلانِ امام حسینؑ جمع ہیں اُنہیں گرفتار کرلاؤ عبداللہ فوراً روانہ ہوگئے۔ اُدھر عبداللہ گئے ادھر جناب مُختار نے اپنے غلام خیرؔ سے فرمایا کہ عبداللہ کی انگشتری لے کر اُس کے گھر جاؤ اور کہو کہ تمہارے شوہر نے انگشتری نشانی کے طور پر بھیجی ہے اور کہا ہے کہ امیر نے تمہارے بھائی کو میرے لئے بخش دیا ہے اور کہا ہے کہ اُس کو بُلا دو تاکہ مَیں خلعت عطا کروں۔

خیرؔ انگوٹھی لئے ہوئے عبداللہ کامل کے مکان پر پہنچا اور اُس نے اس کی عورت سے جس طرح جناب مُختار نے بتایا تھا بیان کیا۔ عبداللہ کی بیوی یہ سُن کر اپنے بھائی کے پاس گئی

اور بولی۔ اے بھائی تجھے مبارک ہو کہ مختار نے تجھے معاف کر دیا ہے۔ عبداللہ نے یہ انگوٹھی نشانی کے طور پر بھیجی ہے اور تجھے بلایا ہے تاکہ مختار خلعت عطا کریں۔ اسحاق نے کہا میں مختار سے ڈرتا ہوں مجھے یقین نہیں کہ وہ مجھے بخشے گا۔ یہ سن کر خیر نے کہا اے شیخ اگر امیر کے دل میں تیری طرف سے کچھ برائی ہوتی تو تیری گرفتاری کے لئے لشکر بھیجتا۔ بالآخر اسحاق بادلِ ناخواستہ دارالامارہ کی طرف چلا دارالامارہ پر پہنچ کر خیر نے کہا تم یہیں ٹھہرو میں تمہارے آنے کی اطلاع امیر کو کردوں۔ اسحاق ٹھہر گیا اور خیر نے جناب مختار سے جا کر کہا کہ اسحاق ملعون کو لایا ہوں اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ جناب مختار نے فرمایا اس ملعون کو میرے پاس نہ لاؤ اور بہت جلد قتل کر دو کہ عبداللہ کامل واپس نہ آنے پائیں یہ سن کر خیر باہر آیا اور اپنی آستین الٹی اور اپنی تلوار نیام سے نکال لی۔ اسحاق نے یہ حال دیکھا تو کہا کیا ارادہ ہے اس نے کہا تم بیٹھ جاؤ تو میں بتاؤں اسحاق نے کہا میرے قتل کا ارادہ ہے حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ امیر نے مجھے امان دی ہے۔ خیر نے کہا اے ملعون کیا تجھے معلوم نہیں کہ امیر مختار قاتلانِ حسینؑ کو ہرگز امان نہیں دیتے۔ اسحاق نے کہا اے خیر تم امیر مختار سے جا کر کہہ دو کہ میں تیس[۳] ہزار درہم بیس[۲] اونٹ اور ہزار گوسفند ہدیہ کرنے کو تیار ہوں اور اے خیر اگر تو میرا یہ پیغام امیر تک پہنچا دے گا تو میں ایک ہزار دینار تجھے دوں گا۔ یہ سن کر حاجب نے کہا۔ انتظار کس بات کا ہے امیر کے حکم میں یہ تاخیر کیوں ہے۔ تجھے جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کر کہ تیری خیر اسی میں ہے۔ یہ ملعون جو کچھ دیتا ہے آخرت میں اس کا قتل اس سے زیادہ بہتر ثابت ہوگا۔ خیر نے یہ سن کر اس کی گردن پر ایسی تلوار لگائی کہ اس کا سر دس[۱] قدم کے فاصلہ پر جا گرا۔

اس کے قتل ہوتے ہی عبداللہ کامل واپس آ گئے اور حضرت مختار سے عرض کی کہ بنی کندہ میں تو کوئی نہیں ملا جناب مختار نے فرمایا کہ تمہیں تو کوئی نہیں ملا مگر مجھے ایک ملعون مل گیا تھا اور میں نے اسے قتل کرا دیا۔ عبداللہ نے پوچھا وہ کون تھا۔ حضرت مختار نے فرمایا ابھی اس کا سر منگواتا ہوں اس کے بعد حکم دیا کہ مقتول کا سر لایا جائے یہ سن کر خیر باہر گیا اور اسحاق کا سر لے آیا۔ عبداللہ

کامل نے جب اُس ملعون کا سر دیکھا تو خوشی میں بول اُٹھے "الحمدللہ" اِس ملعون سے میرا پیچھا چھُوٹا۔ اِس کے بعد حضرت مُختار سے اجازت لے کر اپنے مکان پر آئے اور وہاں پہنچ کر اپنی زوجہ کو طلاق دیدی جو اسحاق بن اشعث کی بہن تھی۔ دُوسرے روز جناب مُختار کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا۔ جناب مُختار سُن کر تخت سے اُٹھے اور عبداللہ کامل کو سینہ سے لگا کر فرمایا خداوندِ عالم تمہاری اس پُرخلوص خدمت کے عوض جزائے خیر عطا فرمائے۔

بعض کُتب میں اسحاق بن اشعث کے بجائے قیس بن اشعث تحریر ہے۔ اخبار الطوال میں ہے کہ اُس نے قطیفۂ امام حسینؑ لُوٹا تھا۔

ابوالخلیق، شاعر ابن زیاد کا قتل

اِس کے بعد کسی غرض سے جناب مُختار کُوفہ سے باہر تشریف لے گئے اور اپنا قائم مقام جناب ابراہیم کو مقرر کر گئے تھے۔ حضرت ابراہیم کے سامنے ایک شخص گرفتار ہو کر آیا جس کو ابن زیاد کے دربار کا شاعر کہا جاتا تھا۔ وُہ بھی قاتلان امام حسینؑ میں سے تھا۔ لیکن ابوالخلیق نے کہا مَیں ہرگز کربلا میں نہ تھا اور نہ مَیں امام حسینؑ کے قتل میں شریک ہُوا تھا۔ البتہ مُختار سے برسرِ پیکار رہا ہوں۔ جناب ابراہیم نے فرمایا کہ اگر تُو کربلا میں نہ تھا تو تجھے کوئی اذیت نہ پہنچائی جائے گی تُو اطمینان رکھ۔ اِس کے بعد اُس نے حضرت ابراہیم کی مدح میں چند اشعار کہے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا تو ابنِ زیاد کے ساتھ کیوں شریک تھا اُس نے کہا پیٹ کے لئے۔ لیکن میرے دِل میں اُس کی وقعت نہ تھی۔ مَیں صرف زبان سے اُس کی مدح کرتا تھا اور دِل میں اُس پر لعنت کرتا تھا۔ جناب ابراہیم نے اُس کو بیس درم دلوا دیئے اور کہا امیر مُختار کے آنے کا انتظار کر وُہ واپس آجائیں تو تجھے مالامال کر دیں گے۔ اُس نے پھر چند اشعار مدح ابراہیم میں پڑھ کر کہا کہ میرے لئے یہی بہت ہے جو آپ نے عطا فرمائے ہیں۔ آپ مجھے رہا فرمادیں تاکہ واپس چلا جاؤں کیونکہ میرے اہل وعیال انتظار میں بیچین ہوں گے حضرت ابراہیم نے فرمایا جناب مُختار آتے ہی ہوں گے اِس قدر جلدی تجھے کیوں ہے۔ ابوالخلیق نے

پھر کہا مجھے رہا فرما دیجئے ۔ جناب ابراہیم نے پھر وہی جواب دیا اُس نے پھر درخواست کی کہ مجھے اب یہاں نہ رکھا جائے بلکہ رہا کر دیا جائے ۔ جناب ابراہیم نے فرمایا تیری اِس بیقراری اور عجلت سے مجھے شُبہ ہوتا ہے آخر یہاں سے جلد جانے کی کوشش کیوں کر رہا ہے ۔ اُس نے کہا اے امیر اصل وجہ یہ ہے کہ مَیں نے عبداللہ کامل کی ہجو کی ہے ۔ اِسی سبب سے وُہ مجھے گرفتار کرلایا ہے مجھے یقین ہے کہ اگر وُہ آگیا تو مجھے زندہ نہ چھوڑے گا ۔ ابراہیم نے کہا تُو فکر نہ کر شعراء کی ایسی غلطیاں ہمیشہ نظرانداز کردی جاتی ہیں ۔ اگر تُو نے عبداللہ کامل کی مذمّت کی ہے تو اُس کا کوئی خیال نہ کیا جائے گا ۔ لیکن اگر یہ ثابت ہوگیا کہ تُو قاتلانِ امام میں سے ہے تو ہرگز معاف نہ کیا جائے گا ۔ تُو کل تک انتظار کر اور اِس عرصہ میں حضرت علیؑ اور اُن کی اولاد کی مدح میں اشعار کہتا رہ ۔ جتنے اشعار ہو جائیں وُہ امیر مُختار کے سامنے دربار میں سُنانا اور ہم سے بے حساب انعام لینا ۔ اِس کے بعد کچہری برخاست ہوگئی ۔

دُوسرے روز جناب ابراہیم نے اُس کو دربار میں طلب فرمایا وُہ آیا تو آپ نے اس سے دریافت کیا کہ کل سے اِس وقت تک تُو نے کتنے اشعار مدحِ امیر المومنینؑ میں کہے ۔ اُس نے کہا اے امیر میں نے بہت کوشش کی مگر اشعار لکھنے میں کامیاب نہ ہو سکا ۔ حضرت ابراہیم نے ہنس کر فرمایا کہ اے ملعون تو یقیناً دشمن آلِ رسولؐ ہے اِسی سبب سے تیرا ذہن اُن کی مدح میں کام نہیں کرتا ۔ اِسی اثناء میں جناب مُختار واپس آگئے اُن کے ہمراہ عبداللہ کامل بھی تھے ۔ عبداللہ نے عبدالخلیق کو دیکھتے ہی کہا یہ وُہ ملعون ہے جو ابن سعد کے حکم سے شہداء حسینی کے نام لکھتا تھا ۔ دشمنانِ آلِ رسولؐ کو قتلِ فرزندِ رسول کی ترغیب دیتا تھا ۔ یہ سُن کر وُہ ملعون سر بزانو ہوگیا ۔ اس کے بعد جناب مُختار نے فرمایا اے ابوالخلیق تُو اُن اشقیاء کے نام لکھوا دے جو امام حسینؑ کے قتل میں شریک تھے ۔ اُس نے کہا میں اِس شرط پر اُن سب کے نام لکھوا دوں گا جو مجھے یاد ہوں گے اور اِس کے عوض مجھے رہا کر دیا جائے جناب مُختار نے فرمایا منظور ہے ۔ چُنانچہ اُس نے قاتلانِ حسینؑ کے بہت سے نام لکھوائے اور دربار سے اُٹھ کر چلا گیا ۔ وُہ ملعون جونہی بازار میں

پہنچا۔ عبداللہ کامل کے غلام نے بحکم عبداللہ زہر آلود تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضرت مختار کو جب اُس کے قتل کی اطلاع ملی تو آپ بہت خوش ہوئے۔

قیس ابن حفص شیبانی کا قتل

اسی اثناء میں جناب مختار کو ایک شخص نے دربار میں آکر یہ خبر دی کہ قیس بن حفص عورتوں کا لباس پہن کر کوفہ سے بھاگا جا رہا ہے۔ وُہ چادر اوڑھے ہوئے ہے اور موزہ پہنے ہے ایک گدھے پر سوار چلا جا رہا ہے۔ حضرت مختار نے عبداللہ کامل کو حکم دیا کہ اُسے جلد گرفتار کرکے لاؤ۔ عبداللہ کامل فوراً روانہ ہوئے اور اُس کو اُسی حال سے گرفتار کرکے بازار کی طرف سے لائے۔ اہل بازار اُس پر لعنت کرتے تھے۔ الغرض وُہ اِسی صورت سے دربار میں لایا گیا اور جناب مختار کے حکم سے اُلٹا لٹکا کر واصل جہنم کیا گیا۔

حرملہ ابن کاہل اسدی کا قتل

یہ وُہ ملعون ہے جس کے مظالم کا اثر اہلبیت اطہار اور امام زین العابدینؑ کے دلوں پر مدت العمر باقی رہا۔ اِسی ظالم نے تیر شعبہ سے جناب علی اصغرؑ کو امام حسینؑ کے ہاتھوں پر شہید کیا تھا۔ جناب مختار کو اس کی بہت تلاش و جستجو تھی ایک دن آپ کہیں جانے کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو کسی نے اطلاع دی کہ حرملہ گرفتار ہو گیا۔ آپ یہ سُن کر بہت خوش ہوئے۔ وُہ جب آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے جلادوں کو بُلوایا اور حکم دیا کہ پہلے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں پھر اُس پر تیر برسائے جائیں۔ اس کے بعد آگ میں جلا دیا جائے۔ چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اور اِس طرح وُہ ملعون واصلِ جہنم ہُوا۔

اِسی ملعون نے جناب عبداللہ بن حسنؑ کے ہاتھ کاٹے تھے اور اُس معصوم کو امام حسینؑ کی آغوش میں تیر سے شہید کیا تھا۔ اور یہی امام حسینؑ کے سر مبارک کو نیزہ پر بلند کرکے کوفے لے گیا

تھا۔ انہی وجوہ کی بناء پر امام زین العابدینؑ کا دل بہت دُکھا ہُوا تھا۔

روایت منہال

منہال بن عمر کا بیان ہے کہ مَیں کُوفہ سے بغرض حج مکّہ معظمہ گیا تھا وہاں امام زین العابدین علیہ السّلام سے مُلاقات ہوئی تو حضرت نے مجھ سے حرملہ بن کاہل اسدی کا حال پُوچھا مَیں نے کہا وُہ کُوفہ میں زندہ و سلامت موجود ہے یہ سُن کر امام زین العابدینؑ نے ہاتھ اُٹھا کر تین مرتبہ فرمایا اللّٰھم اذقہ حرّ النار خُداوندا اُسے آگ کا مزہ چکھا۔ منہال کہتے ہیں کہ اس کے بعد مَیں کُوفہ آیا اور پھر جناب مُختار سے ملنے گیا۔ وُہ اپنے مکان سے نکل کر ایک طرف جا رہے تھے۔ مَیں بھی ساتھ ہو لیا۔ اُنھوں نے مجھ سے حالات دریافت کئے اور کہا تم نے ہماری حکومت میں شرکت نہیں کی۔ تم کہاں تھے مَیں نے کہا حج کے لئے گیا تھا۔ غرض اِسی طرح باتیں کرتے ہوئے کناسہ تک پہنچے وہاں حضرت مُختار ٹھہر گئے مَیں نے سمجھا کہ کسی کا انتظار ہے اتنے میں مجھے کچھ لوگ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ وُہ لوگ جب قریب پہنچے تو بیان کیا حرملہ گرفتار ہو گیا ہے۔ آپ نے فوراً شُکر خُدا ادا کیا۔ جب اُس کو سامنے لائے تو فرمایا خُدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے تجھ پر قابُو عطا فرمایا اے ملعون خُدا تجھ پر لعنت کرے تُو نے آلِ محمدؐ پر بے حد ستم ڈھائے ہیں۔ پھر جلّاد کو بُلوا کر حُکم دیا کہ اس کے پیر کاٹ دیئے جائیں اور مختلف قسم کے عذاب میں مُبتلا کر کے آگ میں جلا دیا جائے۔ چُنانچہ اِسی حکم کے مطابق اُس کو واصلِ جہنّم کیا گیا۔ منہال بیان کرتے ہیں کہ یہ حال دیکھ کر مَیں نے دو مرتبہ سُبحان اللہ کہا۔ جناب مُختار نے فرمایا کہ اے منہال تسبیح تو ہر وقت کہنا بہتر ہے لیکن اِس وقت تم نے خاص طور سے کس لئے تسبیح کی۔ مَیں نے عرض کی مَیں حج کے موقعہ پر امام زین العابدین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہُوا تھا۔ حضرت کو اس کی اطلاع ہے کہ آپ خُونِ امام حسینؑ کا انتقام لے رہے ہیں اُنھوں نے مجھ سے پُوچھا کہ حرملہ قتل ہُوا یا نہیں مَیں نے کہا ابھی تک تو وُہ زندہ ہے تو حضرت نے ہاتھ اُٹھا کر تین مرتبہ فرمایا کہ خُداوندا اُس کو آگ کا مزہ چکھا۔ مَیں نے حضرت کی دُعا کی قبولیّت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی کہ حرملہ نذرِ آتش کر دیا گیا۔

یہ سُننا تھا کہ جناب مُختار خوشی سے پھُولے نہ سمائے اور کہا اے منہال سچ بتاؤ کیا میرے امام نے ایسا فرمایا تھا میں نے کہا بالکل سچ کہتا ہوں یہ سُن کر مُختار گھوڑے سے کُود پڑے اور زمین پر سجدۂ شُکر کے لئے پیشانی رکھ دی اور دیر تک سجدہ میں مشغول تھے اس کے بعد سوار ہو کر روانہ ہوئے میرے مکان کے قریب پہنچے تو میں نے درخواست کی کہ غریب خانہ پر تشریف لے چلئے کھانا تناول فرمایئے انہوں نے کہا اے منہال میں کھانا نہیں کھا سکتا کیونکہ میں شُکر کے روزے سے ہوں اب اس سے بڑی نعمت میرے لئے کیا ہو سکتی ہے کہ میرے امام کی دُعا میرے ہاتھوں پُوری ہوئی۔

جناب مولانا ظفر حسن صاحب کی تحقیق کے مطابق جس وقت جناب مُختار کی نظر حرملہ پر پڑی آپ نے ڈانٹ کر فرمایا او ملعون خدا تجھ پر لعنت کرے بتا تُو نے کیا کیا تھا۔ اُس نے کہا اے امیر میرے تین تیر ایسے نکلے جن سے میری تیر اندازی کا کمال ظاہر ہو گیا۔ پہلا تیر مشک سکینہؑ پر لگا جب کہ علمدار حسینی مشک بھر کو خیمہ کی جانب لے جا رہے تھے۔ ابن سعد نے مجھ سے کہا اگر یہ پانی پیاسوں تک پہنچ جائے گا تو غضب ہو جائے گا۔ یہ سُن کر میں نے ایسا تیر مارا کہ مشک چھد گئی اور سارا پانی بہہ گیا۔ اور دُوسرے تیر سے میں نے ششماہے علی اصغرؑ کا گلا چھید دیا تھا۔ اور وُہ صغیر بچہ حسینؑ کے ہاتھوں پر تڑپ کر مر گیا۔ تیسرا تیر میں نے اُس وقت لگایا جبکہ حسینؑ زخموں سے چُور چُور ہو کر زمین پر بیٹھے تھے اور وُہ تیر حسینؑ کی پیشانی پر لگا جس سے وُہ گر پڑے۔ مُختار یہ سُن کر ضبط نہ کر سکے اور بڑھ کر اپنی تلوار سے اُس ملعون کے دونوں ہاتھ قطع کر دیئے پھر اُس کو آگ میں زندہ جلوا دیا۔

عمر بن صبیح صیداوی کا قتل

جناب مُختار کے آدمیوں نے اس کے گھر کا محاصرہ کیا اور اُس کے گھر میں داخل ہو گئے یہ ملعون اپنے مکان کے کوٹھے پر سو رہا تھا اور تلوار اُس کے سر کے نیچے رکھی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے اُس کو تلوار سمیت گرفتار کر لیا اور اُس کی مشکیں کس لیں اس نے کہا کہ یہ تلوار کتنی بُری ہے کہ اتنی نزدیک

ہونے کے باوجود کس قدر دُور ثابت ہوئی اور کام نہ آئی۔ الغرض اس کو لے کر دارالامارہ میں آئے رات کا وقت تھا اس لئے اس کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ صبح کو حضرت مُختار کے سامنے پیش کیا آپ نے حُکم دیا کہ اس کو نیزے سے مار مار کر ہلاک کرو۔ کیونکہ اُس نے بیان کیا تھا کہ مَیں نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا لیکن اصحاب امام میں سے متعدد لوگوں کو نیزے سے زخمی کیا تھا اسی لئے مُختار نے اس کو نیزے مار کر ہلاک کرنے کا حُکم دیا اور وُہ اسی طرح داخلِ جہنم کیا گیا۔

بحوالہ شفاء الصدور شرح زیارت عاشور اِس ملعون نے حضرت عبداللہ بن مسلم کو شہید کیا تھا۔ معصوم نے اس پر زیارت میں لعنت بھی فرمائی ہے۔

مالک ابن مثیم بدائی کا قتل

یہ شقی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قادسیہ میں رُوپوش تھا۔ حضرت مُختار کو جب اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے آدمیوں کو بھیج کر گرفتار کرا لیا اور اُس سے پُوچھا کہ تُو کربلا میں امام حسینؑ سے لڑنے کیوں گیا تھا اور تجھ کو اُن کی فریاد پر رحم نہ آیا۔ اُس نے کہا مَیں جبراً بھیجا گیا تھا خوشی سے نہیں گیا تھا۔ جناب مُختار نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ الغرض اُس کو قتل کر کے واصلِ جہنم کیا گیا۔

حمل بن مالک محاربی کا قتل

یہ ملعون بھی قادسیہ میں رُوپوش تھا اس کو بھی حضرت مُختار کے سپاہیوں نے گرفتار کر کے جناب مُختار کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے اُس کو بھی قتل کرا دیا۔

بجدل بن سلیم کلبی کا قتل

اس ملعون نے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آپ کے ہاتھ سے انگوٹھی اُتارنے کی کوشش کی تھی۔ انگوٹھی نہ اُتر سکی تو اس نے آپ کی اُنگلی قطع کر کے انگوٹھی لے لی۔ حضرت مُختار نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے جائیں۔ جلّاد نے اُس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر قطع کر دیئے وُہ اسی حال میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

وقاد بن مالک کا قتل

اِس ملعون نے امام حُسینؑ کی خوشبو جو ایک رحل میں تھی لُوٹ کر سب میں تقسیم کیا تھا حضرت مُختار کے حُکم سے اُس کی بھی گردن ماری گئی۔

عمر بن خالد کا قتل

امام حسینؑ کی خوشبو لُوٹنے میں یہ ملعون بھی شریک تھا جناب مُختار نے حُکم دیا کہ اس کو سارے بازار میں پھرا کر قتل کیا جائے۔ چُنانچہ اِسی طرح وُہ ملعون واصلِ جہنّم ہوگیا۔

عبدالرحمٰن بجلی کا قتل

یہ بھی سیّد الشہدا کی خوشبو لُوٹنے میں شریک تھا اس کو بھی جناب مُختار نے بازاروں میں پھرا کر قتل کرا دیا۔

عبداللہ بن قیس خولانی کا قتل

اس نے بھی امام مظلوم کی خوشبو لُوٹنے میں شرکت کی تھی جناب مُختار نے حکم دیا کہ اس کو بھی بازاروں میں پھرا کر رُسوا کیا جائے پھر قتل کر دو۔ چُنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اسماء بن خارجہ فرازی کا قتل

اِس ملعون نے جناب مُسلم بن عقیل کے قتل میں شرکت کی تھی۔ جناب مُختار نے اس کے متعلق فرمایا تھا کہ آسمان، روشنی اور تاریکی کے خالق کی قسم! آسمان سے سیاہ و سُرخ خالص آگ عنقریب نازل ہوگی اور اسماء کے گھر کو اُس کے ظلم کے عوض جلا کر خاک کر دے گی۔ یہ ملعون مُختار کے خوف سے اپنا گھر اور تمام سامان چھوڑ کر جنگل میں چلا گیا تھا۔ جناب مُختار نے اُس کے اور اُس کے اعزا کے مکانات جلوا دیئے۔

یہ ملعون امام حسینؑ کی پامالی میں شریک تھا۔ بروایت ابومخنف ایک دن جناب مُختار نے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ بیشتر قاتلان امام مظلوم تو قتل ہو چکے ہیں کچھ جو باقی ہیں انشاء اللہ

وُہ بھی جلد اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ جائیں گے مگر تین اشخاص میری نگاہوں میں زیادہ کھٹکتے رہتے ہیں جو ابھی تک زندہ و محفوظ ہیں اور وُہ اسماء بن خارجہ۔ قاضی شریح اور محمد بن اشعث ۔ یہ تینوں امام حسینؑ اور اُن کے رفقاء کے قتل میں ابنِ زیاد کا دایاں ہاتھ بنے ہوئے تھے۔ اب جس قدر جلد ممکن ہو اُن کی تلاش کر کے اُن کو گرفتار کرنا چاہیئے۔ اس کام کے لئے جابر بن اشعث اور صعصعہ بن لیث کو بُلوایئے۔ جناب ابراہیم نے اُن کو حاضر کیا۔ حضرت مُختار نے ان دونوں دوستداران اہلبیت علیہم السّلام کو اُن کی تلاش پر مامور کیا۔ ان لوگوں نے پورے انہماک سے اُن اشقیا کی تلاش شروع کی۔ قریوں۔ دیہاتوں اور جنگلوں میں گھُومتے رہے۔ ہر تنگ و تاریک مقام کو دیکھا۔ آخر پتہ چلا کہ یہ تینوں قریۂ بنی اُمیّہ میں پوشیدہ ہیں۔ یہ دونوں مجاہد اپنے آدمیوں کو لئے ہوئے وہاں جا پہنچے وہاں معلوم ہُوا کہ ایک سرداب میں رُوپوش ہیں۔ سرداب پر آئے تو اُس کا دروازہ اِس قدر چھوٹا تھا کہ ایک آدمی کے سوا ایک ساتھ اور لوگ اندر نہ جا سکتے تھے۔ پہلے تو ان لوگوں نے کوشش کی کہ وہ لوگ نکل آئیں جب اس میں کامیاب نہ ہوئے تو ان لوگوں نے سرداب کے دہانے پر آگ روشن کر دی جب اُس کا دھُواں اندر پہنچا اور حرارت سے اذیت ہوئی تو ان لوگوں نے پناہ کی درخواست کی آخر وُہ لوگ نکلے، اُن کی مُشکیں کس لی گئیں۔ اور جناب مُختار کے سامنے پیش کئے گئے۔ جناب مُختار نے اسماء بن خارجہ سے کہا او ملعون تُو نے آلِ رسُول پر خروج کیا اور اُن کے قتل و ایذا رسانی میں شریک ہُوا۔ پھر حکم دیا کہ اسے باہر لے جاکر تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ چُنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔

محمد بن اشعث بن قیس کا قتل

پھر اس ملعون کو جناب مُختار کے سامنے لائے اُس نے بھی کربلا میں بڑے مظالم کئے تھے۔ جناب مُختار نے حُکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور اُس کی ران کا گوشت بھُون کر اس کو کھلایا جائے اور جس جس طرح اس کو آزار پہنچایا جا سکے پہنچایا جائے چُنانچہ اُس کو طرح طرح کے عذاب سے معذب کیا گیا۔ بالآخر وُہ واصلِ جہنّم ہُوا۔

قاضی شریح کا قتل

یہ شخص جس وقت رسّی میں جکڑا ہُوا دربار میں لایا گیا جناب ابراہیم اور حضرت مُختار نے اُس پر تھُوکا اور فرمایا خُدا تجھ پر لعنت کرے۔ امام حسینؑ کے قتل میں تیری بدکرداری اور غداری کو بڑا دخل ہے۔ تُو نے اہلبیتؑ کے خلاف دل و زبان دونوں سے خروج کیا ہے۔ پھر جناب مُختار نے اُس کے سر پر گرز کا ایک وار کیا۔ پھر گدی سے اُس کی زبان کھنچوالی۔ پھر قتل کرا کے اُس کی لاش آگ میں جلوادی۔

حصین بن تمیم کا قتل

قاضی شریح کے قتل کے بعد ایک شخص نے جو محب اہلبیت تھا کھڑے ہو کر کہا اے خُونِ ناحق کا عوض لینے والے دینداریں ایک خبر لایا ہوں اگر اجازت ہو تو بیان کروں۔ جناب مُختار نے فرمایا ضرور بیان کرو۔ اُس نے کہا میرے لڑکے "مقبل" نے مجھے اطلاع دی ہے کہ حصین بن تمیم جو واقعۂ کربلا میں شریک تھا اور جس نے امام حسینؑ کے قتل میں پوُری کوشش کی تھی کوُفہ کے ایک دیہات میں چھُپا ہُوا ہے اور عنقریب بصرہ جانے والا ہے آپ اپنے آدمیوں کو بھیج کر اُسے گرفتار کرا لیجئے حضرت مُختار نے فرمایا اپنے لڑکے کو بُلاؤ۔ اُس نے لڑکے کو بُلایا۔ حضرت مختار خود اُس کے ساتھ روانہ ہوئے اور اُس دیہات میں پہنچ کر اُسے ڈھونڈ نکالا۔ اور گرفتار کر کے اُس کے ہاتھوں کو کندھوں پر کس دیا۔ اُس ملعون نے کہا میرا کیا قصور ہے مجھے کیوں گرفتار کیا جا رہا ہے۔ جناب مُختار نے فرمایا او ملعون تُو نے امام حسینؑ فرزندِ رسُول سے کیا جنگ نہیں کی اور حضرت کے قاصد "قیس بن مسہر صیداوی" کو کیا قتل نہیں کیا جو نہایت مردِ صالح اور دیندار تھے اور کہتا ہے کہ میری کیا خطا ہے۔ پھر اُس کو دارالامارہ میں لائے اور حُکم دیا کہ اُس کے بدن نجس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں جلا دیا جائے۔ غرض اس کی تعمیل کی گئی۔

اخنس بن مرشد کا قتل اس ملعون نے امام حسینؑ کا عمامہ کربلا میں لوُٹا تھا اور حضرت کی

لاش کی پامالی میں شریک تھا۔ جب حضرت مختار کی نگاہ اُس پر پڑی تو آپ غصہ سے بیتاب ہو گئے۔ آپ نے حکم دیا کہ اُس کو زمین پر لٹا کر ہاتھ پیروں میں کیلیں ٹھونک دی جائیں اور اس کے اُوپر گھوڑے دوڑائے جائیں۔ اِس حکم کی تعمیل کی گئی پھر حضرت مختار کے حکم سے اُس کی لاش جلا دی گئی۔

الجر بن کعب کا قتل

اِس ملعون نے حضرت امام حسینؑ کا پاجامہ لُوٹا تھا۔ اُس کا ہاتھ گرمی میں خشک ہو جایا کرتا تھا۔ اور سردی میں اُس سے مواد جاری ہو جاتا تھا۔ جب اِس ملعون کی پیشی ہوئی تو اُس نے اور ایک ظلم کا اظہار کیا تھا یعنی جناب زینبؑ کی چادر چھینی تھی جس کو سُن کر سارا دربار رونے لگا۔ جناب مختار نے حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور اُس کی آنکھیں نکال لی جائیں چنانچہ وُہ ملعون اسی طرح واصلِ جہنم ہُوا۔

اسحاق بن جویریہ کا قتل

اِس ملعون نے دریافت پر بیان کیا کہ امام حسینؑ کی لاش اقدس پر گھوڑے دوڑانے میں یہ بھی شریک تھا۔ جناب مختار کے حکم سے اس کو بھی چت لٹا کر ہاتھ پیروں میں کیلیں ٹھونک دی گئیں پھر اُس کے اُوپر گھوڑے دوڑائے گئے پھر اس کے جسم کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔

رضی بن منقذ عبدی کا قتل

اسحاق کے بعد اس کی پیشی ہوئی۔ معلوم ہُوا کہ یہ ملعون بھی پامالیٔ لاش امامِ مظلوم میں شریک تھا۔ جناب مختار نے حکم دیا کہ اس کو زندہ ہی پامال کیا جائے۔ چنانچہ اس کو بھی چت لٹا کر اس کے ہاتھ پیروں میں میخیں ٹھونک دی گئیں پھر اس پر گھوڑے دوڑائے گئے جب یہ واصل جہنم ہو گیا تو اس کی لاش آگ میں جلا دی گئی۔

سالم بن خیثمہ کا قتل

یہ ملعون بھی امام کی لاش پامال کرنے میں شریک تھا چنانچہ اس کو مثل دیگر ملعونوں کے واصل جہنم کیا گیا۔ یعنی اس پر اس کی زندگی ہی میں گھوڑے دوڑائے گئے پھر اس کی لاش نذرِ آتش

کر دی گئی۔

صالح بن وہب جعفی کا قتل

اس ملعون نے پامالیٔ لاش امام مظلوم میں شرکت کی تھی اور اس کی بھی وہی سزا کی گئی جو اور شرکاء کی کی گئی۔ یعنی ہاتھ پیروں میں میخیں ٹھونک کر اُس پر گھوڑے دوڑائے گئے پھر اس کی لاش جلا دی گئی۔

عبداللہ بن صلخت کا قتل

اس ملعون کو بعد زجر و توبیخ بازاروں میں پھرا کر قتل کیا گیا۔

عبداللہ بن وہب بن اعثم ہمدانی کا قتل

اس ملعون کو بھی بازار میں قتل کیا گیا۔

مہاجر بن اوس تمیمی کا قتل

اس ملعون نے حضرت زہیر بن قین کو کربلا میں قتل کیا تھا اور جناب حُر سے گستاخانہ کلام کرتا تھا۔ اُن کو بُرا بھلا کہتا تھا۔ جناب مُختار کے حُکم سے اس کی گردن ماردی گئی اور اس کا جسم بھی آگ میں جلا دیا گیا۔

نوفل بن طفیل کا قتل

اس ملعون نے جناب امام حسین علیہ السلام کے قتل میں شمر ملعون کی مدد کی تھی جناب مُختار کا چہرہ اُس کو دیکھتے ہی غصّہ میں سُرخ ہوگیا آپ نے حُکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں پھر اس کا شکم چاک کر کے اُس میں اس کے ہاتھ پاؤں رکھ دیئے جائیں پھر اس کو آگ میں جلا دیا جائے چنانچہ اسی طرح اس کو واصل جہنم کیا گیا۔

واخط بن ناعم کا قتل

جناب مُختار نے اس ملعون سے پوچھا کہ تُو نے کربلا میں امام مظلوم کے ساتھ کیا کیا تھا اُس نے کہا ابن سعد نے جس وقت منادی کرائی کہ حسینؑ کی لاش پامال کرنے کے لئے کون کون تیار ہے تو

میں نے بھی اپنا نام پیش کیا تھا اور حضرتؑ کی پامالی میں شریک ہوا تھا۔ جناب مختار نے یہ سن کر حکم دیا کہ اس ملعون کو لٹا کر اس کے ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونک دی جائیں پھر اس پر گھوڑے دوڑائے جائیں یہاں تک کہ اس کا تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے پھر اس کو نذرِ آتش کر دیا جائے۔ غرض حکم کی تعمیل کی گئی اور وہ ملعون واصل جہنم ہوا۔

ہانی بن شبث حضرمی کا قتل

یہ ملعون گرفتار کر کے لایا گیا تو جناب مختار نے اس سے پوچھا کہ تو نے کربلا میں آلِ رسول پر کیا کیا مظالم کئے تھے۔ اس نے بیان کیا کہ اس نے عبداللہ بن علی، عبداللہ بن عمیر کلبی اور عبداللہ بن حسن کو قتل کیا تھا اور امام مظلوم کی لاش کی پامالی میں شرکت کی تھی۔ جناب مختار نے حکم دیا کہ جس قدر اذیت پہنچائی جا سکے پہنچائی جائے اس کے بعد اس کو چت لٹا کر ہاتھ پیروں میں میخیں ٹھونک دی جائیں اور اس پر گھوڑے اس قدر دوڑائے جائیں کہ جسم پس جائے اس کے بعد اس کے ذرے اکٹھا کر کے آگ میں جلا دیا جائے۔ چنانچہ اسی طرح حکم کی تعمیل کی گئی۔

عبدالرحمٰن بن صلخت کا قتل

جناب مختار کو خبر ملی کہ یہ ملعون ایک مقام پر روپوش ہے۔ آپ نے عبداللہ کامل اور ابو عمرہ کو بھیج دیا وہ اس کو گرفتار کر کے لائے جناب مختار کے حکم سے اس کو بازاروں میں پھرا کر قتل کرا دیا۔ اصدق الاخبار کے حوالے سے تحریر ہے کہ اسی کے ساتھ حمید بن مسلم کی گرفتاری کے لئے بھی تاکید کی تھی مگر وہ بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ کشف الغمہ میں ہے کہ یہی حمید بن مسلم راہ کوفہ و شام میں امام حسینؑ کے سرِ مبارک کو نیزے پر بلند کئے ہوئے تھا۔ یہ واقعہ نگار بھی تھا اور اس سے بہت سے واقعات منسوب ہیں۔

عمر سعد علیہ اللعن کا قتل

جب بہت سے قاتلانِ حسینؑ کی روح و جسم نجس سے زمین کو پاک کر لیا تو ایک روز جناب مختار نے

دربار میں کہا کہ آج میں اُس ملعون کے وجودِ نجس سے زمین کو پاک کروں گا جس کے پیر بڑے اور آنکھیں دھنسی ہوئی ہیں اور ہونٹ موٹے ہیں وُہ ایسا شخص ہے جس کے قتل سے مومنین اور فرشتے خوش ہوں گے۔ اُس وقت دربار میں ہیثم نخعی بھی موجود تھا۔ جناب مختار سے یہ سُن کر وُہ سمجھ گیا کہ اس کلام سے جناب مختار کی مُراد ابنِ سعد سے ہے۔ اُس نے اپنے لڑکے عریان کے ذریعہ سے عمر سعد کو یہ خبر پہنچادی۔

عمر سعد کو جناب مُختار نے امان دیدی تھی مگر یہ شرط بھی اُس امان نامہ میں لکھ دی تھی کہ وُہ نہ اپنے گھر سے نکلے گا اور نہ کوئی نئی بات کا مُرتکب ہوگا۔ اور یہ امان عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ کے ذریعہ سے ملی تھی جو حضرت علیؑ کے بھانجے تھے۔

مُختصر یہ کہ جب عمر سعد کو مُختار کا یہ ارادہ معلوم ہُوا تو باوجود اس تحریری امان نامہ کے اُس نے سوچا کہ اگر مُختار ایسا کر ہی گذرے تو مَیں کیا کرسکوں گا۔ اُس نے کُوفہ سے فرار ہونے کا قصد کرلیا اور روانہ ہوکر "حمام عمر" تک پہنچا تو وہاں اُس کے ایک غلام نے یاد دلایا کہ مُختار کی طرف سے امان نامہ میں تیرے لئے یہ بھی شرط تھی کہ تُو نہ اپنے گھر سے نکلے گا اور نہ کوئی نئی بات کرے گا تو اب جبکہ تُو کُوفہ سے نکل آیا ہے تو اس سے زیادہ نئی بات کیا ہوگی۔ اب اگر مُختار کو معلوم ہوگیا کہ تُو گھر سے نکل کر فرار ہو رہا تھا تو پھر وُہ قتل کئے بغیر نہ چھوڑے گا میری رائے یہ ہے کہ تُو جلد سے جلد اس طرح اپنے گھر واپس پہنچ جا کہ کسی کو تیرے اس آنے جانے کی اطلاع نہ ہو۔ یہی رائے اُس راہبر نے بھی دی جس کا نام مالک تھا جس کو چار سَو دینار دے کر ابنِ سعد اپنے ہمراہ لایا تھا۔ اُس نے کہا آپ نے کُوفہ میں اگر مجھ سے اپنی روانگی کا مقصد بتا دیا ہوتا تو مَیں آپ کو وہیں یہ مشورہ دیتا۔ عمر سعد کُوفہ واپس روانہ ہُوا اور صبح ہوتے ہوتے اپنے گھر پہنچ گیا۔ جناب مُختار کو اُس کے جانے اور واپس آنے کی اطلاع مل چکی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ خُدا کا شُکر ہے کہ مجھے اپنے معاہدہ کے خلاف نہ کرنے کی اب کوئی وجہ باقی نہیں رہی اب مَیں اُس کے قتل میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہ کروں گا۔

عمر سعد کو جب مُختار کے اِس ارادہ کی اطلاع پہنچی وُہ گھبرایا ہُوا عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ کے

پاس پہنچا۔ انہوں نے اُس کو ڈانٹ بتائی اور کہا تو اب میرے پاس کیوں آیا ہے۔ نکل جا یہاں سے وُہ مایوس ہو کر گھر پہنچا اور اپنی زوجہ کے قدموں پر گر پڑا جو جناب مختار کی بہن تھیں۔ اور کہنے لگا کہ تمہارے بھائی نے میرے قتل کا ارادہ کر لیا ہے خُدا کے لئے مجھے بچاؤ۔ وُہ بولیں اے ملعون جب سے میرا بھائی کوفہ کا حاکم ہُوا ہے میرے گھر نہیں آیا اور نہ میں تیری حرکتوں کی وجہ سے اُسے مبارکباد تک دینے جا سکی نہ اُس کی صورت دیکھنا نصیب ہوئی۔ وُہ تیری وجہ سے مجھ سے اس قدر ناراض ہے کہ آج تک مجھے یاد بھی نہ کیا۔ اب میں کیونکر اُن کے پاس جا کر تیری سفارش کروں۔ یہ سُن کر وُہ پھر اُس کے قدموں پر سر رکھ کر بولا کہ خُدا کے لئے جس طرح ہو سکے تم جا کر میری سفارش کرو اور میرے بچانے کی کوشش کرو۔ آخر کار وُہ چار و ناچار اُن کی خدمت میں روانہ ہوئی۔ جب مختار کے گھر پہنچی اور مُختار کی نگاہ اُس پر پڑی تو نہایت غضبناک ہو کر فرمایا کہ میں تجھ سے سخت ناراض ہوں تو بلا اجازت میرے گھر کیوں آئی۔ افسوس ہے کہ تو ابو عبیدہ کی بیٹی ہے۔ تیرا شوہر فرزندِ رسُول کو قتل کرے اور تو اپنے شوہر کے ساتھ بخوشی زندگی بسر کرے اور اس کو قتل نہ کرے شاید یہ سمجھتی ہے کہ تو بے شوہر کے رہ جائے گی۔

یہ سُن کر اُس نے کہا اے بھائی خُدا کی قسم میں نے واقعہ کربلا کے بعد کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ اُس کو بستر خواب پر قتل کر دوں مگر یہ سوچ کر کہ اگر میں اسے قتل کر دوں گی تو ابنِ زیاد آپ کو قتل کر دے گا کیونکہ اُس وقت آپ اُس کے قید میں تھے اگر آپ قتل ہو گئے تو بن بھائی کے ہو جاؤں گی اور اب واقعہ کربلا کا انتقام کون لیتا۔ خُدا کا شُکر ہے کہ آپ زندہ سلامت موجود ہیں اور قاتلانِ امام سے انتقام لے رہے ہیں۔

یہ سُن کر جناب مُختار کا غصّہ کچھ کم ہُوا اور فرمایا کہ جاؤ میں نے تجھے معاف کیا لیکن عُمر سعد سے کوئی تعلق نہ رکھ پھر کہا تو میرے پاس ہی رُک جا۔ اب واپس جانے کی ضرورت نہیں۔ اُس نے کہا آپ کا ارشاد بسر و چشم منظور ہے۔

پھر جب جناب مُختار دربار میں پہنچے تو عبداللہ کامل، ابو عمرہ اور حاجب کو بُلا کر فرمایا کہ اب تمام کام چھوڑ کر عمر بن سعد ملعون کو گرفتار کر لاؤ تاکہ میں تلوار کی نوک سے رَے کی حکومت کا پروانہ اُس کے لئے لکھ دوں جس کی لالچ میں اُس نے امام حسینؑ اور اُن کے اعزا و اصحاب کو قتل کیا ہے۔

یہ لوگ اُس کے مکان پر پہنچے وُہ ملعون اپنی بیوی کے واپس نہ آنے کی وجہ سے نہایت پریشان تھا اور سوچ رہا تھا کہ کس طرح کُوفہ سے نکل جائے اِسی اثناء میں جناب مُختار کے آدمی پہنچے اور کہا تجھے امیر بُلا رہے ہیں۔ عبداللہ کامل سے اُس نے کہا کہ جس قدر دولت میرے پاس ہے لے لو اور مجھے مُختار کے پاس نہ لے چلو اور کسی طرح مجھے کُوفہ سے باہر نکال دو۔ عبداللہ نے کہا تو اِس قدر کیوں گھبرا رہا ہے اُس نے کہا امیر کا ارادہ میرے حق میں اچھا نہیں ہے۔ عبداللہ نے کہا تجھے ایسا گمان کیوں ہو رہا ہے۔ اُس نے کہا میں نے اپنی سفارش کے لئے اپنی بیوی کو اُن کے پاس بھیجا تھا اُنہوں نے اُس کو روک لیا ہے۔ عبداللہ نے کہا ممکن ہے اُس کی سفارش منظور کی ہو اور اسی لئے تجھے بُلایا ہو۔ اگر امیر کی نیت تیری طرف سے اچھی نہ ہوتی تو تجھے امان کیوں دیتا۔ عمر سعد چونکہ اپنے غلام کی بات سُن چکا تھا اُس کو عبداللہ کے کہنے سے تسکین نہ ہوئی لیکن اب کرتا کیا ساتھ جانا ضروری ہُوا۔ آخر وُہ اُن کے ہمراہ چلا عبداللہ نے اُس کو دارالامارہ کے باہر روکا اور کہا کہ میں امیر سے داخلہ کی اجازت لے لوں۔ عبداللہ کامل دربار میں پہنچے اور کہا عمر سعد دروازہ پر حاضر ہے اُس کے بارے میں جو حُکم ہو عمل میں لایا جائے۔

حضرت مُختار نے فرمایا اُس کو میرے سامنے لاؤ۔ جب وُہ پیش کیا گیا تو حضرت مُختار نے فرمایا او ملعون محض اِس لالچ میں کہ تجھے رَے کی حکومت ملے گی تُو نے دین کو قتل کر دیا تُو نے آلِ رسُول کا بھرا گھر تباہ کر دیا تجھ کو خُدا و رسُول کا مُطلق خوف نہ ہُوا۔ مجھے اپنے اشعار تو سُنا جو تُو نے رَے کی حکومت اور قتلِ حسینؑ سے متعلق کہے ہیں اُس نے سُنانے میں پس و پیش کیا تو فرمایا کہ اگر تُو نے وُہ اشعار نہ سُنائے تو خُدا کی قسم میں تجھے دردناک عذاب میں مُبتلا کروں گا آخر اُس نے وُہ اشعار سُنائے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

"خُدا کی قسم میں سچ کہتا ہوں کہ میں دو خطروں کے متعلق اپنے بارے میں غور و فکر کر رہا ہوں یا تو مُلک رَے کو چھوڑ دوں جس کی تمنا مجھے بے چین کئے ہوئے ہے یا قتلِ حسینؑ کا بارِ گراں اُٹھاؤں جانتا ہوں کہ اُن کے قتل سے اُس آگ میں جلنا پڑے گا جس کے درمیان کوئی حجاب نہ ہو گا، لیکن مُلک رَے میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ حسینؑ میرے چچازاد بھائی ہیں اور حوادث کی کوئی حد نہیں۔

مجھے اپنی جان کی قسم میں جانتا ہوں کہ حسینؑ کا قتل میرے لئے آتشِ جہنم کا پیغام ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ میں کتنے ہی عظیم گناہ کیوں نہ کروں ربّ عرشِ عظیم مجھے معاف کر دے گا۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ دُنیا کی لذت موجود ہے اور آخرت کے وعدے بعد کے ہیں اور عاقل کا کام یہ ہے کہ اُدھار کے وعدے پر نقد کو ترک نہ کرے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بیشک اللہ نے جنّت و نار کو پیدا کیا ہے اور طرح طرح کے عذاب بیڑی ہتھکڑی تیار کی ہے۔ اگر یہ سچ ہوگا تو میں صدقِ دل سے توبہ کرلوں گا اور اگر یہ سب غلط ہے تو میں سمجھوں گا کہ میں حصولِ دُنیا میں بخوبی کامیاب ہوگیا جس کی تمنا ہر ایک کو رہتی ہے اور جس کی زیبائش دائمی ہے۔"

یہ اشعار سُن کر جناب مُختار غصّہ میں تھرا اُٹھے اور اُس ملعون کے مُنہ پر تھُوک دیا اور فرمایا اے جہنمی اگر تجھ کو جنت و دوزخ کا یقین ہوتا تو فرزندِ رسُول کو قتل ہی کیوں کرتا۔ پھر فرمایا کہ او ملعون یہ بتا کہ جس وقت امام گھوڑے سے زمین پر گرے تھے اُس وقت تجھ سے کیا فرمایا تھا۔ اُس نے کہا ایک مردِ ثقفی کے تسلط اور میرے قتل کی خبر دی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ او شقی تو اُس مردِ ثقفی کو پہچانتا ہے اُس نے کہا اے امیر وُہ تو ہی ہے۔ حضرت مُختار نے فرمایا خُدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے امام حسین علیہ السلام کی پیشین گوئی سچ کر دکھائی اور مجھے تم جیسے ظالموں پر مسلط فرمایا اے ملعون میں آج تجھے اس عذاب سے معذب کروں گا کہ تیری رُوح قیامت تک یاد رکھے گی۔ اِس کے بعد اُس کے تمام کپڑے اُتروائے۔ پھر اُس کے سب دانتوں کو اُکھڑوایا پھر اُس کی ساری اُنگلیوں کو ہر گرہ سے کاٹا۔ پھر جسم کے گوشت کاٹے۔ پھر آنکھیں نکلوائیں۔ پھر مٹی کا تیل پلایا۔ جب وُہ پینے سے انکار کرتا تھا تو اُس کو نیزے سے اذیت دی جاتی تھی۔ آخر میں اُس کو قتل کر کے آگ میں جلا دیا۔ بحوالہ اسرار الشہادت وُہ قتل کے فوراً بعد بندر کی صورت میں مسخ ہوگیا تھا اور قیامت میں اِسی صورت میں محشور ہوگا۔ لعنۃ اللہ علیہ۔

حفص بن عمر سعد کا قتل

اس کے بعد عمر سعد ملعون کے دو لڑکے حاضر دربار کئے گئے ایک حفص دُوسرا محمد بن عمر سعد۔

جناب مختار نے حفص سے پوچھا کہ اے ملعون تو نے کربلا میں کیا کیا مظالم کئے تھے۔ اس نے کہا میں کربلا میں موجود نہ تھا۔ آپ نے فرمایا تو اگر نہیں تھا لیکن اس پر تو فخر کرتا تھا کہ تیرا باپ قاتل امام حسینؑ ہے پھر اس کے سامنے عمر سعد کا سر رکھا گیا جس کو دیکھ کر وہ بیہوش ہو گیا۔ جب افاقہ ہوا تو پھر حضرت مختار نے اس سے پوچھا کہ جس روز لوگوں نے تیرے باپ کے حکم سے حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک کاٹا تھا اس وقت بھی تو رویا تھا۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر تجھے بھی تیرے باپ کے پاس پہنچائے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو۔ چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔ اور اس کا سر عمر سعد کے سر کے پاس رکھ دیا گیا۔

یہ ملعون کربلا میں موجود تھا اور قلب لشکر میں تھا۔ (بحوالہ تصویر عزا)

محمد بن عمر سعد کے ساتھ لطف و مہربانی

حفص کے بعد اس کی پیشی ہوئی۔ جناب مختار نے اس سے پوچھا کہ ان سروں کو پہچانتے ہو اس نے کہا ہاں اے امیر یہ میرے باپ اور بھائی کے سر ہیں۔ یہ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ گئے۔ ان کی یہی سزا تھی۔ جس وقت ابنِ زیاد نے میرے باپ کو بلا کر کربلا بھیجنے کی خواہش کی تو میں نے ان کو بہت سمجھایا کہ قتل فرزند رسولؐ میں شریک نہ ہوں لیکن نہ میرے باپ نے مانا نہ میرے بھائی نے۔ اے امیر میں ان دونوں سے دنیا و آخرت میں بیزار ہوں۔ یہ سن کر جناب مختار نے اسے انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا اور واپس کر دیا۔

قاتلان حسینؑ کی ایک جماعت کا قتل

اس کے بعد آپ کو اطلاع ملی کہ قاتلان امام کی ایک جماعت گرفتار کر کے لائی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا میرے سامنے حاضر کرو۔ وہ لوگ پیش کئے گئے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے صالح ترین بندوں کو قتل کر دیا۔ تم نے دینِ خدا کی حمایت کرنے والوں کو تباہ کر دیا۔ آخر خدا نے تم کو میرے قبضہ میں بھیج دیا۔ ان لوگوں نے کہا اے امیر ہم پسر زیاد کے حکم سے مجبور ہو کر گئے تھے ہماری اس میں کوئی خطا نہیں ہے

ہمیں معاف کر دیجئے جناب مُختار نے فرمایا کہ جب تم نے حسینؑ مظلوم کی جان نہیں بخشی اور اُن کو اور اُن کے اعزا و اقربا کو بے جُرم و خطا قتل کر دیا تو اب مجھ سے معافی کی اُمید کیوں رکھتے ہو۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اُن کو سرِ بازار لے جا کر قتل کیا جائے۔ الغرض اُن سب کی گردنیں مار دی گئیں۔

چالیس شرکائے قتلِ حسینؑ کا قتل

ایک شخص نے عبداللہ کامل کے پاس آکر کہا مجھے امیر مختار کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دی جائے میں امیر کو ایک اہم خبر دینا چاہتا ہوں۔ اُس کا نام جہیم بن سلیمان تھا۔ عبداللہ کامل نے جناب مُختار کی خدمت میں اُس کو پہنچا دیا۔ اُس نے بیان کیا کہ میں نانبائی ہوں اور آلِ محمدؐ کا دوستدار ہوں میرے مکان میں ایک دشمن اہلبیت رہتا ہے۔ اُس کی ایک نہایت حسین و جمیل کنیزہ ہے جو مجھ سے محبت کرتی ہے۔ وُہ عرصہ سے حصولِ مقصد کی کوشش کر رہی ہے لیکن میں نے گناہ سے اپنا دامن داغدار نہیں ہونے دیا۔ آج کل وُہ میری دُکان سے بہت روٹیاں لے جایا کرتی ہے مجھے شُبہ ہُوا تو میں نے اُس سے پوچھا کہ تیرا مالک اِن دنوں اتنی روٹیاں کیوں منگاتا رہتا ہے۔ اُس نے حیلے حوالے کر کے ٹالنا چاہا میں نے پُوچھا کیا بہت سے مہمان آگئے ہیں اُس نے کہا نہیں میں نے پوچھا پھر یہ روٹیاں کیا ہوتی ہیں۔ وُہ کچھ جواب نہ دے سکی۔ آخر میں نے اُس سے کہا کہ اگر تُو سچ سچ بتا دے گی تو میں تیرے مالک سے خرید کر اپنے پاس رکھ لوں گا۔ یہ سُن کر وُہ خوش ہو گئی اور بولی بہت خفیہ بات ہے میں تم کو تو بتائے دیتی ہوں مگر تم کسی سے نہ کہنا۔ میں نے کہا بیان کرو اور اطمینان رکھو۔ اُس نے کہا میرے مالک کے پاس آج کل چالیس قاتلانِ حسینؑ آئے ہیں اور گھر کے اندرونی حصّہ میں پوشیدہ ہیں۔ اُن میں سے کوئی باہر نہیں نکلتا وُہ لوگ بصرہ بھاگ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور وقت و موقع کی تلاش میں ہیں تاکہ بھاگ کر مصعب ابن زبیر کے پاس پہنچ جائیں۔ انہی کے لئے یہ روٹیاں لے جایا کرتی ہوں۔

جناب مُختار یہ سُن کر بہت خوش ہوئے۔ اور عبداللہ کامل، ابو عمر کیسان، حاجب اور شعر بن شعر کو فوج کا ایک دستہ دے کر اُن کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ یہ لوگ جہیم بن سلیمان کے ہمراہ چلے اور جا کر

اُس مکان کو گھیر لیا جس میں وُہ مقیم تھے۔ ان محصور قاتلانِ امام کو جب معلوم ہُوا کہ وُہ گھیر لئے گئے ہیں تو انہوں نے گمان کیا کہ صاحب خانہ نے مُختار سے مُخبری کی ہوگی اس شُبہ میں اُس کو ان لوگوں نے پہلے ہی قتل کر دیا۔ اس کے بعد عبداللہ کامل وغیرہ گھر میں داخل ہو گئے اور اُن سب کو قتل کر دیا اور اُن کے سر کاٹ کر نیزوں پر بلند کئے ہوئے مُختار کی خدمت میں پہنچے۔ جناب مُختار نے اس کے شُکریہ میں چالیس[41] فقراء و مساکین کو کھانا کھلایا۔

چار سو سے زیادہ قاتلانِ امامِ مظلوم کا قتل

اس کے بعد ایک دوُسرا شخص حاضرِ دربار ہُوا اور بیان کیا کہ کوُفہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر میرا ایک باغ ہے سات روز سے اُس میں قاتلانِ حسین جمع ہو کر مشورے کیا کرتے ہیں۔ عنقریب وُہ بصرہ جانے والے ہیں یہ سُنتے ہی جناب مُختار نے حضرت ابراہیم۔ عبداللہ کامل۔ ابو عمرہ اور حاجب کو حکم دیا کہ اس مرد کے ہمراہ جا کر ان ملعونوں کو قتل کر دیں چنانچہ یہ لوگ ایک ہزار جرار سپاہیوں کو ہمراہ لے کر اس شخص کے ساتھ اُس باغ تک پہنچے اور اُس کا محاصرہ کر لیا۔ وُہ ملاعین بھی مسلّح ہو کر باہر نکلے اور دیر تک شدّت کی جنگ ہوتی رہی بالآخر وُہ سب کے سب قتل ہو گئے۔ عبداللہ کامل وغیرہ نے اُن کے سر کاٹ کر نیزوں پر بلند کئے اور اُنہیں بازاروں میں پھراتے ہوئے حضرت مُختار کی خدمت میں لائے۔ جناب مُختار بہت خوش و مسرور ہوئے۔ اُن ملعونوں کی تعداد چار سو بیس[42] تھی ؎

کربلا میں اہلبیت کا سامان لوُٹنے والوں کا قتل

اس کے بعد جناب مُختار نے اپنے آدمیوں کو حُکم دیا کہ کوُفہ میں گشت کر کے قاتلانِ حسینؑ کا پتہ لگائیں۔ یہ لوگ حسب الحکم کوُفہ کا چکّر لگانے لگے۔ آخر اُن کو چھ افراد مِل گئے۔ یہ وُہ لوگ تھے جنہوں نے اہلِ حرم کو کربلا میں لُوٹا تھا۔ جناب مُختار نے اُن کی کھال کھنچوا کر قتل کر دیا۔

امام مظلوم کے ناقہ کا گوشت کھانے والوں کا قتل

امام حسینؑ کے سامان میں سے شمر ملعون ایک اونٹ کوفہ لایا تھا جس کو نحر کر کے اس کا گوشت تحفہ کے طور پر بہت سے لوگوں کو دیا تھا حضرت مختار نے حکم دیا کہ پتہ لگایا جائے کہ اس اونٹ کا گوشت کن کن لوگوں نے کھایا تھا۔ چنانچہ آپ کے آدمیوں نے اس کا پتہ لگالیا اور ان آدمیوں کی فہرست جناب مختار کے سامنے پیش کی گئی۔ آپ نے حکم دیا کہ ان گھروں میں جس قدر لوگ رہتے ہیں سب کو قتل کر دیا جائے اور ان تمام گھروں کو ڈھا دیا جائے۔ چنانچہ بموجب حکم عمل کیا گیا۔

کوفہ سے بھاگ جانے والوں کے مکانات کا انہدام

مورخین کا اتفاق ہے کہ کوفہ میں جتنے بھی قاتلانِ حسینؑ اور شرکائے واقعۂ کربلا تھے حضرت مختار نے ان سب کو قتل کر دیا۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو کوفہ سے بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے تھے ان میں یہ لوگ بھی تھے۔

۱۔ عبداللہ بن عروہ خثعمی۔ اِس ملعون نے امام حسینؑ پر بارہ[۱۲] تیر لگائے تھے۔

۲۔ عبداللہ بن عقبۂ غنوی۔ اس نے جناب ابوبکر بن حسن بن علی علیہم السلام کو قتل کیا تھا۔

۳۔ اسماء بن خارجۂ فزاری۔ اِس ملعون نے حضرت مسلم بن عقیل کے قتل میں شرکت کی تھی۔ جو بعد میں گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔

۴۔ محمد بن اشعث بن قیس۔ اِس ملعون نے بیشمار مظالم کئے تھے۔ یہ بھی گرفتار ہو کر قتل ہوا۔

ان کے علاوہ بہت سے اشقیا بھاگ کر مصعب بن زبیر کے پاس پہنچے تھے۔ جناب مختار نے ان کے مکانات کھدوا ڈالے اور ان کے سامان لٹوا لئے۔

(بحوالہ کتب سیر و تواریخ وغیرہ)

قتلِ ابنِ زیاد کی مُہم

حضرت ابراہیم کی ابنِ زیاد کے مقابلہ کے لئے روانگی

جنابِ مُختار جب بیشمار قاتلانِ امامِ مظلوم کو قتل کر چکے تو اپنے سردارانِ لشکر کو بُلا کر کہا کہ عراق میں جس قدر قاتلانِ امامِ مظلوم موجود تھے ان سب کو میں نے فنا کر دیا اور ان کے گھر برباد کر دیئے مگر خبیث بن خبیث ابنِ زیاد ملعون زندہ وسلامت ہے جب تک وُہ موجود رہے گا نہ کھانے کا مزہ ہے نہ پانی کا۔ اُس کی زندگی مخلوقِ خُدا کی بربادی اور اُمتِ محمدیہ کی خُونریزی اور تباہی کا باعث ہے۔ خُدا کے فضل سے مَیں نے تمام صُوبۂ عراق کو آلِ رسُول کے دُشمنوں سے بالکل پاک وصاف کر دیا ہے اب یہاں کسی فتنہ وفساد کا اندیشہ نہیں رہا۔ اب ہم کو متفق ومتحد ہو کر اُس ملعون ابدی کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ لہٰذا ہم کو موصل پر نہایت ہوشیاری اور دلیری سے حملہ کرنا چاہیئے امید ہے کہ خدائے بزرگ وبرتر ہم کو اس مُہم میں بھی کامیاب فرمائے گا۔

یہ تقریر سُن کر جناب ابراہیم نے عرض کی اے امیر مَیں عبیداللہ بن زیاد کی سرکُوبی کے لئے موصل کو روانہ ہوتا ہوں خدائے رحیم وکریم کے فضل وکرم سے امید ہے کہ وُہ مجھے اس معرکہ میں فتح عنایت فرمائیگا اور وُہ ملعون میرے ہاتھ سے مارا جائے گا۔

جنابِ مُختار نے ابراہیم کے اِس ارادہ پر تحسین وآفرین کی اور دُعائے خیر دی۔ پھر سامانِ جنگ اور اسبابِ سفر کی تیاری کا حکم دیا۔ ابراہیم تیس ہزار کا لشکر لے کر کُوفہ سے نکلے اور مقامِ نخلہ میں ٹھہرے جنابِ مختار ابراہیم کے پاس جب تک وُہ وہاں ٹھہرے تھے روزانہ صلاح ومشورے کے لئے جاتے رہے اہلِ کُوفہ بھی ابراہیم کو وداع کرنے نخلہ میں جمع ہو گئے تھے۔ جب ابراہیم وہاں سے کُوچ کرنے لگے تو تمام اہلِ شہر نے گریہ وزاری شروع کی اور سب نے خداوندکریم کے حضور میں بخلوصِ دل ان کی فتح وکامیابی کی دُعائیں کیں جنابِ مُختار ایک بلند مقام پر کھڑے ہوئے لشکر کا مُلاحظہ کر رہے تھے۔ لشکر گروہ در گروہ موصل کو جا رہا تھا اور تمام لشکر کے آگے بغرضِ فتح ونصرت

حضرت امیر المومنین کی کُرسی[لہ] تھی جو ایک اونٹ پر بار تھی جس کا احترام جناب مختار بہت کرتے اور بہت متبرک سمجھتے تھے۔ سب کے پیچھے جناب ابراہیم تھے جب مختار کے قریب پہنچے دونوں سردار باہم بغلگیر ہوئے اور مختار نے اُن کو فتح و فیروزی کی دُعائیں دے کر رخصت کیا۔

عبدالملک بن مروان سے جناب مختار کا ابن زیاد حصین بن نمیر اور شیث بن ربعی کو حاصل کرنے کا مطالبہ

جناب ابراہیم کی روانگی سے پہلے جناب مختار نے عبدالملک کے پاس ایک خط ابو عمرو کیان کو

لہ جناب مختار کو اطلاع ملی کہ ایک کرسی حضرت علی علیہ السلام کی کوفہ میں موجود ہے جس پر وُہ حضرت تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ مختار نے تلاش کرایا تو وُہ طفیل نامی ایک شخص کے پاس پائی گئی۔ آپ نے اُس کو اس کے عوض کثیر مال و زر دے کر وُہ کرسی لے لی اور اُس کو حاصل کر کے بہت خوش ہوئے اُس کو چوما آنکھوں سے لگایا سر پر رکھا اور بڑا احترام کرتے تھے۔ آپ نے اُس کے لئے ایک تابوت بنوایا کرسی اُس میں رکھ کر اُسے مقفل کر دیا اور کوفہ کی جامع مسجد میں رکھوا دیا۔ اس کرسی کو جناب مختار نے جنگ ابن زیاد کے موقع پر جناب ابراہیم کے ہمراہ کر دیا۔ (بحوالہ تاریخ طبری و تاریخ ابوالفدا)

اعتراض کرنے والے تو ہر زمانہ میں رہے ہیں جن کو اعتراض کرنے سے غرض ہوتی ہے۔ اُن کو دُوسروں کے افعال و اعمال میں خرابیاں ہی نظر آتی ہیں لیکن تعجب ہے کہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے جو ایک خُدا رسیدہ اور صاحب المصناف بزرگ تھے اپنی کتاب یزید نامہ میں اس کرسی پر اعتراض کیا اور اس کو بدعت وغیرہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ حالانکہ بزرگوں خصوصاً خاصان خدا کی چیزوں کو نہایت متبرک اور قابلِ احترام سمجھنا فریضہ انسانی ہے۔ آنحضرتؐ کے منبر کا احترام۔ آپ کے عصا و جُبّہ و عمامہ وغیرہ کا احترام کون کہہ سکتا ہے کہ بدعت اور باعثِ گناہ ہے۔

منبر ہو یا کرسی فی نفسہ قابل احترام نہیں لیکن جب کسی چیز کی نسبت کسی بلند و بزرگ ہستی کی جانب ہو جاتی ہے تو وُہ قابل احترام ہو جاتی ہے۔ حال ہی میں غلافِ کعبہ پاکستان سے مکہ بھیجا گیا تھا۔ حالانکہ ابھی وُہ کعبہ تک نہ پہنچا تھا اور نہ اُس سے مَس ہی ہُوا تھا مگر تمام دُنیائے پاکستان نے اُس کا احترام کیا اور جہاں جہاں سے وُہ غلاف گزرتا رہا اُس کی زیارت کے لئے مُسلمان جمع ہوتے رہے ہیں۔ لہٰذا اُس کرسی کا احترام کیونکر بدعت اور قابلِ اعتراض ہو سکتا ہے جس پر حضرت علی علیہ السلام رونق افروز ہُوا کرتے تھے۔ وُہ تو آپ کے جسمِ اقدس سے مَس ہوتی رہی ؛

دے کر دمشق بھیجا تھا جس میں لکھا تھا کہ :-

"خدا نے مجھے دشمنانِ اہلبیتؑ پر مسلط فرمایا ہے تاکہ میں ان کافروں اور ملعونوں کو زندہ نہ چھوڑوں اے عبدالملک تیرے پاس قاتلانِ حسینؑ میں سے بہت نمایاں تین افراد عبداللہ ابن زیاد حصین بن نمیر اور شیث بن ربعی جان بچاکر جا پہنچے ہیں اگر تو اطمینان سے دمشق پر حکومت کرنا چاہتا ہے تو ان تینوں کو ہمارے سپاہی ابوعمرہ اور حاجب کے حوالے کر دے تجھے معلوم ہے کہ ہماری اور تیری کوئی دشمنی نہیں ہے لیکن اگر تو نے ان ملعونوں کو نہ بھیجا تو واضح رہے کہ ہم ایسے لشکر سے تجھ پر حملہ کریں گے جس کا ایک سرا عراق میں اور دوسرا شام میں ہوگا"

ابوعمرہ نے دمشق پہنچ کر عبدالملک کے دربار میں اطلاع کرائی کہ میں امیر مختار کی طرف سے آیا ہوں مجھے ملنے کی اجازت دی جائے۔ عبدالملک نے پہلے دربار آراستہ کیا اور اپنے ملازمین سے کہا کہ مختار کے قاصد کی ذلت و حقارت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھنا۔ پھر ابوعمرہ کو دربار میں طلب کیا۔ وہ جس وقت دربار میں پہنچا تو محسوس کر لیا کہ عبدالملک مجھے ذلیل کرنا چاہتا ہے کیونکہ تخت شاہی کے پہلو میں جو کرسی ہوا کرتی تھی موجود نہ تھی۔ عبدالملک کے قریب پہنچ کر ابوعمرہ نے یوں سلام کیا اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی اس کا جواب کسی نے نہ دیا۔ البتہ دربان نے کہا اے شخص تو نے امیرالمومنین کو سلام کیوں نہیں کیا۔ ابوعمرہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور ایک بڑی کرسی کے قریب گیا جس پر کئی آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور کہا ذرا مجھے بیٹھنے کی جگہ دو میں اپنے خط کا جواب لے کر فوراً چلا جاؤں گا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا اے ناہنجار کیا یہ کوفہ ہے اور مختار کا دربار ہے کہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔ اے بدبخت تجھے کیا حق ہے کہ شام کے دارالامارہ میں کرسی پر بیٹھے۔ یہ سن کر ابوعمرہ نے عبدالملک سے مخاطب ہو کر کہا کہ تو دیکھ اور سن رہا ہے کہ تیرے دربار میں میرے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ میرا امیر مومنوں کا امیر ہے اور اس کا دربار شرفا کا دربار ہے۔ میں نے یہاں اچھی طرح سمجھ لیا کہ تو فاسقوں کا امیر ہے اور تیرے دربار میں شرافت کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ یہ سن کر عبدالملک نے کہا کہ تو اور تیرا امیر کافروں سے بدتر

ہیں۔ ابوعمرو نے جواب دیا اے عبدالملک تجھ پر اور تیرے دارالامارہ پر خدا کی لعنت۔ یہ کہہ کر وہ اُٹھ کھڑا ہُوا اور دربار سے جانے لگا تو عبدالملک نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو۔ یہ سُن کر ابوعمرو بھی جنگ کے لئے تیار ہو گیا یہ حالات دیکھ کر محمد بن ابی ہریرہ نے کہا جو عبدالملک کا وزیر تھا کہ اے امیر تُو تو رسُولؐ کا خلیفہ ہے تیرے لئے یہ مناسب نہیں کہ قاصد کو قتل کرے اگر تُو نے اسے قتل کرا دیا تو ساری دُنیا میں تیری بدنامی ہوگی یہ سُن کر عبدالملک خاموش ہو گیا۔ مُختصر یہ کہ ابوعمرو نے کہا تُو میرا خط پڑھ اور اُس کا جواب دے۔ اُس نے خط لے کر پسرِ ابوہریرہ کو دیدیا اور کہا کہ دیکھ اِس میں کیا لکھا ہے۔ اُس نے خط کا مضمون پڑھ کر سُنایا تو عبدالملک بہت گرمایا اور کہا ابوعبیدہ سے کہہ دینا کہ ہوش میں آجائے ورنہ حجاج بن یُوسف ثقفی کو تجھ پر مسلط کر دوں گا اور یہ بھی کہہ دینا کہ جن لوگوں کو تُو نے طلب کیا ہے میں اُن کو تیرے حوالے نہیں کر سکتا اور خط کا جواب تلوار سے دُونگا یہ سُن کر ابوعمرو نہایت غصّہ میں دربار سے باہر نکل آیا۔

ابوعمرو اور جارود میں جنگ

ابوعمرو جب دربار سے باہر نکلا تو جارود اور طوفان ابن زیاد نے تین ہزار سواروں کے ساتھ جارود کے باپ کا انتقام لینے کے لئے ابوعمرو پر حملہ کر دیا۔ ابوعمرو نے جارود کے گلے پر نیزہ مار کر اُس کو ہلاک کر دیا پھر اپنے لشکر کی مدد سے اُن تین ہزار سپاہیوں پر حملہ کیا یہاں تک کہ اُن کے ایک ہزار جوانوں کو مار گرایا باقی سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد معلوم ہُوا کہ شاہی باغ میں عبدالملک کے ملازمین کافی تعداد میں شراب میں مدہوش پڑے ہیں۔ ابوعمرو نے اُس باغ میں جا کر اُن سب کو قتل کر ڈالا اور اُن کے سر کاٹ کر نیزوں پر بلند کئے۔ عبدالملک کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُس نے فوج کا ایک بڑا دستہ ابوعمرو کے تعاقب میں بھیجا لیکن ابوعمرو وہاں سے نکل چکا تھا۔ آخر بخیر و عافیت کُوفہ پہنچ گیا۔ کُوفہ پہنچ کر اُس نے جناب مُختار سے وہاں کی پُوری روئیداد بیان کی۔ حضرت مُختار اور تمام اہل دربار بیحد خوش و مسرور ہوئے اور جناب مُختار نے ابوعمرو کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔

عبدالملک کو ابو عمرو کے واپس جانے پر قاتلان امام حسینؑ کے قتل کی تفصیل معلوم ہوئی اور وہ بہت چراغ پا ہوا۔ عبیداللہ بن زیاد کو بلا کر کہا کہ میرے حکومت و اقتدار کے باوجود اس قدر بنی اُمیہ قتل کر دیئے گئے۔ اے ابن زیاد لشکر کثیر لے کر کوفہ جا اور مختار اور اس کے ہمراہیوں کا کام تمام کر۔ ابن زیاد نے کہا میں بدل و جان اس خدمت پر آمادہ ہوں۔ چنانچہ ایک لاکھ اور بروایتے تراسی[۸۳] ہزار کا لشکر لے کر بارادہ کوفہ روانہ ہوا۔

اُدھر جناب مختار کو اس کی اطلاع ہوئی تو جناب ابراہیم کو اس کے مقابلہ کے لئے بروایتے ۲۴ ہزار اور بروایتے پندرہ ہزار و بارہ ہزار و دس ہزار یہاں تک کہ کم سے کم سات ہزار کا لشکر دے کر موصل کو روانہ کیا رخصت کرتے وقت جناب ابراہیم کو گلے لگایا اور دعائے فتح و نصرت دے کر رخصت کیا۔

قریۂ دیہیم کے باشندوں کا قتل

حضرت ابراہیم کوفہ سے روانہ ہو کر قریہ دیہیم میں پہنچے۔ یہاں کے لوگ بھی دشمنان آل محمدؐ میں سے تھے اُن کا رئیس صالح بن عمر تھا۔ حضرت ابراہیم کو بتایا گیا کہ یہاں کے لوگ سب کے سب منافق ہیں حضرت ابراہیم نے پہلے ایک جاسوس بھیجا تاکہ معلوم کرلیں کہ وہاں کوئی مومن تو نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی مومن ہمارے ہاتھ سے قتل ہو جائے۔ وہ جاسوس روٹی خریدنے کے لئے قریہ میں داخل ہوا۔ وہاں کے سب لوگ ایک قبرستان میں جا کر جمع ہو گئے تھے۔ اس نے ایک شخص سے کہا کہ میں روٹی لینے آیا ہوں کیا یہاں کہیں مجھے روٹیاں مل جائیں گی۔ اس نے جواب دیا کہ مشکل ہے۔ کیونکہ یہاں کے تمام لوگ ابراہیم کے مقابلہ میں ابن زیاد کی کامیابی کی دعائیں کرنے کے لئے گاؤں سے باہر آ گئے ہیں اب قریہ میں کوئی نہیں ہے جو روٹیاں پکائے۔ جاسوس نے جا کر جناب ابراہیم کو پوری حالت سنائی۔ آپ نے ورقاء بن غارب کو حکم دیا کہ فوج کا ایک دستہ لے کر ان پر حملہ کر دو، اور ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔ ورقہ نے جا کر سب کو قتل کر دیا۔ ان کا سامان لوٹ لیا اور قریہ میں آگ لگا دی۔ اس واقعہ کی اطلاع جناب ابراہیم نے حضرت مختار کو دی۔ وہ بہت

خوش ہوئے اور ابتدائی اس کامیابی سے مہم کی پوری کامیابی کا تصور کیا۔

وہاں سے کوچ کر کے جناب ابراہیم قطع منازل کرتے ہوئے وارد مدائن ہوئے۔ وہاں تین روز مقیم رہ کر وہاں کے باشندوں سے خراج وصول کیا اور اپنے لشکر والوں پر تقسیم کر دیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر نو دن کی مسلسل جدوجہد کے بعد دسویں روز آپ انبار میں وارد ہوئے۔ یہاں کے لوگوں نے آپ کو روکا اور پوچھا تم کون لوگ ہو اور اتنا بڑا لشکر لے کر کس غرض سے آئے ہو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ یہ لشکر مختار ابن ابوعبیدہ ثقفی کا ہے۔ ہم لوگ کوفہ سے موصل ابن زیاد سے مقابلہ کرنے جا رہے ہیں کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ وہ کوفہ پر حملہ کرنے آ رہا ہے۔ ہم لوگوں نے تہیہ کیا ہے کہ امام حسینؑ کے قاتلوں میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اہل قریہ نے یہ سنا تو ان کا خیر مقدم کیا اور درخواست کی دانہ چارہ وغیرہ بلا قیمت ہم سے قبول کریں۔ جناب ابراہیم نے فرمایا کہ ہم اسکے سوا اور کوئی امداد نہیں چاہتے کہ ہم کو اپنے قریہ سے گذر جانے دو چنانچہ ان لوگوں نے نہایت خوشی سے اس کی اجازت دیدی اور جناب ابراہیم اس قریہ سے گذر گئے۔

اس کے بعد وہ لوگ نخل اسود میں پہنچے۔ دو دن قیام کر کے وہاں سے مقام "بوجا" پہنچے۔ وہاں ایک شبانہ روز مقیم رہے۔ وہاں سے چل کر مقام "الوقہ" وارد ہوئے۔ وہاں تین شبانہ روز قیام کیا۔ پھر وہاں سے "دیر کبریٰ" پہنچے پھر اسی روز وہاں سے روانہ ہو کر "دیر صغریٰ" کی طرف چلے اور وہاں سے "حرشق" عبور کر کے "تاشیہ" وہاں سے چل کر "وسکرہ" کی طرف چلے وہاں سے ہوتے ہوئے "دیر حمام" میں وارد ہوئے وہاں مختصر قیام کر کے روانہ ہوئے اور "دیر جالیہ" پہنچے۔ وہاں سے چل کر "منصوریہ" میں وارد ہوئے۔ وہاں سے چل کر "دیر لطیف وقیس" میں جا کر ٹھہرے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر "حصن جعفر" میں قیام پذیر ہوئے اور وہاں سے چل کر "تکریت" میں قیام کیا۔

اہل تکریت نے اپنے مضبوط قلعہ کا پھاٹک بند کر لیا اور کہا جب تک ہم کو اس لشکر کا مفصل حال معلوم نہ ہوگا ہم ہرگز ان کو راستہ نہ دیں گے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا ہم لوگ جناب مختار کے لشکر والے ہیں امام حسینؑ کے قاتلوں سے انتقام لینے کا تہیہ کر چکے ہیں اور زیادہ سے زیادہ خدا کے

ہم کو کامیاب فرمایا اب ابن زیاد سے بدلہ لینے جا رہے ہیں۔

اہل تکریت نے امام حسینؑ کا نام سُنا تو "واحسینا" کی فریاد بلند کی اور بہت گریہ و زاری کی پھر اس لشکر کو نہایت عزت و احترام سے تکریت میں لائے۔ وہاں کے رؤسا و مشائخ نے حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ اس کارِ ثواب میں ہم کو شامل کر لیا جائے اور اس سلسلہ میں پچاس ہزار اشرفیاں پیش کیں۔ لیکن حضرت ابراہیم نے مالی امداد قبول کرنے سے معذرت کی۔

اس کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے اور ستر فرسخ کی راہ طے کرنے کے بعد مقام "کحیل" پہنچے۔ وہاں ایک روز قیام فرمایا۔ پھر وہاں سے چل کر "بالیط" وارد ہوئے پھر وہاں موصل پہنچے۔

اہلِ موصل نے جو ایک بڑے لشکر کو اپنی سرزمین پر دیکھا تو ایک ہزار اور بروایتے بیس ہزار اشخاص تلواریں لئے برآمد ہوئے اور پُوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور اس طرف کیوں آئے ہو۔ ان لوگوں نے کہا ہم حضرت مُختار کے لشکر کے لوگ ہیں اور "خُونِ امام مظلوم" کا عوض لینے پر مامور ہوئے ہیں۔ اور ابن زیاد کو واصلِ جہنم کرنے آئے ہیں۔

اُن لوگوں نے جونہی امام حسینؑ کا نام سُنا اپنے سروں پر خاک ڈالنے لگے۔ گریبان چاک کیا اور نوحہ و ماتم کے ساتھ گریہ کیا۔ اسی طرح دس روز تک مشغول گریہ و بکا رہے۔ پھر انہوں نے حضرت ابراہیم سے درخواست کی کہ یہاں کے دَوران قیام کے مصارف ہم سے قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم لوگوں نے فیصلہ کیا ہے کہ کسی سے مالی امداد نہ لیں گے اس لئے معذور ہیں۔ ہاں جو شخص بخلوص سے ہمارا ساتھ دینا چاہے دے سکتا ہے۔ اس کے بعد جناب ابراہیم نے اپنے لشکر کو خازر کی طرف کُوچ کا حُکم دیا کیونکہ ابن زیاد موصل نہیں پہنچا تھا بلکہ خازر میں مقیم تھا۔ یہ لوگ وہاں سے روانہ ہو کر بمقام "ارجا" وارد ہوئے پھر وہاں سے "دیر اعلیٰ" پہنچے۔ وہاں ایک روز قیام کر کے روانہ ہوئے اور "نصیبین" سے پانچ فرسخ پہلے عینین وارد ہوئے۔ نصیبین کا حاکم اُن دنوں حنظلہ بن عمار ثعلبی تھا۔ وُہ کسی کا ماتحت نہ تھا اُس کے پاس دس ہزار فوج تھی۔

حضرت ابراہیم کا خط حنظلہ کے نام

جناب ابراہیم نے یہاں سے حسبِ ذیل خط حنظلہ کے نام

لکھ کر اپنے مُلازم نصیر کے ذریعہ اُس کے پاس بھیجا۔ مضمون یہ تحریر کیا:۔

"اما بعد اے حنظلہ تم کو معلوم ہے کہ بنی اُمیہ نے امام حسینؑ پر کربلا میں جو ظلم کیا ہے اُس کی مثال نہیں۔ میں اس وقت اپنی فوج لے کر ابن زیاد سے جنگ کرنے کے لئے نکلا ہوں میرا مقصد یہ ہے کہ میں امام حسینؑ کے خون کا بدلا لوں گا اور کربلا میں جو مظالم کئے گئے ہیں اُس کا مزہ اُس کے کرنے والوں کو چکھا دوں۔ اے حنظلہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی نزاع نہیں۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ میں اپنی فوج لے کر تمہارے شہر میں ایک دروازہ سے داخل ہو کر دُوسرے دروازہ سے نکل جاؤں۔ اے حنظلہ اگر تم میری درخواست مان لو گے تو اس کا عوض تم کو خُدا و رسُول دیں گے۔"

قاصد یہ خط لے کر روانہ ہُوا ابھی وہ حنظلہ کے پاس پہنچنے نہ پایا تھا کہ ابن زیاد کا قاصد بھی خط لئے ہوئے وہاں پہنچ گیا۔ ابن زیاد بھی نصیبین سے پانچ فرسخ دُور شام کے راستہ پر ایک لاکھ کا لشکر لئے ہوئے مقیم تھا۔ دربان نے دونوں قاصدوں کی پہنچنے کی اطلاع دی۔ حنظلہ نے دونوں کو طلب کیا اور کہا تم میں امام حسینؑ کے محب ابن مالک بن اشتر کا قاصد کون ہے۔ نصیر نے آگے بڑھ کر کہا میں ہوں۔ حنظلہ نے کہا میرے قریب آؤ وہ قریب گیا تو حنظلہ نے اُس کو اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور اُس سے خط لے کر اُس کو بوسہ دیا۔ آنکھوں سے لگایا اور کھول کر پڑھنا شروع کیا اور ڈھاڑیں مار کر رونے لگا۔ جب رونے سے افاقہ ہُوا تو کہا کہ تمہارے لشکر کے خوراک و رسد کا انتظام میں کروں گا۔ اور ابراہیم کے ساتھ ہو کر ابن زیاد سے جنگ کروں گا۔

اس کے بعد ابن زیاد کے قاصد کی طرف متوجہ ہُوا اور اُس سے خط لے کر پڑھا لکھا تھا کہ:۔

"میں شیعیانِ علیؑ بن ابی طالب سے لڑنے کے لئے نکلا ہوں جس وقت میرا لشکر جو ایک لاکھ آدمیوں پر مشتمل ہے نصیبین پہنچے تو اُن کے قیام و طعام اور چارہ اور پانی کا انتظام کرنا تیرے ذمہ ہے اس میں ذرا بھی کوتاہی نہ ہونے پائے میں یہ ہدایت حاکم شام کی طرف سے تجھے کر رہا ہوں۔ تو حاکمِ شام کی اطاعت میں اپنے کو گرد سمجھنا۔"

یہ خط پڑھ کر حنظلہ غصہ سے کانپنے لگا اور خط کو پارہ پارہ کر ڈالا اور حکم دیا کہ ابن زیاد کے قاصد کو قتل کر دو چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔ اور نصیر قاصد ابراہیم کو خلعت بیش بہا اور تیز رفتار گھوڑا دے کر سرفراز کیا اور کہا تم جا کر ابراہیم سے کہدو کہ میں۔ میرا لشکر اور میرا ملک آپ کے لئے وقف ہے اور یہ بھی تمنا ہے کہ آپ کے ساتھ ہو کر حصول انتقام شہدا میں دشمنان دین سے جنگ کروں۔

نصیر نے واپس جا کر جناب ابراہیم سے سارا واقعہ بیان کیا اور حنظلہ کا پیغام زبانی جو اس نے کہا تھا پہنچایا حضرت ابراہیم بہت خوش ہوئے اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ نصیبین فوراً روانہ ہو جائے الغرض جب یہ لشکر نصیبین کے قریب پہنچا حنظلہ ایک لشکر عظیم کے ساتھ استقبال کے لئے موجود تھا۔ ابراہیم اس سے بغلگیر ہوئے۔ جب شہر کے اندر داخل ہوئے دیکھا کہ بڑے بڑے خیمے نصب ہیں اور تمام مہمانی کا سامان موجود اور اس قدر افراط کے ساتھ کہ لاکھوں کے لئے کافی ہو۔ وہاں کے لوگ تمام مرد اور عورتیں سب گریبان چاک گریہ و ماتم میں لگے ہوئے ہیں۔ ہر گھر سے شور گریہ بلند ہے اور ہر شخص یا لثارات الحسین کا نعرہ لگا رہا ہے۔ جناب ابراہیم نے کہا میں کوئی چیز مفت نہ لوں گا کیونکہ ہم نے پہلے سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آدمیوں کی امداد کے سوا کوئی چیز قبول نہ کریں گے۔

ایک شبانہ روز قیام کر کے جناب ابراہیم جب وہاں سے روانہ ہوئے تو حنظلہ بھی اپنے دو لڑکوں، غلاموں اور دس ہزار فوج کے ساتھ انتقام شہدا لینے کے لئے ابراہیم کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور یہ تمام لشکر ماردین میں وارد ہوا۔ یہ بھی حنظلہ کے تحت حکومت تھا یہاں کا کوتوال "وردان" حنظلہ کی طرف سے حکمران تھا۔ اس نے اس عظیم لشکر کو دیکھ کر اپنے لڑکے کو بھیجا کہ جا کر معلوم کرے کہ یہ کس کا لشکر ہے اور کس غرض سے آیا۔ لڑکا آیا اور ابراہیم کے پاس حنظلہ کو دیکھا تو ادب سے سلام کیا حنظلہ نے اس کو حکم دیا کہ قلعہ میں واپس جا کر فوراً وردان کو بھیجے۔ اس لڑکے نے واپس آکر اپنے والد سے سب کچھ بیان کیا اور کہا آپ کو امیر حنظلہ نے طلب فرمایا ہے۔ وردان یہ سن کر فوراً حنظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امیر حنظلہ نے کہا ہم لوگ ابن زیاد کے مقابلہ و مقاتلہ کے لئے نکلے ہیں اور اُسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ وردان نے کہا اے امیر اگر اور تھوڑی دیر پہلے آپ لوگ

آگئے ہوتے تو میں ابنِ زیاد کو گرفتار کرا دیتا۔ حنظلہ نے پوچھا "کس طرح؟" دردان نے کہا وہ اپنی اولاد اور غلاموں سمیت میرے پاس آیا تھا اُس کے پاس مال وزر سے لدے ہوئے چالیس[۴۰] اونٹ بھی تھے۔ اور وہ اُن سب کو میرے پاس چھوڑ کر یہاں سے بیس[۲۰] فرسخ کے فاصلہ پر بمقام مدینہ مقیم ہے۔

جناب ابراہیم نے پوچھا کتنے افراد ہیں اور کیا کیا مال ہے۔ اُس نے کہا تین بیویاں۔ چار لڑکیاں بڑی اور دو چھوٹی۔ ایک سو بیس[۱۲۰] غلام اور کنیزیں۔ چار لڑکے ہیں جن میں سب سے بڑا بیس[۲۰] سال کا ہے۔ چالیس[۴۰] اونٹ مال سے بھرے ہوئے اور سو[۱۰۰] صندوق ہیں جن میں حریر اور دیباج کے کپڑے ہیں۔

ابن زیاد کے بچوں کا قتل

حضرت ابراہیم نے فرمایا اے دردان اُن سب کو میرے سامنے حاضر کرو۔ چنانچہ وہ سب افراد اور تمام چیزیں حاضر کی گئیں۔ ابراہیم نے ایک آہ کی اور فرمایا ابن زیاد نے کربلا میں کیسے کیسے مظالم ڈھائے ہیں۔ جناب عباسؑ۔ عون بن علیؑ۔ یحییٰ بن علیؑ۔ جعفر بن علیؑ اور حضرت علی اکبرؑ وغیرہم اور امام حسینؑ اور اُن کے ننھے ننھے بچوں کو شہید کیا۔ پھر اہلِ حرم کو لوٹا اُن کو اسیر کر کے شہر بہ شہر بے مقنعہ و چادر اور بے محمل و عماری کے ناقوں پر سوار کر کے پھرایا۔ اِسی ابن زیاد کے ظلم سے فاطمہؑ کی کھیتی کربلا میں برباد ہو گئی۔ اے لوگو میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ ابن زیاد اور اُس کی اولاد کو روئے زمین پر زندہ نہ چھوڑوں گا۔ یہ کہہ کر جناب ابراہیم نے ابن زیاد کے بڑے بیٹے کا سر تن سے جدا کر دیا پھر اور لوگوں نے ابن زیاد ملعون کے سارے گھرانوں کو کنیزوں اور غلاموں سمیت قتل کر ڈالا۔ لعنۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اِس کے بعد جناب ابراہیم نے ابن زیاد کا سارا مال لشکر والوں پر تقسیم کر دیا۔ اور تین خروار امیر حنظلہ کو اور ایک خروار دردان کو عنایت کیا۔

اِس کے بعد امیر حنظلہ نے دردان سے پوچھا کہ اب کیا ارادہ ہے میرے ساتھ رہتے ہو یا جاتے ہو۔ اُس نے کہا میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا آپ سے جدا نہ ہوں گا۔

ابن زیاد کی گرفتاری کے لئے ابراہیم و درددان کی روانگی

پھر درددان نے کہا اے امیر حنظلہ اگر تو چاہے تو میں ابنِ زیاد کو تیرے ہاتھوں قتل یا گرفتار کرادوں حنظلہ نے پوچھا کس صورت سے ؟ اُس نے کہا میں امیر ابراہیم اور اپنے لڑکوں کو ہمراہ لے کر وہاں جاتا ہوں جہاں ابنِ زیاد ٹھہرا ہوا ہے اُس کے قریب ایک خیمہ نصب کر کے ابنِ زیاد کو کہلا بھیجوں گا کہ "امیر حنظلہ نے ابراہیم کے ہاتھوں پر بیعت کر لی ہے مجھے یہ شبہ ہے کہ کہیں وہ ابراہیم کے ہمراہ آکر تیرے بال بچوں کو قتل و تباہ نہ کر دے۔ اِس لئے تو تنہائی میں مجھ سے آکر مل اور اپنے ہمراہ کسی کو نہ لانا کیونکہ مجھے جاسوسوں کا خطرہ ہے" پھر وہ جب میرے پاس آئے گا تو اُسے قتل کر دیا جائیگا۔ یہ سُن کر ابراہیم و حنظلہ نے کہا تیری رائے مناسب ہے۔ تو جلد یہ انتظام کر۔

اس کے بعد جناب ابراہیم اور درددان روانہ ہوئے۔ ابراہیم نے اپنا لباس تبدیل کر کے ہیئت بدل لی تھی اور اُس مقام پر پہنچے جس مقام پر ابنِ زیاد ایک لاکھ لشکر لئے ہوئے ٹھہرا تھا۔ درددان نے اپنے ایک لڑکے کو جو بڑا ہوشیار، شجاع اور فصیح البیان تھا ابنِ زیاد کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ اس سے کہے کہ یہاں سے ایک فرسخ پر میرا باپ ٹھہرا ہے اور آپ کو تنہا بُلایا ہے کیونکہ آپ کے بچوں کے بارے میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔ وہ لڑکا روانہ ہو کر ابنِ زیاد کے پاس پہنچا اور ساری گفتگو جس طرح اُس کے باپ نے ہدایت کی تھی بیان کی۔ یہ سُن کر ابنِ زیاد بہت چلّایا اور فوراً درددان کے پاس جا پہنچا۔ خیمہ میں داخل ہُوا تو ابراہیم تعظیم کے لئے نہ اُٹھے اُس نے پوچھا یہ کون ہے کہا میرے عزیز ہیں۔ پھر ابنِ زیاد سے وہی گفتگو کی جو حنظلہ و ابراہیم کو بتائی تھی۔ ابنِ زیاد نے کہا تو گھبرا نہیں۔ ابراہیم کے لشکر سے میرے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ میں کل لشکر لے کر ماردین آتا ہوں اور ابراہیم و حنظلہ کے لشکر کو پسپا کر دوں گا اور میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ لشکر کی سرداری آئندہ تجھے دوں گا اور تجھے ایسا مالامال کر دوں گا کہ تا زندگی تو خوشحال رہے گا اور یہ کہتا ہُوا اُٹھ کھڑا ہُوا کہ میں بجائے کل کے آج ہی ماردین روانہ ہو رہا ہوں۔ تو نہر خازر پر میرا انتظار کر۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔

درددان نے ابراہیم سے کہا اے امیر شکار جنگل میں آکر نکل گیا۔ آپ نے یہ کیا کیا ایسا نادر

موقع ہاتھ سے کھو دیا۔ ابراہیم نے کہا میری جُرأت نے گوارا نہ کیا کہ اُس کو دھوکے سے ماروں یہ شیوۂ جوانمردی نہیں ہے۔ اے دردان گھبراؤ مت ابن زیاد میرے ہی ہاتھ سے قتل ہوگا۔ انشاء اللہ۔

ابن زیاد نے اپنے لشکر میں پہنچ کر روانگی کا نقارہ بجایا اور سب مارین روانہ ہو گئے۔ جناب ابراہیم و دردان نہر خارز کے پُل کے قریب کھڑے ہوئے سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ جب سارا لشکر پُل عبور کر گیا تو ابن زیاد اپنے مقام سے پُل عبور کرنے کے لئے روانہ ہُوا اُس کا ایک نہایت عُمدہ ناقہ تھا جس پر سونے سے مزیّن عماری تھی اُس پر دیباج کے پردے پڑے ہوئے تھے اور اُن میں جواہرات ٹنکے ہوئے تھے۔ اُس ناقہ کے گرد تیس شمعیں بقدِ آدم سونے کے طشتوں میں روشن تھیں۔ جن کو رُومی غلام لئے ہوئے تھے۔

جناب ابراہیم نے ابن زیاد کو اِس شان و شوکت سے آتے ہوئے دیکھ کر مُنہ پر کپڑا لپیٹ لیا تاکہ کوئی پہچان نہ سکے اور ہاتھ میں تلوار سنبھال لی۔ چند خادموں نے اُن سے کہا کہ شارعِ عام سے ہٹ جاؤ تاکہ امیر کی سواری گذر جائے حضرت ابراہیم نے فرمایا میں تو امیر سے ملنے آیا ہوں اور اس مقام کے علاوہ اُن سے میری مُلاقات نہیں ہوسکتی اِس لئے میں یہاں کھڑا ہوں۔ خادموں نے زیادہ مزاحمت نہ کی اور جناب ابراہیم وہیں کھڑے رہے۔ جب ابن زیاد قریب پہنچا تو آپ نے دوہائی دینا شروع کی اور کہا میں امیر کے پاس فریاد لایا ہوں۔ یہ آواز سُن کر اُس نے عماری سے سر نکالا۔ جناب ابراہیم نے بڑھ کر اُس کی گردن پکڑ لی اور کھینچ کر زمین پر گرا دیا اور آواز ، یا لثارات الحسین بلند کی۔ یہ آواز سُنتے ہی اُن کا لشکر آن پہنچا اور لڑائی شروع ہوگئی۔ صُبح تک جنگ ہوتی رہی۔ صُبح کو حضرت ابراہیم کو معلوم ہُوا کہ جس شخص کو گھسیٹ کر گرفتار کیا تھا وُہ ابن زیاد کا غلام حاجب ہے آپ نے اُسے یہ کہہ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ یہ ملعون بھی آلِ محمدؐ کی دُشمنی میں اُس سے کم نہ تھا۔ اس نے بھی سینکڑوں محبّان اہلبیت کو قتل کیا ہے۔ لیکن افسوس کہ ابنِ زیاد بچ گیا۔

ابنِ زیاد ملعون جب نہر خارز کے پُل کی طرف روانہ ہونے لگا تو کچھ سوچ کر عماری میں

نہیں سوار ہُوا بلکہ اپنے غلام حاجب کو بُلا کر اُسے حکم دیا کہ وُہ عماری میں سوار ہو جائے چُنانچہ حاجب عماری میں بیٹھ گیا۔ جو دیکھتا تھا یہی سمجھتا تھا کہ اِس عماری میں ابنِ زیاد ہے۔

اِس کے بعد جناب ابراہیم نے اپنے لشکر کو حملہ کا حُکم دیا۔ چُنانچہ دونوں طرف سے مقابلہ جاری ہو گیا اور جنگ شدّت سے ہونے لگی۔ دُشمن کے تیس ۳۰ ہزار آدمی مارے گئے مگر ابنِ زیاد ابھی تک زندہ تھا۔

حضرت ابراہیم نے اپنی کارگذاری جناب مُختار کو لکھ بھیجی اور تحریر کیا کہ جب تک ابنِ زیاد کو قتل نہ کر لوں گا کُوفہ کا عزم نہ کروں گا۔

ابن زیاد کا خط عبدالملک کے نام

شکست کھانے کے بعد ابنِ زیاد نے عبدالملک کو لکھا کہ یہاں ابراہیم نے آفت ڈھا رکھی ہے میرے تیس ۳۰ ہزار بہادروں کو قتل کر دیا جلد سے جلد اور کمک بھیج اسی مقام پر ابنِ زیاد کو یہ بھی معلوم ہُوا کہ اُس کے بال بچّے قتل کر دیئے گئے۔ اِسی لئے اُس نے عبدالملک سے مزید امداد طلب کی تاکہ ابراہیم سے پُورا پُورا بدلہ لے سکے۔

جناب ابراہیم و ابن زیاد کے لشکروں میں گھمسان کی جنگ

چُونکہ ابنِ زیاد کو معلوم ہو چکا تھا کہ اُس کے لڑکے غُلام اور کنیزیں قتل کر دی گئیں اِس لئے اُس نے اب ابراہیم اور اُن کے لشکر کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اِس کے بعد وُہ اپنے لشکر کی ترتیب کی طرف متوجہ ہُوا اِسی دوران میں جناب ابراہیم نے اُس کے سپہ سالار عمیر بن خباب کو ایک خط لکھا جس میں اپنی قدیم دوستی کا ذکر کرتے ہوئے اُس کو اپنی طرف آ کر مل جانے کی دعوت دی تھی۔ عمیر نے وُہ خط ابنِ زیاد کو دکھا دیا۔ ابنِ زیاد نے مشورہ دیا کہ تم رات کو اُن کے پاس ضرور جاؤ اور اُن کے تمام حالات معلوم کر لو۔ چُنانچہ عمیر رات کے وقت ایک ہزار کا لشکر لے کر جناب ابراہیم کے پاس آیا حضرت ابراہیم نے اُس کی بڑی عزّت و توقیر کی اور اُس کو زیادہ سے

زیادہ سے زیادہ انعام واکرام سے سرفراز فرمایا پھر بطور مشورہ اُس سے دریافت کیا کہ اگر ہم اپنے لشکر کے گرد خندق کھودوا دیں تو مناسب ہوگا اُس نے کہا بہت مناسب ہے لیکن تاخیر نہ کیجئے کیونکہ آپ کے پاس ابن زیاد کے لشکر سے بہت کم لشکر ہے اگر آپ جنگ میں تاخیر کریں گے تو آپ کو سخت نقصان ہوگا جناب ابراہیم نے اُس کی رائے پر خوشی کا اظہار کیا پھر عمیر نے کہا آپ لوگوں کی جُرأت وشجاعت کا سکہ ابنِ زیاد اور اُس کے لشکر کے دلوں پر بیٹھ گیا ہے بس اب تاخیر نہ کیجئے ورنہ وُہ سمجھ لیگا کہ آپ لوگ اُن سے ڈرتے اور دبتے ہیں۔ جناب ابراہیم نے کہا مجھے تُم پر پُورا بھروسہ ہوگیا ہے عمیر نے کہا مَیں آپ کے ہاتھوں پر بیعت کرتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ آپ کا لشکر اُن لوگوں پر حملہ کرے تو مجھ سے تعرض نہ کرے مَیں جنگ کے دوران اپنے دستۂ فوج کو لے کر آپ کی طرف آجاؤں گا۔

عمیر جناب ابراہیم سے رُخصت ہوکر ابن زیاد کے پاس واپس گیا جو کچھ باتیں ابراہیم سے ہوئی تھیں مفصل اُس سے بیان کر دیں وُہ بہت خوش ہُوا اور دس ہزار دینار اور قیمتی خلعت اُسے انعام دیا۔

اِدھر عمیر کے جانے کے بعد جناب ابراہیم نہایت خوش ومسرور ورقاء کے خیمہ میں گئے۔ اور عمیر کی پُوری گفتگو اُن سے دوہرائی اور کہا یہ ایک بڑا اہم کام ہوگیا۔ ورقاء نے کہا اے امیر جو کچھ ہُوا درست ہُوا لیکن مَیں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ وُہ قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ اُس میں وفاداری مُطلق نہیں۔ اُس کے متعلق میرا ذاتی تجربہ ہے کہ مَیں نے اپنے کانوں سے شیعوں کی مذمت کرتے سُنا ہے۔ اور میرے چچا زاد بھائی نے مجھ سے بیان کیا کہ جب امام حسینؑ شہید کردیئے گئے اور یہ خبر موصل میں پہنچی تو مَیں اُس وقت عمیر کے مکان پر تھا۔ خبر شہادت سُنتے ہی مَیں رونے لگا۔ مجھے روتے دیکھ کر وُہ ہنسنے لگا۔ مَیں نے کہا بڑے افسوس کا مقام ہے کہ فرزند رسُول شہید کئے جائیں اور تُو ہنستا ہے۔ عمیر نے کہا اُنہوں نے تو خواہ مخواہ اپنی جان دی۔ اِس قتل پر رونا کیسا اِس کے بعد وُہ باہر چلا گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد خنداں وشاداں گھر میں داخل ہُوا اور کہنے لگا

حسینؑ کا سر امیر یزید کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا پھر امام حسینؑ کی شان میں چند ناسزا الفاظ استعمال کئے یہ سُن کر میں اُٹھا اور اُس کے مُنہ پر ایک طمانچہ مارا اُس نے بھی اس کا جواب دیا پھر میرے اُس کے درمیان گھونسوں سے کافی ردّ و بدل ہوتی رہی اس کے بعد اپنے گھر واپس آگیا۔ یہ سُن کر حضرت ابراہیم نے کہا مجھے ان باتوں کی اطلاع نہیں تھی۔

عمیر کے جانے کے بعد آپ نے اپنے لشکر کی یُوں ترتیب فرمائی۔ میمنہ پر سفیان بن یزید بن معقل ازدی کو متعین کیا۔ میسرہ پر علی بن مالک الخشعی کو مقرر فرمایا۔ تمام سواروں پر طفیل بن لقیط کو تعیُنات کیا اور پیادوں پر مزاحم بن مالک سکونی کو معین کیا اور اپنے لئے قلب لشکر تجویز فرمایا۔ اِس کے بعد مناسب پند و نصیحت فرمائی اور حُکم دیا کہ یکے بعد دیگرے سارا لشکر ایک مقام پر جمع ہو جائے۔

ابن زیاد نے اپنے لشکر کی ترتیب اِس طرح کی کہ میمنہ شرحبیل بن ذوالکلاع کو سپرد کیا میسرہ ربیعہ بن مخارق کے حوالے کیا۔ قلب میں حصین بن نمیر کو مقرر کیا اور جناح میسرہ پر عبداللہ ابن مسعود فرازمی کو مقرر کیا اور خارج میسرہ پر حملہ بن عبداللہ کو معین کیا۔

ترتیب لشکر کے بعد ہی رات ہو گئی حضرت ابراہیم طلایہ لشکر کے لئے نکلے اور ایک شامی کو ابن زیاد کے لشکر کی طرف جاسوسی کے لئے بھیجا۔ اُس نے آکر اطلاع دی کہ دو سو افراد کا ایک گروہ طلایہ پر ہے اُس کا سردار بکر بن زید ہے۔ یہ شخص اکثر ابن زیاد کے ساتھ شراب پیا کرتا تھا۔ ایک دن اُس نے ابن زیاد سے کہا کہ اے امیر تُو نے ایسا نیک کام کیا ہے کہ اس کے بعد کتنا ہی گناہ کرے خُدا تجھ پر عذاب نہ کرے گا۔ اور وُہ تیرا نیک کام قتل حسینؑ ہے۔ جناب ابراہیم کو یہ واقعہ پہلے سے معلوم تھا اور اُس کی طرف سے اُن کے دِل میں زبردست آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ شامی جاسوس نے یہ بھی بتایا کہ اِس وقت سارا لشکر شراب میں مست زمین پر پڑا ہے۔ یہ سُن کر جناب ابراہیم سات سو سواروں کو ہمراہ لے کر اُس مقام پر پہنچے جہاں دو سو افراد شراب میں مدہوش پڑے تھے۔ آپ بکر بن یزید کو پہچانتے تھے اس کے گروہ میں داخل ہو کر آپ نے بکر کو قتل کر دیا اور

دوسری جانب سے نکل گئے۔ بکر بن یزید کے قتل ہونے پر آپس میں تلوار چل گئی اور کافی کشت و خون ہوا۔ لطف یہ ہے کہ یہ جنگ دو سو طلایہ پھرنے والوں سے بڑھ کر اصل لشکر ابن زیاد میں پھیل گئی اور صبح ہوتے ہوتے تقریباً بیس ہزار اشقیا کٹ گئے۔

بہر حال حضرت ابراہیم تمام رات جاگتے رہے کبھی طلایہ پھرتے تھے کبھی بہادروں کی ہمت افزائی فرماتے تھے۔ سحر کو اول وقت نماز جماعت ادا کی اور بارگاہ رب العزت میں دعا کی کہ پالنے والے ہم تیرے نبی کے نواسے کی نصرت کے لئے میدان میں نکلے ہیں خداوندا تو ہماری مدد فرما اس کے بعد صفیں درست کیں اور فرمایا "بہادر و فتح و ظفر تمہارے قدموں میں ہے ہمت بلند رکھو۔ خدا کی مدد تمہارے ساتھ ہے۔ کوئی طاقت تم کو شکست نہیں دے سکتی۔" پھر حکم دیا چلو اور دشمنوں کو کچل دو حکم پاتے ہی مجاہدین حضرت ابراہیم کے ساتھ چل پڑے۔ جب لشکر شام کے قریب پہنچے ایک سوار کو حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا اس نے واپس آکر بیان کیا کہ ابن زیاد کا لشکر بھی تیار کھڑا ہے اور میدان میں آیا ہی چاہتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم نے اپنے لشکر کے علمداروں کو عزم و استقلال کی ترغیب و تحریص فرمائی اور کہا۔

"اے دین کے مددگارو! اس وقت تمہارے سامنے ابن مرجانہ کا بیٹا ہے۔ یہ وہ ملعون ہے جس نے رسولؐ کے قرۃ العین حضرت امام حسینؑ اور ان کے اہلبیت کو تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کر دیا۔ خدا کی قسم ابن مرجانہ نے آل محمدؐ کے ساتھ اس سے بھی زیادہ ظلم کیا جو فرعون نے بنی اسرائیل کے ساتھ کیا تھا۔ مجھے امید ہے کہ تمہارے قلوب ان ملعونوں کا خون بہانے سے سکون و ٹھنڈک پائیں گے خدا خوب جانتا ہے کہ تم آل رسولؐ کی حمایت میں ان ملعونوں کی طرف سے سوزش قلب لے کر نکلے ہو۔ اس لئے وہ تمہارا مددگار رہے۔"

جناب احوص اور ضبعان کلبی کا مقابلہ

حضرت ابراہیم اپنے بہادروں کو سمجھانے اور ان کا دل بڑھانے کے بعد اپنی جگہ پر آکر کھڑے ہو گئے۔ پھر اپنے ایک بہادر سپاہی جناب احوص بن شداد ہمدانی کو میدان میں بھیجا۔ اب

عبدالملک کی طرف سے ابن زیاد کی امداد میں مزید لشکر آگیا تھا اور چار لاکھ کی فوج ہو گئی تھی۔ جناب انوص نے میدان میں نکل کر دُشمن کو للکارا۔ اُدھر سے ایک شخص بنی کلب میں سے "اعوف بن ضبعان کلبی" اُن کے مقابلہ پر آیا۔ اور دونوں سواروں نے رجز پڑھنے کے بعد ایک دُوسرے پر حملہ کیا۔ کچھ دیر ردّ و بدل جاری رہی۔ آخر جناب انوص نے ایک ایسا وار کیا کہ وُہ ملعون زمین پر گر کر لوٹنے لگا۔

پھر جناب انوص نے خُون سے رنگین اپنی تلوار فضا میں حرکت دے کر آواز دی کہ کوئی تم میں ہے جو میرے مقابلہ کو آئے۔ لشکرِ مخالف سے کوئی نہ نکلا تو پھر پُکار کر فرمایا کہ اے فرزندِ رسُولؐ کے قاتلو! آؤ اور میری تلوار کے جوہر دیکھو۔ یہ سُن کر ایک شخص داؤد بن عروۃ دمشقی نکلا۔

داؤد دمشقی کا قتل

اُس ملعون نے آتے ہی رجز میں اپنی بہادری کا ذکر کیا جناب انوص نے بھی اُس کے جواب میں اُس ملعون کو دندان شکن جواب دیا پھر مقابلہ شروع ہُوا تھوڑی ردّو بدل کے بعد جناب انوص نے اُس کو بھی واصلِ جہنّم فرمایا اور اپنے لشکر میں واپس آئے۔

حصین بن نمیر کا قتل اس کے بعد حصین بن نمیر ملعون میدان میں آیا اور بڑے غرور کے ساتھ یہ رجز پڑھا:-

یعنی "اے کوفہ کے بزدلو! اے مختار و ابن اشتر کے شیعو! ہے کوئی تم میں کریم الاصل جو اپنی قوم میں فخر کے قابل ہو۔ آئے میرے مقابلہ پر اور تلوار کے جوہر دیکھے"۔

یہ سُن کر فوج ابراہیم سے شریک بن خریم تغلبی برآمد ہوئے اور اُنہوں نے اُسی کے ردیف و قافیہ میں اُس کے رجز کا جواب دیا کہ:-

"اے بزرگ کریم الاصل یعنی امام حسینؑ کو کربلا میں قتل کرنے والے۔ وُہ مدح و ثنا اور فخر کے قابل تھے۔ وُہ نبیؐ طاہر کے فرزند تھے۔ وُہ علی بن ابی طالب کے دلبند تھے جو بہادر اور ہر معرکہ میں مظفر و منصور رہے ہیں۔ آج میرے ہاتھوں وُہ ضرب لیتا جا جس سے کسی طرح نجات نہیں مِل سکتی"۔

یہ کہہ کر آپ نے اُس ملعون پر حملہ کر دیا اور دو چار وار کی ردّ و بدل کے بعد ایک ایسا وار

اُس کے سر پر مارا کہ اُس کا سر جُدا ہوگیا اور وُہ ملعون ابدی داخلِ جہنم ہُوا۔

اُس کے قتل ہونے سے لشکرِ شام میں ابتری پیدا ہوگئی۔ حوصلے پست ہوگئے اور خوف و ہراس اُن کے دِلوں پر چھا گیا۔

دُوسری روایت کے مطابق جب داؤد دمشقی قتل ہُوا تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ ایک ایک کر کے مت لڑو بلکہ اکبارگی سب کے سب حملہ کردو۔ یہ حکم پاتے ہی لشکرِ شام جس کی تعداد ایک لاکھ تھی حسینی جاں نثاروں پر ٹوٹ پڑا۔ حصین بن نمیر نے میمنۂ شام سمیت حضرت ابراہیم کے میسرہ پر حملہ کیا۔ پہلے تیروں کی بارش ہوئی جس سے حضرت ابراہیم کے بہت سے بہادر زخمی ہوگئے۔ پھر تلوار چلنے لگی۔ آپ کے میسرہ کے سردار جناب علی بن مالک بڑی بہادری سے لڑے لیکن آخر درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند جناب قرہ بن علی نے عَلم سنبھالا اور بڑی دلیری سے جنگ کی آخر مع چند بہادروں کے آپ بھی شہید ہوگئے۔ آپ کی شہادت کے بعد لشکر ابراہیم کے میسرہ میں شکست کے آثار ظاہر ہوئے لیکن فوراً عبداللہ بن ورقاء نے عَلم بلند کیا اور میسرہ کے سپاہیوں سے کہا "اے خُدا کی فوج کے لوگو میری طرف آؤ۔ دیکھو ابراہیم جیسا بہادر تمہارا امیر ہے ہمت بلند رکھو اور میری طرف پلٹ آؤ۔ یہ سُن کر بہت سے جاں باز میدان قتال میں پھر جم گئے اتنے میں جناب ابراہیم اُن کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا اے مجاہدو ہم ابنِ زیاد سے لڑنے آئے ہیں اور وُہ حسینؑ مظلوم کا قاتل ہے اُس نے کربلا میں امام اور اُن کے ننھے ننھے بچّوں کو تین دِن کا بھُوکا پیاسا قتل کیا ہے اے بہادرو یہی وُہ ملعون ہے جس نے امام کے اہلبیت پر وُہ ظُلم کیا جو فرعون نے بھی بنی اسرائیل پر نہیں کیا تھا۔ اِسی ملعون نے رسُولِ خُدا کے اہلبیت کو بازاروں میں پھرایا اور دربار میں اُن کو لے گیا آؤ اور بہادری سے اُس کا مقابلہ کرو۔ مَیں ابن اشتر ہوں اور تمہاری مدد کے لئے موجود ہوں۔

یہ سُننا تھا کہ تمام لشکر فوجِ مخالف پر ٹوٹ پڑا اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی یہاں تک کہ شام ہوگئی آخر فوج شام کو شکست ہوئی۔ اور آج کا میدان مُختار کے لشکر کے ہاتھ رہا۔

دُوسرے روز حصین ابن نمیر نے سلاح جنگ سے آراستہ ہو کر اپنے لشکر والوں سے کہا۔ آج کی جنگ کا آغاز میں کروں گا اور ایسی جنگ کروں گا کہ دُنیا حیران رہ جائے گی۔ جب دونوں لشکر ایک دُوسرے کے مقابلہ پر آئے تو سب سے پہلے یہی ملعون میدان میں نکلا اور اپنا حسب و نسب بیان کرنے کے بعد مبارز طلب ہُوا۔ لشکر ابراہیم سے ایک بزرگ انس اُس کے مقابلہ پر آئے اور تھوڑی دیر مقابلہ کے بعد شہید ہو گئے۔ اُن کے بعد ایک مجاہد اور آیا اور وُہ بھی شہید ہو گیا۔ یہ دیکھ کر جناب ورقاء میدان میں آگئے اور آتے ہی نیزہ سے حملہ کیا اس کے بعد دیر تک نیزوں سے جنگ ہوتی رہی اسی اثناء میں جناب ورقاء نے ایک وار کیا جس سے حصین کے ہاتھ سے نیزہ چھُوٹ گیا۔ جناب ورقاء نے فوراً اُسے پکڑ کر زمین پر پٹک دیا اور لشکر ابراہیم کے چند افراد نے دَوڑ کر اُسے پکڑ لیا۔ اور اپنے لشکر میں لے کر پلٹ آئے۔ یہاں پہنچ کر اُس کی مُشکیں کس دیں۔ اس کے بعد لشکر گاہ میں لے جا کر حضرت ابراہیم کے سامنے پیش کیا۔ اُدھر جنگ جاری رہی اور اُدھر حصین بن نمیر کا فیصلہ شروع ہُوا۔ حضرت ابراہیم کے سامنے بیان کیا گیا کہ اسی ملعون نے ہمشبیہ پیغمبر جناب علی اکبرؑ کو برچھی لگائی تھی۔ اسی نے بہت سے اصحاب حسینؑ کو مجروح کیا تھا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا اُسے انواع و اقسام کے عذاب کے ساتھ واصل جہنم کرو۔ چُنانچہ پہلے اُس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر توڑ دیئے گئے۔ پھر اُسے اُوندھا زمین پر لٹا کر شمشیر و خنجر سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ابن زیاد کو جب اُس کے مقتول ہونے کی اطلاع ملی تو وُہ بہت غمگین ہُوا اور کہا میرے لشکر کی کمر ٹوٹ گئی۔

جنگ جاری تھی۔ حضرت ابراہیم نے اپنے میمنۂ لشکر کو ابن زیاد کے میسرۂ لشکر پر حملہ کا حکم دیا۔ جناب ابراہیم کو اُمید موہوم تھی کہ شاید حسبِ وعدہ عمیر بن حباب ہماری طرف آجائے لیکن اُس نے ابراہیم کے لشکر سے زبردست جنگ شروع کر دی اور اپنی جگہ پر مُستقل مزاجی سے قائم رہا۔ یہ دیکھ جناب ابراہیم نے حکم دیا کہ میمنہ میسرہ کی پرواہ مت کرو اور سب مل کر حملہ کرو۔ الغرض سب نے مل کر حملہ کر دیا اور دونوں لشکروں نے عظیم جنگ کی۔ اور سب بڑی جانفشانی سے لڑے۔ اس کے بعد دونوں لشکر اپنے اپنے قیامگاہ کو گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سب میدان میں آ

پہنچے اور پھر شدّت کی جنگ ہونے لگی۔

یزید بن معاویہ کندی کا قتل

اِس مرتبہ سب سے پہلے جو شخص میدان میں آیا وُہ یزید بن معاویہ کندی تھا جو شام کا رہنے والا اور سخت دُشمن آلِ رسُولؐ تھا۔ اُس نے آتے ہی رجز پڑھا اور اپنی شجاعت پر فخر کرنے لگا اور بولا ہے کوئی ابن مالک اشتر کے لشکر میں جو میرے مقابلہ کو آئے۔ یہ سُن کر ایک شخص جناب ابراہیم کے لشکر سے نکلا اور دونوں میں تادیر جنگ ہوتی رہی آخر وُہ شخص شہید ہوگیا۔ اُس نے پھر لشکر ابراہیم کو للکارا اِدھر سے جعدہ بن قیس میدان میں آئے اور کچھ ردّ و بدل کے بعد وُہ بھی شہید ہو گئے۔ اُن کے بعد پھر ایک سوار برآمد ہُوا وُہ بھی شہید ہوگیا۔ یہاں تک کہ بارہ۱۲ مجاہدوں کو اُس نے شہید کر دیا۔ پھر اُس کی مدد کے لئے عبداللہ نخعی پانچ سو سواروں کے ساتھ آگیا۔ یہ دیکھ کر ابراہیم بن اسحاق نخعی اُس کے مقابلہ کے لئے نکلے اور جنگ ہونے لگی حضرت ابراہیم نے جو دیکھا کہ ایک ابراہیم کے مقابلہ میں بہت سے شامی مصروفِ جنگ ہیں تو آپ خود میدان میں آئے۔ ابھی وار نہ کرنے پائے تھے کہ ایک شخص نے اطلاع دی کہ ایک لشکر ابن زیاد کی مدد کے لئے آ رہا ہے۔ جناب ابراہیم نے ورقاء کو حکم دیا کہ میمنہ و میسرہ درست کر کے اُس لشکر کو روک دو ورقاء نے ایک چھوٹا سا دستہ فوج مرتب کیا۔ سعید بن اسحاق کندی کو میمنہ پر اور عبداللہ نخعی کو میسرہ پر مقرر کر کے خود قلب لشکر میں پہنچ کر آگے بڑھے۔ جب اُس لشکر کے علموں پر نگاہ پڑی۔ ورقاء نے کہا یہ گروہ بنی اُمیّہ کا نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اُن کے نشان کا پھریرا سیاہ ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے لشکر سے نکل کر آگے بڑھا۔ ورقاء گھوڑا بڑھا کر اُس کے قریب پہنچے۔ اُس نے پُوچھا تم کون ہو اور تمہارا افسر کون ہے۔ ورقاء نے اپنا اور اپنے امیر کا نام بتایا یہ سُنتے ہی اُس نے یالثارات الحسینؑ کا نعرہ کیا اور کہا مَیں عبدالرحمٰن بن جندب ہوں مجھے حضرت مختار نے تمہاری کمک کے لئے بھیجا ہے اور میرے عقب میں ظفر بن حارث ایک بڑا لشکر لئے آ رہے ہیں۔ اِسی اثناء میں ظفر بھی تین ہزار کا لشکر لے کر آ گئے ورقاء اُن سے بغلگیر ہوئے اور سب کو لے کر جناب ابراہیم کی خدمت میں پہنچے۔

حضرت ابراہیم بھی اُن لوگوں سے بغلگیر ہوئے۔ ظفر بن حارث نے جنگ کی اجازت لی۔ اُدھر سے پھر یزید بن معاویہ کندی مبارز طلب ہُوا۔ ظفر نے لشکر کے ساتھ حملہ کرنا چاہا لیکن پھر یہ کہہ کر رُک گئے کہ ایک کے مقابلہ میں ایک ہی کو جانا چاہیئے۔ اور اُس کے مقابلہ کے لئے جعفر بن حسان کو بھیجا۔ تھوڑی سی ردّ و بدل کے بعد یہ بھی شہید ہو گئے تو ظفر خود میدان میں آئے۔ یزید نے رجز پڑھا ظفر نے اُس کا جواب دیا۔ پھر اُس نے حملہ کیا ظفر نے روکا۔ اِسی طرح کافی دیر جنگ جاری رہی آخر ظفر نے نیزہ کا ایک زبردست وار اُس کے پہلو پر کیا کہ نیزہ پار ہو گیا اور وُہ ملعون گھوڑے سے گر کر واصلِ جہنم ہُوا۔

حضرت ابراہیم کی فیصلہ کُن جنگ اور ابن زیاد کا قتل

اس کے بعد جناب ابراہیم نے حکم دیا کہ بہادرو! اب کیا انتظار ہے اُن اعدائے دین پر ٹوٹ پڑو اور اُن کو تباہ و برباد کر دو۔ خُدا کی قسم اگر ہم نے اُن کو شکست دیدی اور ابنِ زیاد کو قتل کر دیا تو جنّت ہماری ہے۔ ہاں اے دلیر و بڑھو اور اُن کی کثرت کی پروا نہ کرو۔ حق تمہارے ساتھ ہے۔ یہ سُن کر ابراہیم کی فوج نہایت جرأت و دلیری کے ساتھ فوجِ دُشمن پر ٹوٹ پڑی۔ دونوں طرف سے نیزے اور تلواریں چلنے لگیں۔ اِس قدر گرد اُڑی کہ دونوں لشکروں کو ڈھانپ لیا اور تلواروں کی جھنکاروں کے سوا نہ کچھ سُنائی دیتا تھا نہ کچھ نظر آتا تھا۔ ہر طرف خون کے فوارے چھُوٹ رہے تھے۔

اِسی درمیان میں جناب ابراہیم نے اپنے علمدار سے فرمایا کہ شام کے لشکر میں ڈوب جا۔ آپ کے دِل بڑھانے سے وُہ آگے بڑھا۔ جناب ابراہیم بھی شدّت کے ساتھ وار کر رہے تھے۔ آپ کی تلوار جدھر چلتی تھی صفیں صاف ہو جاتی تھیں جنگ پُوری شدّت سے جاری تھی کہ نمازِ ظہر کا وقت آگیا۔ مجاہدوں نے اشاروں سے نماز ادا کی اور لڑائی ہوتی رہی۔ آخر دُشمنوں کی ہمّتیں پست ہو گئیں اور سب سے پہلے عمیر بن خباب نے شکست کھائی۔

جناب ابراہیم کا بیان ہے کہ اثنائے جنگ میں میرے مقابلہ پر ایک نہایت دلیر شخص آیا جسے میں نے نہ پہچانا۔ اُس نے کافی دیر تک میرا مقابلہ کیا لیکن خُدا کے فضل سے میں نے اُس کے ہاتھ

اور پاؤں قطع کر دیئے پھر اُسے دو ٹکڑے کر دیا۔ یہی عمیر تھا۔

الغرض یہ جنگ رات گئے تک جاری رہی۔ بیان کرتے ہیں کہ جنگ صفین کے بعد یہ پہلی جنگ ہے جس میں بیشمار افراد قتل ہوئے۔ میدان میں خون کا دریا بہہ رہا تھا آخر لشکر شام کے باقی لوگ جان بچا کر بھاگے۔ حضرت ابراہیم کے لشکر نے اُن کا پیچھا کیا اور اُن میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔

جناب ابراہیم فرماتے ہیں کہ نماز شام کے بعد میں نے دیکھا کہ نہر غارز کے کنارے سے ایک شخص میرے مقابلہ پر آیا۔ حریر کا عمامہ باندھے ہوئے ہے سونے کے جوشن سے مزین ہے میں نے اُس پر حملہ کیا اور اُس کو زین سے اُٹھا کر زمین پر پٹک دیا اور اُس کو مار ڈالا۔ میرا خیال ہے کہ وُہ ابن زیاد تھا کسی نے کہا آپ کو رات کی تاریکی میں کیسے معلوم ہُوا کہ وُہ ابن زیاد تھا آپ نے فرمایا کہ اُس کے جسم سے مُشک وعنبر کی بُو آ رہی تھی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ابن زیاد نے جب امام حسینؑ کا سر اُٹھایا تو اُس سے خون کا ایک قطرہ اُس کے زانو پر گرا جو زانو توڑ کر زمین پر پہنچا جس سے اُس کے زانو میں زخم ہو کر ناسُور ہو گیا اُس کی بدبُو سے بچنے کے لئے ابن زیاد مشک وعنبر استعمال کرتا تھا۔ لوگوں نے جا کر دیکھا تو وُہ ابن زیاد ہی تھا۔ اُس کا سر کاٹ لیا گیا۔ اور اُس کے جسم کی حفاظت کی گئی صبح کو اُس کے غلام مہران کو بُلا کر شناخت کرایا تو اُس نے تصدیق کی۔ جناب ابراہیم نے اُس کے جسم کو اُلٹا لٹکا دیا پھر آگ میں جلا دیا۔ اور فرمایا خُدا کا شکر ہے کہ اُس نے میرے ہاتھوں سے ابن زیاد کو قتل کرا دیا۔ اس کے بعد آپنے سجدہ شُکر ادا کیا۔

دُوسری روایت کے مطابق ابن زیاد ایک لاکھ کا لشکر لے کر حضرت ابراہیم بن مالک اشتر سے موصل میں نہر غارز کے کنارے لڑ رہا تھا یہاں تک کہ رات ہو گئی اور جنگ جاری رہی۔ اُس کے اسّی ہزار سپاہی قتل ہو گئے۔ اور وُہ گرفتار ہُوا۔ اُس کو رسیوں میں جکڑ کر ڈال دیا۔ اُس کے قریب سے ہر گذرنے والا اُس پر تھوکتا اور لعنت کرتا تھا۔ صبح کو جناب ابراہیم کے حُکم سے طائف کا بنا ہُوا چمڑے کا فرش بچھایا پھر جناب ابراہیم اور آپکے اصحاب جن کے کپڑے دُشمنوں کے خُون سے رنگین تھے آئے جناب ابراہیم اُس فرش پر بیٹھے اور حکم دیا کہ جو لوگ گرفتار ہوئے ہیں اُن میں نمایاں افراد کو پیش کرو

اِس سلسلہ میں سب سے پہلے ابن زیاد پیش کیا گیا آپ نے فرمایا اسے اچھی طرح رسیوں اور زنجیروں سے جکڑ دو اور اس کے گرد آگ روشن کر دو چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ جب زنجیروں سے باندھ دیا گیا تو حضرت ابراہیم نے اپنے خنجر سے اُس کے زانو کا گوشت کاٹ کر کھلوایا۔ جب وُہ کھانے سے انکار کرتا تو اُس کے جسم میں خنجر چبھویا جاتا جب وُہ ملعون مرنے کے قریب پہنچا تو اُسے ذبح کر دیا گیا۔ پھر اُس کا سر کاٹا گیا اُس کے جسم پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ آخر میں اُس کے جثۂ خبیث کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔

(بحوالہ اخذ الثار ابومخنف و قرۃ العین و تاریخ ائمہ)

شبث بن ربعی کا قتل

جب یہ ملعون پیش کیا گیا تو حضرت ابراہیم نے پوچھا او ملعون بتا تُو نے کربلا میں آلِ رسُولؐ پر کیا کیا مظالم کئے تھے۔ اُس نے بہت سے کارنامے بیان کرنے کے بعد یہ بھی کہا کہ مَیں نے امام حسینؑ کے چہرۂ اقدس پر تلوار لگائی تھی۔ یہ سُن کر جناب ابراہیم رونے لگے اور فرمایا او ملعون تجھ کو خُدا اور رسُولؐ سے کچھ خوف نہ آیا۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کے ران کا گوشت کاٹا جائے یہاں تک کہ یہ مرجائے۔ جب وُہ ملعون واصلِ جہنم ہو گیا تو اُس کا سر کاٹ کر اُس کا جسم آگ میں جلا دیا۔

جنگ ختم ہونے کے بعد جناب ابراہیم نے اپنے شہدا کو نماز پڑھ کے دفن کر دیا اور ابن زیاد کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا۔ اور گدھ، بھیڑیے اور لومڑی وغیرہ اُن کے گوشت کھا گئے۔

مقتولین لشکر ابنِ زیاد کی تعداد

ابومخنف کا بیان ہے کہ حضرات ابراہیم کے لشکر کی تعداد کم تھی لیکن اُن کے لشکر نے ابن زیاد کے ایک لاکھ لشکریوں میں اسّی ہزار کو قتل کر دیا۔

مالِ غنیمت جنگ سے فراغت اور ابن زیاد کے بقیۃ السیف لشکر کے فرار کے بعد حضرت ابراہیم کے سپاہیوں نے اُن ملعونوں کا سارا سامان لوٹ لیا۔ جس میں گھوڑوں اور سلاح جنگ کے علاوہ ایک ہزار اُونٹوں پر کپڑے اور ایک ہزار اُونٹوں پر سونا اور چاندی بار تھا۔ اِس مال کے مُختلف حِصّے کئے گئے اور ایک حِصّہ لشکر والوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ حنظلہ اور اُس کے لشکر والوں نے

اپنا حصہ لینے سے انکار کیا اور کہا ہمارے حصّہ کا تمام مال امام زین العابدینؑ کی خدمت میں بھیجدیا جائے۔

جناب مختار مدائن میں

چونکہ موصل کوفہ سے بہت دُور ہے اور جناب ابراہیم کے حالات سے مختار کو عرصہ تک اطلاع نہیں ہوئی اس لئے وُہ بہت غمگین و متردّد ہوئے۔ کوفہ پر اپنا نائب سائب ابن مالک کو مقرر کرکے ساباط ہوتے ہوئے مدائن آئے تاکہ ابراہیم کے حالات کا تفحص کریں۔ وہاں کئی روز تک مقیم رہے ایک دن فرمایا ابراہیم کامیاب ہوگئے اور عنقریب ابن زیاد اور رؤسائے شام کے سر میرے پاس بھیجیں گے۔ یہ سُن کر بروایت طبری لوگ کہنے لگے کہ مختار علم الغیب کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ علم غیب آنحضرتؐ کے سوا کسی کو نہیں تھا۔ مؤرخ ہروی کا بیان ہے کہ یہ اُن کی فراست تھی اُن پر کوئی وحی وغیرہ نازل نہیں ہوئی تھی وُہ لوگ جاہل ہیں جو اس قسم کی فراست کو وحی سے تعبیر کرتے ہیں۔

علاّمہ ابن نما کا بیان ہے کہ شعبی کہتا ہے کہ مَیں مدائن میں جناب مختار کے ہمراہ تھا۔ وُہ جناب ابراہیم کے حالات کے تفحص و جُستجو میں مصروف تھے کہ ابن زیاد اور اُن کے لشکر کے قتل ہونے کی بشارت ہوئی وُہ اس قدر مسرُور ہوئے کہ قریب تھا کہ شادیٔ مرگ ہوجائے اس کے بعد وُہ کوفہ واپس چلے گئے۔

تاریخ قتل ابن زیاد

مؤرخین کا بیان ہے کہ ابن زیاد ملعون ۱۰ محرم الحرام ۶۷ھ کو قتل ہُوا ایک روایت میں ہے کہ اس ملعون کا قتل ماہ صفر میں ہُوا ۔ ۔ ۔ ۔ (بحوالہ صواعق محرقہ وغیرہ)

جناب ابراہیم کا ایک خواب

جناب ابراہیم کا بیان ہے کہ مَیں نے انتقام شہدائے کربلا کے سلسلہ میں اس لئے بہت عجلت سے کام لیا کہ مَیں نے واقعہ کربلا کے بعد ایک خواب دیکھا تھا کہ "آسمان سے کچھ لوگ اُتر رہے ہیں جن کے لباس سبز ہیں اور وُہ زمین پر آکر قاتلان امام حسینؑ کو قتل کر رہے ہیں"۔ اسی کے تھوڑے دنوں بعد حضرت مختار نے خروج کیا اور مجھے اُن کی حمایت کا موقع ملا ۔ ۔ ۔ ۔ (بحوالہ ذوب النظار)

حضرت ابراہیم کا موصل میں داخلہ جنگ میں پُوری کامیابی حاصل ہونے کے بعد جناب

ابراہیم نے ابن زیاد کے کثیر مال وسامان پر قبضہ کرلیا۔ اُس وقت ظفر بن حارث نے واپسی کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا ابھی تو تمہاری ضیافت کرنا ہے۔ انہوں نے کہا اے امیر قاتلان امام حسینؑ کو قتل کرنا اور اُن کے حامیوں کو واصل کرنا ہمارا مقصود تھا۔ خدا کا شکر ہے ہم اس مقصد میں کامیاب ہوگئے اب ہمیں واپس جانے کی اجازت دیجئے۔ ابراہیم نے فرمایا آج رات اور قیام کرو کل انشاء اللہ چلے جانا۔ مختصر یہ کہ دونوں بہادر ایک ہی خیمہ میں شب باش ہوئے۔ ساری رات دونوں میں بات چیت ہوتی رہی۔ صبح کو نماز کے بعد جناب ابراہیم نے لشکر کے سرداروں کو انعامات دیئے۔ شعر ابن شعر کو ایک گھوڑا قیمتی خلعت اور کافی درہم و دینار۔ ظفر بن حارث نے انعام قبول کرنے سے معذرت کی۔ ورقاء بن غارب کو اپنا خاص ابلق گھوڑا عنایت کیا۔ عبدالرحمٰن نے سارے لشکر کی دعوت کی۔ پھر ظفر بن حارث کو بہت سے لوگوں کے ساتھ کوفہ روانہ کر دیا اور ابراہیم خود موصل میں داخل ہوئے۔ وہاں کے تمام رؤسا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کی تسلی و تشفی کر کے اُنہیں مطمئن کر دیا۔ پھر رئیس موصل سے فرمایا تم اپنے عہدہ پر بدستور کام کرتے رہو۔ مَیں تمہارے متعلق کوئی تبدیلی کرنا نہیں چاہتا جب تک امیر مختار کا کوئی حکم میرے پاس نہ آئے۔ امیر موصل یہ سُن کر بہت خوش ہوا۔ پھر عرض کی کہ اے امیر اس شہر میں کچھ اہلبیت رسولؐ کے مخالف بھی ہیں۔ فرمایا اُن کے خلاف پوری کارروائی کی تم کو اجازت ہے۔ تم ایسے لوگوں کی مطلق رعایت نہ کرو۔ اگر وُہ راہ راست پر نہ آئیں تو اُن کے مکانات جلا دو اُن کے مال واسباب لُوٹ لو۔

یہ سُن کر رئیس موصل نے اُن لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی کامیابی نہیں ہوئی تو ستر گھروں کو نذرِ آتش کر دیا۔ اور اُن کے مکینوں کو تہ تیغ کر دیا۔

مختصر یہ کہ جناب ابراہیم دارالامارہ میں آئے تو اپنی زرہ و جوشن وغیرہ اُتارا پھر جناب مختار کو خط لکھا جس میں تفصیل سے تمام حالات تحریر کئے اُس کے بعد لکھا کہ مَیں نے آپ کی نیابت میں موصل کو سنبھال لیا ہے اور آپ کے حکم کا منتظر ہوں آپ جیسے فرمائیں اُس کے حوالے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں (بحوالہ روضۃ المجاہدین) پھر ابن زیاد اور اُس کے ستر مخصوصین کے سر اور مال

غنیمت مع خط کے جناب مُختار کی خدمت میں روانہ کیئے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد خود بھی کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

سرابنِ زیاد مُختار کے قدموں میں

جس وقت جناب مُختار کے پاس اُن مقتولین کے سر پہنچے آپ ناشتہ کر رہے تھے۔ آپ نے فوراً خُدا کا شکر ادا کیا اور ناشتہ سے فارغ ہو کر اُس سر کے قریب آئے اور اپنے پیروں سے کچلا۔ پھر اپنی نعلین اُتاری اور غلام سے فرمایا اِس نعلین کو پاک کرلا۔ کیونکہ اس ملعون کے سر نجس سے مَس ہو کر یہ بھی نجس ہو گئی ہے۔

اِن سروں میں جو مُختار کے پاس آئے تھے عبیداللہ بن زیاد۔ حصین بن نمیر۔ شرجیل ابن ذوالکلاع ربیعہ ابن مخارق جیسے نمایاں ملاعین کے سر تھے۔ اِن سروں کو دیکھ کر محبان آلِ رسُولؐ کو بڑی خوشی ہوئی ان لوگوں نے شکر کے سجدے کئے اور فقرا و مساکین کو درہم و دینار دیئے۔

ابن زیاد کے سَر میں سانپ

جس وقت ابنِ زیاد کا سر جناب مُختار کی خدمت میں پہنچا آپ نے اُس پر تھوکا اور حکم دیا کہ تمام سروں کو دارالامارہ میں مُختلف جگہوں پر لٹکا دیا جائے۔ چُنانچہ تمام سر لٹکا دیئے گئے۔ ابن زیاد کا سر اُسی مقام پر لٹکایا گیا جس مقام پر امام حسینؑ کا سَر لٹکایا گیا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ابنِ زیاد کا سر جونہی حضرت مُختار کے سامنے لایا گیا۔ ایک سانپ ایک طرف سے آیا اور اِس ملعون کی ناک میں گھس کر مُنہ سے نکل گیا۔ پھر مُنہ میں گھس کر ناک سے نکل گیا۔ اِسی طرح بار بار وُہ کرتا رہا۔ تمام اہلِ دَربار تماشا دیکھ رہے تھے۔ مُختار نے کہا اس سے کوئی نہ بولو۔ آنے جانے دو۔ تاریخ کامل میں بحوالہ ترمذی مرقوم ہے کہ عامر بن واثلہ کہتا ہے کہ مَیں نے ابنِ زیاد کا سر سفید کپڑے سے ڈھکا ہُوا کوفہ کے مقام سدہ میں دیکھا۔ مَیں نے اُس کپڑے کو اُٹھایا تو دیکھا کہ ایک سانپ باربار اُس کے مُنہ میں گھُس کر ناک سے اور ناک میں گھُس کر مُنہ سے نکلتا ہے۔ پھر جب وُہ سر رحبہ میں لٹکا دیا گیا تب بھی سانپ کی آمد و رفت یُوں ہی جاری رہی۔ تین روز تک یہی سلسلہ رہا۔

قاتلانِ امام حسینؑ کا سر مکہ میں

اس کے بعد جناب مختار نے ابن زیاد اور دوسرے رؤسائے شام کے سروں کو عبدالرحمٰن بن ابو عبیدہ ثقفی، عبدالرحمٰن بن شداد اور انس بن مالک کے ہمراہ مکہ معظمہ جناب محمد حنفیہ کی خدمت میں بھیجا اور باقی سروں کو مختلف مقامات پر لٹکا دیا۔ ان سروں کے ساتھ باختلاف روایت پچاس ہزار اشرفیاں امام زین العابدینؑ کی خدمت میں بھیجیں۔ جن سے حضرت عقیل کے مکان کی مرمت کرائی گئی اور مکہ مدینہ کے مستحقین میں تقسیم کی گئیں۔

اس سے پہلے عمرو بن سعد اور حفص بن عمر سعد کے سر بھی ارسال کر دیئے تھے اور ان کے ہمراہ بھی کافی رقم محمد حنفیہ کے پاس ارسال کی تھی۔

موصل میں حضرت ابراہیم کی گورنری

مؤرخین کا بیان ہے کہ جنگ موصل کے بعد جب جناب ابراہیم حضرت مختار کے پاس کوفہ پہنچے ہیں تو مختار ان سے نہایت تپاک سے بغلگیر ہوئے اور ان کی شجاعت وایمانی جوش کی داد دیتے ہوئے بہت دعائیں دیں۔

حضرت ابراہیم کی شاندار کامیابی کے بعد مختار کی سلطنت کا دائرہ کوفہ سے مدائن اور دیار ربیعہ و مصر تک وسیع ہو گیا۔ (بحوالہ روضۃ الصفا) اور آپ کا سکہ کوفہ، بصرہ سے رَے اور خراسان نہاوند اور حدود اصفہان و آذربائجان تک جاری ہو گیا اور ان مقامات پر آپ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ (بحوالہ مجالس المومنین)

حضرت مختار نے جناب ابراہیم کی موصل سے واپسی کے بعد اور مقتولین اشقیا کے سروں کو ٹھکانے لگانے کے بعد حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ میں تمہیں موصل وغیرہ کی گورنری سپرد کرتا ہوں یہ سن کر جناب ابراہیم نے کہا اے امیر آپ کے دشمنوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ دو بڑی حکومتیں

خصوصیت سے آپ کی مخالف ہیں۔ یعنی ابن زبیر اور عبدالملک کا سامنا ہے۔ اگر آپ نے اتنی دُور بھیج دیا اور دُشمن نے آپ پر یورش کی تو کیا ہوگا۔ دُور ہونے کے سبب میں بھی مدد کے لئے بروقت نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا میری یہ خواہش ہے کہ آپ مجھے دُور نہ بھیجیں۔ اور موصل کی سلطنت کسی دُوسرے کو سپُرد فرمائیں۔

حضرت مُختار نے فرمایا اے میرے بہادر جرنیل تمہارا خیال صحیح و دُرست ہے لیکن تُم موصل کی گورنری قبول کر کے وہاں جاؤ۔ اب میری کوئی فکر نہ کرو۔ میں جس مقصد کے لئے اُٹھا تھا خدا نے اُس میں پُورے طور پر کامیاب فرمایا۔ اب نہ مجھے زِندگی کی ہوس ہے نہ سلطنت کی خواہش۔ اگر اب کسی نے حملہ کیا اور میں مغلوب ہوگیا تو درجہ شہادت پر فائز ہوکر حیات ابدی حاصل کر لُوں گا۔ یہ سُن کر جناب ابراہیم خاموش ہوگئے اور حضرت مُختار نے موصل اور جزیرہ اور اُن کے مُلحقات کی گورنری اُن کے سپُرد فرمائی۔ وُہ کُوفہ سے روانہ ہوکر موصل پہنچے اور وہاں کے انتظامات میں مشغول ہوگئے۔

ایامِ غم کا اِختتام

مؤرخین کا اتفاق ہے کہ جناب مُختار نے جناب محمد حنیفہ کی خدمت میں قاتلانِ امام کے سروں کے ساتھ ایک خط بھی اِس مضمون کا لکھ کر بھیجا تھا کہ:۔

"میں نے آپ کے مددگاروں اور ماننے والوں کی ایک فوج آپ کے دُشمنوں کو قتل کرنے کیلئے موصل بھیجا تھا۔ اِس فوج نے بڑی جوانمردی اور بہادری کے ساتھ آپ کے دُشمنوں کا مقابلہ کیا اور بے شمار دُشمنوں کو قتل کیا جس سے مومنین کے دلوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور آپ کے ماننے والے نہایت خوش و مسرور ہوئے اِس سلسلہ میں سب سے بڑا کردار ابراہیم ابن مالک اشتر نے ادا کیا جو سب سے زیادہ تحسین و آفرین کے مُستحق ہیں۔"

جناب محمد حنیفہ کے سامنے جس وقت وُہ تمام سر پیش کئے گئے تو دیکھتے ہی سجدۂ شکر میں جُھک گئے

اور حضرت مختار کے حق میں دعا کی کہ "خداوندا مختار کو جزائے خیر دے جس نے ہماری طرف سے واقعہ کربلا کا بدلا قاتلانِ حسینؑ سے لیا ہے۔"

پھر اس کے بعد آپ سجدۂ شکر سے سر اٹھا کر عرض پرداز ہوئے۔ "پالنے والے تو ابراہیم ابن مالک اشتر کی ہر حال میں حفاظت فرما اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہمیشہ اُن کی مدد کرتا رہ اور انہیں ایسے امور کی توفیق عطا فرما جو تیری مرضی کے مطابق ہوں اور جن سے تو راضی ہو اور اُن کو دنیا و آخرت میں بخش دے۔"

سر ابن زیاد امام زین العابدینؑ کی خدمت میں

پھر جناب محمد حنفیہ نے ابن زیاد۔ عمر سعد حصین بن نمیر اور شمر ذی الجوشن وغیرہم کے سروں کو امام زین العابدین علیہ السّلام کی خدمت میں ارسال فرمایا۔ اُن دنوں حضرت مکہ معظمہ ہی میں تھے۔ حضرت کی خدمت میں جب اُن ملعونوں کے سر پہنچے اور آپ کی نگاہ اُن سروں پر پڑی آپ نے فوراً سجدۂ شکر میں سر رکھ دیا اور بارگاہِ احدیت میں عرض کی پالنے والے میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے دشمنوں سے انتقام لے لیا۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر آپ نے فرمایا "خدا مختار کو جزائے خیر دے کہ اُس نے ہمارے دشمنوں کو قتل کیا۔

جس وقت ابنِ زیاد کا سر آپ کی خدمت میں پہنچا آپ ناشتہ تناول فرما رہے تھے۔ اُن سروں کو دیکھ کر آپ نے سجدۂ شکر کیا پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے میری وہ دعا قبول کر لی جو میں نے دربار کوفہ میں کی تھی جب میرے پدر بزرگوار کا سر طشت طلا میں رکھا ہوا تھا اور اُس وقت ابنِ زیاد ملعون ناشتہ کر رہا تھا یعنی "خداوندا مجھے اُس وقت تک موت نہ دے جب تک مجھے ابن زیاد کا کٹا ہوا سر نہ دکھا دے۔

اس کے بعد حضرت زین العابدین علیہ السّلام نے داخل خانہ ہو کر مخدرات عصمت و طہارت سے فرمایا کہ اب لباس ماتم اُتار دو۔ آنکھوں میں سُرمہ لگاؤ۔ بالوں میں کنگھی کرو۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق اہل حرم نے عمل کیا۔

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد سے آج تک اہلبیت رسولؐ میں نہ کسی نے سُرمہ لگایا تھا۔ نہ

بالوں میں تیل ڈالا تھا نہ گھر میں چولھا روشن ہوا تھا۔

عبداللہ بن زبیر کا جناب محمد بن حنفیہ کو محصور کرنا اور مختار کی مدد سے آپ کی رہائی

جب جناب مختار کو کوفہ پر پورے طور سے تسلط حاصل ہو گیا اور قریب قریب تمام قاتلانِ امام حسینؑ سے کوفہ کی سرزمین پاک ہو گئی اور عراق میں ہر طرف امن و امان قائم ہو گیا تو ان کو یہ خوف لاحق ہوا کہ مبادا عبداللہ بن زبیر اپنی فوج میرے مقابلہ کے لئے بھیج دے کیونکہ اس کے پاس کثیر فوج ہے مکہ کے تمام لوگوں نے سوائے بنی ہاشم کے عبداللہ بن زبیر سے بیعت کر لی تھی اور ان میں زیادہ تر بنی اُمیہ اور انصار و قریش تھے مختصر یہ کہ عبداللہ بن زبیر کا حجاز میں پورا پورا تسلط قائم تھا۔ وہ تمام لوگ جو معرکہ ہائے جمل و صفین میں امیر المومنین سے لڑے تھے اور ایک بڑا گروہ جو آپ کا دشمن تھا سب کے سب عبداللہ سے بیعت کر چکے تھے علاوہ ازیں بڑے بڑے سردار جو یزید کی بداعمالیوں سے ناراض ہو گئے تھے اس خیال سے مکہ میں موجود تھے کہ عبداللہ بن زبیر کی سلطنت قائم ہو جائے گی تو ان کا بھی اقتدار بڑھ جائے گا۔

ان اسباب کی بنا پر مختار کو عبداللہ بن زبیر کی طرف سے خطرہ تھا جناب مختار نے مصلحت اس میں سمجھی کہ جب تک شیعیان اہلبیت کی اس مختصر سلطنت کو پورا پورا استحکام نہ حاصل ہو جائے عبداللہ بن زبیر سے مصالحت کا سلسلہ قائم رکھا جائے اور جہاں تک ممکن ہو اس سے معرکہ کارزار گرم نہ ہونے پائے۔ ان تمام پہلوؤں پر غور کر کے جناب مختار نے عبداللہ بن زبیر کو اس مضمون کا ایک خط لکھا۔

"اما بعد اے امیر تم کو معلوم ہو کہ جب تم نے میرا کوئی خیال نہ کیا تو میں یہاں اس غرض سے چلا آیا کہ اس ملک میں بھی تمہارے نام کا خطبہ جاری کر دوں۔ چنانچہ بڑی محنت و جانفشانی کے بعد میں نے تمام عراق پر قبضہ کر لیا ہے اور مجھ کو اس ملک پر پورا پورا تسلط حاصل ہو گیا ہے۔ اگر کسی

حکمراں کے نام سے یہاں خطبہ جاری کیا گیا تو سوائے تمہارے نام کے دُوسرے کے نام سے نہ پڑھوں گا۔"

جب مختار کا یہ خط عبداللہ بن زبیر کے پاس پہنچا تو اُس نے اُسی وقت یہ جواب لکھا کہ:۔

"اگر جیسا کہ تم نے مجھے لکھا ہے وہی تمہارا خیال ہے تو میں اپنا ایک نائب وہاں پر بھیجتا ہوں تم اِس مُلک کو میرے آدمی کے سپرد کر کے میرے پاس چلے آؤ تاکہ عام طور پر لوگوں کو یہ بات معلوم ہوجائے کہ میں اور تم دونوں متفق ہیں۔"

یہ خط عبداللہ بن زبیر نے اپنے ایک مُلازم عروہ بن عبدالرحمٰن کو دے کر زبانی حُکم دیا کہ مُختار کے پاس جا کر کہنا کہ عبداللہ نے آپ کو بُلایا ہے اور اُس کو اپنے ہمراہ لے آنا۔ عروہ یہ خط لے کر مکّہ سے روانہ ہُوا۔ اُس کی اطلاع مُختار کو بھی پہنچ گئی تو اُنہوں نے زائدہ بن قدامہ کو جو اُن کا خاص رفیق تھا بُلا کر کہا کہ تُو عروہ بن عبدالرحمٰن فرستادہ عبداللہ بن زبیر سے راہ میں مُلاقات کر اور اپنی طرف سے یہ سمجھا دے کہ تجھے کُوفہ میں نہ جانا چاہیئے کیونکہ باشندگان کُوفہ عبداللہ ابن زبیر کو پسند نہیں کرتے اور وُہ ہرگز یہ قبول نہ کریں گے کہ اُس کا کوئی نائب اِس شہر میں داخل ہو۔ زائدہ اور عروہ میں بڑی دوستی تھی۔ زائدہ نے راستہ میں عروہ سے مُلاقات کی۔ دونوں ایک دُوسرے سے بڑے تپاک سے ملے زائدہ نے پُوچھا کہاں کا قصد ہے اُس نے بیان کیا تو زائدہ نے کہا اے بھائی میں دوستانہ نصیحت کرنے آیا ہوں کہ جس وقت سے تیرے آنے کی اطلاع اہل کُوفہ کو ہوئی ہے وُہ برہم ہیں اور متفقہ طور پر قسم کھائی ہے کہ تجھُ کو شہر میں نہ داخل ہونے دیں گے۔ تجھے یہ بخوبی معلوم ہے کہ مجھ کو تجھ سے ایک خاص محبت ہے اِس وجہ سے مجھے گوارا نہ ہُوا کہ تجھے اُن لوگوں سے کوئی گزند پہنچے۔ اِسی لئے چلا آیا کہ اُن کے ارادوں سے تجھے مطلع کر دُوں۔ یہ بھی سُن لے کہ کُوفہ سے یہاں فوج کا ایک سلسلہ تیری ایذارسانی کے لئے جاری ہے۔ عروہ یہ سُن کر سخت پریشان ہُوا۔ اور کہا اے برادر کوئی ایسی تدبیر بتا کہ یہاں سے صحیح وسلامت واپس چلا جاؤں۔ زائدہ نے کہا تو اسی جگہ سے اطمینان سے واپس ہوجائیں ابھی جاتا ہوں اور جہاں تک یہ فوج پہنچ گئی ہے حیلہ وحوالہ کر کے

اُسی مقام پر روک دوں گا۔

عروہ بن عبدالرحمٰن تو مکّہ واپس گیا اِدھر زائدہ بن قدامہ نے جناب مُختار کی خدمت میں آکر سب گفتگو مفصّل بیان کی مُختار کو جب اِس طرف سے اطمینان ہُوا تو اُس نے مکرّر ایک خط عبداللہ بن زبیر کو لکھا کہ :۔

"واضح ہو کہ مَیں نے عروہ کا بہت انتظار کیا کہ وُہ آجائے تو مَیں یہاں کا انتظام اُس کے سپُرد کر دوں لیکن وُہ یہاں نہیں آیا بلکہ راستہ ہی سے واپس چلا گیا۔ اس کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوا۔ شاید وُہ کوُفیوں سے ڈر گیا۔"

ابن زبیر کے پاس جب یہ خط پہنچا تو اُس نے سمجھ لیا کہ مُختار حیلہ حوالہ کر رہا ہے۔ درحقیقت وُہ عراق میرے سپُرد کرنا نہیں چاہتا۔ تو اُس نے جناب محمد حنفیہ کو اپنے پاس بُلایا جو مکّہ ہی اُن دنوں تشریف رکھتے تھے۔ اور خانہ نشین تھے دُنیا اور اہل دُنیا سے اُن حضرت کو کوئی واسطہ نہ تھا۔ ہر وقت عبادتِ پروردگار میں مصروف رہتے تھے۔ حکومت اور اقتدار کی اُن کو کوئی پروا نہ تھی۔ الغرض ابن زبیر نے ایک شخص قیس نامی کو اُن کے پاس بھیجا کہ میرے پاس اُن کو بُلا لا تاکہ جو کچھ مجھ پر واجب و لازم ہے وُہ اُن کو بخوبی سمجھا دوں۔ قیس کا بیان ہے کہ جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا تو مَیں نے دیکھا کہ آپ مصلّے پر بیٹھے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے ہیں اور ایک نوُر اُن کے رُوئے مُبارک سے چمک رہا ہے اُن کے اِس عظمت و جلال کو دیکھ کر ایک رُعب میرے دِل پر چھا گیا۔ مَیں نے نہایت تعظیم سے سلام کر کے عرض کیا کہ یا سیّد امیر عبداللہ نے اس وقت کسی خاص ضرورت سے آپ کو یاد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُس کو مجھ سے کیا کام ہے کیونکہ میں خانہ نشین ہو کر بس عبادتِ الٰہی سے غرض رکھتا ہوں۔ دُنیا کی ہر خواہش سے دست بردار ہو چُکا ہوں۔ مَیں نے عرض کیا بہتر ہے کہ آپ چل کر سُن لیں۔ یہ سُن کر آپ میرے ساتھ پیدل روانہ ہوئے مَیں نے ہرچند عرض کیا کہ اے سیّد گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے چلئے۔ آپ نے فرمایا اپنے بھائی امام حسینؑ کی شہادت کے بعد سے مَیں گھوڑے پر سوار نہیں ہُوا۔ الغرض مَیں بھی پیادہ حضرت کے ساتھ چلا۔

حضرت نے ابن زبیر کے دروازہ پر پہنچ کر دعائیں پڑھیں پھر دربار میں داخل ہوئے وُہ حضرت کو دیکھ کر تعظیم کو اُٹھا اور اپنے سے بلند مقام پر بٹھایا اور کہا "مَیں جانتا ہوں کہ آپ صادق القول ہیں آپ کی ذات سے مجھے کوئی اذیت نہیں مگر آپ کے دوستوں سے کوئی ایذا باقی نہیں جو نہ پہنچی ہو اور یہ لوگ سوائے آپ کے کسی کو برسر اقتدار دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔ حضرت نے پُوچھا آخر کیا اذیت پہنچی جو تم کو شکایتوں کا موقع ملا۔ ابن زبیر نے کہا مَیں مختصر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ میری بیعت کرلیں تاکہ میرا کام مکمل ہوجائے۔ حضرت نے فرمایا مَیں جو کچھ اقرار کرچکا ہوں اُس پر قائم ہوں۔ اُس نے کہا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ آپ کو مجھ سے منحرف کردیں گے کیونکہ شرق سے غرب تک کے لوگ آپ کے پاس آتے ہیں آخر کس لئے۔ آپ نے فرمایا جو لوگ آتے ہیں وُہ صرف مسائل حلال وحرام کی تحقیق و دریافت کے لئے آتے ہیں۔ اگر مَیں اپنی بیعت کے لئے لوگوں کو جمع کرنا چاہتا تو تجھ سے زیادہ اُولیٰ اور مستحق ہوں۔ رہا منصب امامت وُہ نہ میرا ہے اور نہ تُو اُس کا اہل ہے وُہ حق اور منصب حضرت زین العابدینؑ کا ہے۔ ابن زبیر نے کہا آپ تو فرماتے ہیں کہ دُنیا سے مجھے کچھ غرض نہیں مگر کیا آپ ہی نے عراق میں مختار کو نہیں بھیجا جس نے میرے کارندوں کو قتل کیا۔ وہاں کے باشندوں کو تباہ و برباد کیا۔ آپ نے فرمایا مختار امام حسینؑ کا انتقام لینے میں مشغول ہے مجھے اس بات سے کوئی سروکار نہیں اور نہ میری تحریک سے وُہ یہ کام کر رہا ہے۔ تم پھر بھی مجھ پر شک کرتے ہو۔ یہ کسی مذہب میں جائز نہیں کہ گناہ کرے کوئی اور تاوان ادا کرے دُوسرا کوئی۔ تم ناحق مجھ کو متہم کرتے ہو۔ ابن زبیر نے کہا کہ مَیں اُس وقت تک آپ کو نہ چھوڑوں گا جب تک آپ مختار کے نام اس مضمون کا خط نہ لکھیں گے کہ وُہ ان کارروائیوں سے باز آجائے۔ حضرت محمد حنفیہ نے فرمایا مجھ پر یہ سب کچھ واجب نہیں کہ مَیں مختار کو منع کروں اور یہ کیا ضروری ہے کہ وُہ میرے کہنے پر عمل بھی کرے گا۔

وہاں سب شرفائے مکہ موجود تھے مگر کوئی اُن کے درمیان دخل نہ دیتا تھا۔ عثمان بن شیبہ بھی موجود تھا جو مکہ کا ایک ذی عزت و صاحبِ وقار شخص تھا اُس نے یہ تمام گفتگو سُن کر کہا اے

ابن زبیر تجھ کو ایک ایسے بزرگ سے ایسی سختی اور درشتی ہرگز مناسب نہیں جو شمشیر اسلام ہے لیکن ابن زبیر نہ مانا اور اُس نے صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ میں آپ کو صرف اتنی مُہلت دیتا ہوں کہ آپ کا سفیر کوفہ جاکر مختار سے جواب لے کر واپس آجائے اگر مُختار ان معاملات سے دست بردار نہ ہوگا تو میں آپ کو قتل کر دوں گا۔ اس کے بعد اُس کے حکم سے چاہ زمزم پر ایک خیمہ نصب کیا گیا اور حضرت محمد حنفیہ اُس میں ٹھہرا دیئے گئے اور چالیس سپاہی آپ کی نگرانی پر متعین کر دیئے گئے۔ اُس وقت جناب محمد حنفیہ نے ایک خط مُختار کو اس مضمون کا لکھا:۔

"امّا بعد اے مُختار آگاہ ہو کہ عبداللہ بن زبیر نے مجھے چاہ زمزم پر ایک خیمہ میں محصور کر دیا ہے اور کہتا ہے اس عرصہ تک کی تم کو مہلت ہے کہ تم مُختار کو نامہ لکھو کہ وُہ اپنی کارروائی سے باز آجائے ورنہ میں تم کو قتل کر دوں گا۔ چالیس آدمی میری نگرانی پر مقرر کر دیئے ہیں یہ لوگ مجھے اپنے مکان تک نہیں جانے دیتے۔ میں نے اپنے حال سے تجھے مطلع کر دیا تاکہ میرے بارے میں غور کرے۔ تجھ پر خُدا کی رحمت ہو۔"

اِس خط پر مُہر کر کے اپنے غُلام سعد کے ہاتھ مُختار کے پاس بھیجا اور کہا کہ اس کا جواب بہت جلد لے کر واپس آئے۔ غلام اُدھر روانہ ہُوا۔ عبداللہ بن زبیر نے راستہ میں پانچ آدمی اس غرض سے بٹھا دیئے تھے کہ اگر کوئی تحریر کسی کے نام محمد حنفیہ روانہ کریں تو قاصد سے اُس خط کے مضمون کی اطلاع حاصل ہو جائے الغرض سعد اُن لوگوں کے قریب سے گذرا تو اُن لوگوں نے اُس کو روک کر خط کا مضمون معلوم کر لیا اور ابن زبیر کو پہنچا دیا۔ سعد پھر وُہ خط لئے ہوئے روانہ ہُوا آخر کافی عرصہ کے بعد کوفہ پہنچا اور مُختار کے دروازہ پر آیا تو عمر بن حاجب نے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو۔ سعد نے کہا میں مکّہ سے حضرت محمد حنفیہ کا خط لے کر آیا ہوں یہ سُن کر وُہ فرطِ مسرت سے اُچھل پڑا اور دوڑ کر میری پیشانی پر بوسہ دیا اور جاکر فوراً مُختار کو اطلاع دی جناب مُختار نے حضرت محمد حنفیہ کا نام سُنا تو فوراً کھڑے ہو گئے اور خود بڑھ کر سعد سے بغلگیر ہوئے اور حضرت کا حال اور خیریت دریافت کرنے لگے۔ سعد نے وُہ خط اُن کے حوالہ کیا۔ جناب مُختار نے خط

لے کر آنکھوں سے لگایا پھر چُوم کر وُہ خط کھولا اور پڑھ کر کہا لاحول ولا قوۃ اِلّا باللہ العلی العظیم خُدا کی قسم عبداللہ بن زبیر کے پاس کوفہ کے لشکر میں سے سیل کے مانند فوج روانہ کر دوں گا۔

سعد کہتے ہیں کہ اِس طُولانی سفر میں میرے بال بڑھ گئے تھے۔ مُختار نے مجھے حمام بھیجا۔ میں نے بال بنوائے غسل کیا اور مُختار نے ایک خاص خلعت میرے لئے بھیجا تھا میں نے اس کو پہنا۔ پھر مُختار نے دو سَو دینار عطا کر کے فرمایا کہ اپنے مصرف میں لاؤ۔

اِس کے بعد ہانی بن قیس باہلی اور کُل سرداران لشکر کو جمع کیا اور جناب محمد حنفیہ کی سرگذشت بیان کی اور کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ یہاں سے مکّہ کو ایک لشکر گراں روانہ کروں اُس کا انتظام کرنا چاہیئے لیکن کسی کو اطلاع نہ ہونے پائے اور جس طرح ممکن ہو وہاں پہنچ کر اُس کی حراست سے سیّد کو نجات دلانا ضروری ہے تاکہ ابن زبیر بھی سمجھے کہ کسی شخص سے معاملہ پڑا تھا۔ پھر تمام لشکر کو جناب مُختار نے ایک جگہ جمع کیا اور اُس میں سے دلیر اور جری سپاہیوں کو چھانٹ کر قیس باہلی کو افسر مقرر کیا اور اس کو حُکم دیا کہ جلد یہاں سے مکّہ روانہ ہو جا اور مکّہ کے قریب پہنچ کر فلاں مقام پر ٹھہر جانا۔ پھر سَو جرّار سپاہی بشیر کے ہمراہ کر کے حُکم دیا کہ قیس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو جائے۔ اِسی طرح پے در پے مُختار نے لشکر روانہ کرنا شروع کیا اور ہانی کو تاکید کی کہ مکّہ پہنچ کر سب سے پہلے حضرت محمد حنفیہ کو حراست میں سے نکال لانا اگر کوئی مزاحم ہو تو گھبرانا نہیں تیرے عقب میں عمر بن طارق پہنچتا ہے۔ تو مُخالفوں کو باتوں میں لگائے رکھنا یہاں تک کہ کافی مدد پہنچ جائے۔ پھر انشاء اللہ تم کو فتح ہوگی۔

سعد کہتے ہیں کہ مجھ کو مُختار کی اِس تدبیر پر سخت حیرت ہوئی۔ اگر اس تدبیر سے کام نہ لیا جاتا تو یقیناً مخالفین حضرت محمد حنفیہ کو شہید کر دیتے۔ مُختصر یہ کہ اسی طرح تھوڑی تھوڑی فوج کوفہ سے روانہ ہو کر مکّہ سے کچھ فاصلہ پر جمع ہوتی رہی۔ ہانی کے ساتھ پانچ سَو سوار تھے۔ عمر بن قیس کا بیان ہے کہ اُس روز میں ہانی کے ہمراہ تھا جب ہم چاہ زمزم پر اُس خیمہ کے قریب پہنچے جس میں جناب محمد حنفیہ محصور تھے۔ ہانی نے آگے بڑھ کر اُن محافظین خیمہ سے کہا کہ ہمارے آقا محمد حنفیہ کو اس خیمہ سے نکال لاؤ ہیں

اُن سے کچھ عرض کرنا ہے اُن لوگوں نے جواب دیا کہ تم کون ہو۔ ہمیں عبداللہ بن زبیر نے اُن کو باہر جانے سے روکنے کے لئے متعین کیا ہے بغیر اُس کے حکم کے ہم ہرگز اُن کو نہیں نکلنے دیں گے۔ ہانی کو یہ جواب سن کر بہت غصّہ آیا اور پکار کر کہا کہ اُن کو جلد خیمہ سے باہر لاؤ ورنہ میں تم سب کو قتل کر دوں گا۔ یہ آواز جناب محمد حنفیہ نے بھی سن لی اور خود خیمہ کے باہر تشریف لائے ہانی اُن کو دیکھتے ہی اپنے گھوڑے سے کود کر اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن کے ہاتھ پاؤں کے بوسے لئے اور عرض کی کہ اے آقا مجھے حکم ہے کہ میں اُن مخالفین کو قتل کر دوں اور آپ کو یہاں سے نکال لے جاؤں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا پناہ بخدا۔ تم ہرگز حرم خدا میں کسی کو قتل نہ کرنا عبداللہ بن زبیر کو یہ خبر پہنچ گئی کہ ایک فوج عراق سے آئی ہے اور اُس نے حضرت محمد حنفیہ کو چھڑا لیا ہے اور اُن کو عراق لے جانا چاہتی ہے اُسی وقت عبداللہ بھی اپنے سپاہیوں کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔ یہ خبر تمام اہل مکّہ میں پھیل گئی کہ ایک فوج عراق سے جناب محمد حنفیہ کی مدد کے لئے آئی ہے۔ وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور چاہ زمزم کے پاس جمع ہونے لگے۔ جناب ابن عباس نے بھی اپنے غلام سے فرمایا کہ مجھے بھی چاہ زمزم تک لے چل کیونکہ وہ اُس زمانہ میں نابینا ہو گئے تھے۔ الغرض وہاں پہنچ کر سب لوگ خاموش دیکھنے لگے۔

ابن زبیر جب وہاں پہنچا تو حضرت محمد حنفیہ سے بولا کہ آپ نے مجھ سے اِس لئے امان طلب کی تھی کہ فتنہ و فساد برپا کریں۔ حضرت نے فرمایا معاذ اللہ۔ کیا میں فتنہ پرداز ہوں۔ سب کو معلوم ہے کون فساد کر رہا ہے عبداللہ نے کہا آپ یہ طعن مجھ پر کر رہے ہیں حالانکہ آپ نے مختار کو خط لکھ کر یہ فوج طلب کی ہے۔ حضرت نے فرمایا میں نے ہرگز اُس کو فوج بھیجنے کے لئے نہیں لکھا تھا۔ تو میری طرف سے ہر طرح اطمینان رکھ۔ میں نے دُنیا پر لات ماردی ہے اگر میں بھی چاہتا تو میں اپنی حکومت قائم کر لیتا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ میں یہاں کے لوگوں سے افضل ہوں۔ عبداللہ بن زبیر کو یہ سن کر بہت غصّہ آیا اور بولا کہ اگر آپ کا یہ دعوٰی ہے تو میں آپ سے اُس وقت تک دست بردار نہ ہوں گا جب تک آپ میری بیعت نہ کریں گے ورنہ آپ کا بھی

وہی انجام ہوگا جو آپ کے بھائی امام حسینؑ کا ہُوا۔ ہانی ابن قیس نے ابن زبیر کی یہ زبان درازی سُنی تو وُہ نہایت غضبناک ہُوا اور کہا اے ابن زبیر تُو میرے مولا کو دھمکی دیتا ہے۔ وُہ ہرگز تیری بیعت نہیں کریں گے۔ بیشک وہی امر حکومت کے لئے تجھ سے زیادہ اولیٰ ہیں کیونکہ کتاب خُدا کے تجھ سے زیادہ عالم اور پیغمبرِ خدا سے بہ نسبت تیرے زیادہ قرابت رکھتے ہیں عبداللہ نے کہا تجھ کو اس فوج پر بہت زیادہ غرّہ ہے مَیں پہلے تجھ ہی کو مع تیرے ساتھیوں کے گرفتار کرکے قیدخانے میں ڈال دوں گا۔ پھر دیکھوں گا کہ تجھ کو کون رہائی دلاتا ہے۔

اِسی اثناء میں عمر بن طارق سواران جرّار کی ایک فوج لے کر آیا جن کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں تھیں اس کو دیکھ کر اہلِ مکّہ نے شور مچایا کہ کُوفہ سے ایک اور فوج آگئی اُن کو دیکھ کر ابن زبیر پر دہشت طاری ہوگئی۔ طارق نے حضرت محمد حنفیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اَدب سے سلام کیا۔ آپ نے جواب سلام کے بعد ارشاد فرمایا کہ اپنی تلواریں نیام میں کرلو۔ یہ سُن کر سب نے تلواریں کو نیام میں رکھ لیا۔ اُسی وقت عمر بن حارث اپنے گروہ کے ساتھ نیزے ہاتھوں میں لئے وہاں پہنچ گیا۔ اُس کے بعد طفیل جو بڑا جری اور بہادر شخص تھا مع اپنی فوج کے پہنچ گیا۔ اُن کے ہاتھوں میں بھی نیزے تھے۔ اُن لوگوں نے بھی گھوڑوں سے اُتر کر جناب محمد حنفیہ کو اَدب سے سلام کیا اور عرض کی کہ اے ہمارے سید و آقا آپ عبداللہ بن زبیر کے بارے میں کیا حُکم دیتے ہیں۔ اُسی وقت محرز بن قیس مع اپنی جماعت کے سامان جنگ سے آراستہ آن پہنچا۔ یہ لوگ اپنے کاندھوں پر گُرز رکھے ہوئے تھے وُہ بہت خوش الحان تھا اور اِس آیت کی تلاوت کر رہا تھا وَجَاهِدُوْا فِي سَبِيْلِ اللهِ حَقَّ جِهَادِهٖ یعنی خدا کی راہ میں جہاد کرو جو حق ہے جہاد کرنے کا۔ اس کے بعد ہی انعام بن انعام تیر و کمان سے مسلح اپنی فوج لئے ہوئے آپہنچا۔ اہل مکّہ اِن لشکروں کو دیکھ دیکھ کر حیرت کر رہے تھے۔

ابن زبیر نے کہا اے ہانی کیا مَیں تیرے اِس طرح جوق در جوق فوجیں لانے سے ڈر جاؤں گا یاد رکھ میرے نزدیک یہ ہزار دو ہزار سوار بھیڑوں کے گلّہ کے مانند ہیں۔ ہانی یہ سُن کر ہنس کر

کہنے لگے کہ تُو بکواس کرتا ہے مرد وُہ ہے جس سے کوئی کام ظاہر ہوتا ہے تو لوگ خود اُس کی تعریف کرتے ہیں نہ یہ کہ تُو اپنی تعریف اپنی زبان سے کرتا ہے میں مقابلہ کے وقت تجھ کو وار کرنے کی مُہلت نہ دُوں گا۔ یہ سُن کر ابن زبیر کو ہانی پر بہت غصہ آیا۔ اُس نے فوراً تلوار میان سے نکال لی ساتھ ہی اُس کے رفیقوں نے بھی اپنی اپنی تلواریں نیام سے نکال لیں اور لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔

عبداللہ بن زبیر کا خیال تھا کہ اگر کوئی معرکہ آن پڑے گا تو اہلِ مکہ میرا ساتھ دیں گے اور ہر طرح کی مدد پہنچائیں گے۔ لیکن یہ خیال غلط نکلا۔ اہل مکہ کا زیادہ تر رُجحان حضرت محمد حنفیہ کی طرف تھا۔

ہانی نے جب ابن زبیر کا یہ ارادہ دیکھا تو وُہ بھی جنگ پر کمر بستہ ہو گیا۔ اُس نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ وُہ بھی صفیں دُرست کر لیں۔ ہانی کی آواز بہت بلند تھی اُس نے حاضرین سے پُکار کر کہا کہ اے اہل مکہ تم لوگ الگ ہو جاؤ تاکہ دھوکے میں نہ مارے جاؤ کیونکہ تم خانہ خُدا کے رہنے والے ہو۔ یہ سُن کر اہل مکہ متفرق ہو گئے۔ ابن زبیر اُن کے چلے جانے سے بہت مایُوس ہُوا۔ ہانی نے اپنی فوج کو حُکم دیا کہ آگے بڑھ کر ابن زبیر کی فوج پر حملہ کرے۔ جناب محمد حنفیہ یہ دیکھتے ہی دونوں فوجوں کے درمیان آ گئے تاکہ شہر خُدا میں خُونریزی نہ ہو۔ اُسی وقت جناب مُختار کا ایک اور سپہ سالار آ گیا جس کے ساتھ دو ہزار جنگی بہادر تھے۔ عبداللہ ابن زبیر نے اُس کو دیکھا تو اور دہشت طاری ہوئی۔ جناب محمد حنفیہ نے اُن لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے دوستو! خانۂ خُدا میں ہنگامہ آرائی اور جنگ مناسب نہیں یہ سُن کر مُختار کے لشکر والے اپنے مقام پر رُک گئے ابن زبیر خوفزدہ اپنے مقام پر واپس چلا گیا۔ جناب محمد حنفیہ نے مُختار کے تمام لشکر کے سردار ظبیان بن عمر کو بلُایا۔ اُس نے حاضر ہو کر نہایت ادب سے سلام کیا اور عرض کی کہ اے ہمارے سید و آقا اگر حضور لڑائی کی اجازت دیں تو ہم ابھی عبداللہ بن زبیر کو مکے سے نکال دیں اور آپ کو مسندِ خلافت پر بٹھا دیں کیونکہ آپ اُس سے زیادہ اِس منصب کے سزاوار ہیں۔ جناب محمد حنفیہ نے ارشاد فرمایا خُدا تجھے برکت عطا کرے مجھے یقین ہے کہ اب عبداللہ بن زبیر مجھ سے کسی

حال میں تعرض نہ کرے گا اور کوئی نقصان نہ پہنچائے گا اب تم لوگ کوفہ واپس چلے جاؤ۔ ظبیان نے عرض کی کہ ہم حضور کے تابع فرمان ہیں۔

ظبیان مع اپنی تمام فوج کے اپنے جائے قیام پر واپس چلے گئے۔ ادھر عبداللہ بن زبیر نے تمام اشراف مکہ کو جمع کر کے شکایت کی کہ مجھے آپ لوگوں سے ایسی امید نہ تھی۔ اگر یہی حال ہے تو آپ لوگوں نے بیعت ہی کیوں کی تھی۔ اہل مکہ نے کہا ہم تو اب بھی تمہاری بیعت پر مستحکم ہیں ہم کو یہ خیال تھا کہ فرزند علی علیہ السلام (محمد حنفیہ) کا احترام و وقار تمہاری نگاہوں میں بہت کچھ ہے۔ تم ان کے ساتھ جنگ وجدل گوارا نہ کرو گے۔ اگر وہ چاہتے تو اس وقت تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو قتل ہو جانے دیتے۔ مگر وہ ایک خدا پرست ہیں ان کو گوارا نہیں ہوا کہ خانۂ خدا میں خونریزی ہو۔ ان کو قطعاً خلافت و امارت کی لالچ نہیں ہے اگرچہ وہ تم سے زیادہ اس منصب کے مستحق ہیں اگر تم ہمارا مشورہ قبول کرو تو ان سے صلح کر لو اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے۔ عبداللہ نے ان کی یہ رائے مان لی اور کہا کہ اگر آپ لوگوں کا یہی مشورہ ہے تو مجھے منظور ہے۔

الغرض شرفائے مکہ نے جناب مختار کے لشکر کے عمائدین و سرداروں کو بلایا اور سب عبداللہ بن زبیر کے مکان پر جمع ہوئے۔ سب نے عبداللہ بن عباس کو حَکَم قرار دیا۔ آپ نے ایک خطبہ نہایت فصیح و بلیغ ارشاد فرمایا جس میں حمد و نعت کے بعد حضرت علیؑ کے فضائل و مناقب بیان کئے ان کا تمام اہل عالم سے افضل اور سب سے زیادہ مستحق خلافت ہونا ثابت کیا۔ پھر امام حسنؑ و امام حسینؑ کے فضائل و مناقب بیان کئے اور اہل دغا کے ان مظالم کا تذکرہ کر کے کہا کہ اے اہل مکہ تم لوگ بخوبی آگاہ ہو کہ حضرت محمد حنفیہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کے فرزند ہیں۔ ان کے ماں باپ حسب و نسب اور شرافت میں سب سے افضل ہیں اگر ان کا ارادہ حکومت کا ہوتا تو ضرور حاصل کر لیتے مگر وہ ایک تارک الدنیا اور خدا پرست بزرگ ہیں جو شخص طالب دنیا ہے ظاہر ہے کہ وہ کون ہے عبداللہ بن زبیر کو یہ فقرہ ناگوار گذرا اور اس نے اہل مکہ کو مخاطب کر کے کہا کہ مجھ میں اور اس اندھے بوڑھے میں کبھی صلح نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ مخالف ہے اور ایسی باتوں سے

مجھے ایذا دیتا ہے۔ جناب ابن عباس نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ آخر عثمان بن شیبہ نے کھڑے ہو کر تقریر کا رُخ پھیر دیا اور آپس میں گفتگو کے بعد عبداللہ بن زبیر نے قسم کھائی کہ میں حضرت محمد حنفیہ سے کوئی بُرائی نہ کروں گا۔ اُن کو اختیار ہے چاہیں تو مکہ معظمہ میں مقیم رہیں اگر چاہیں تو مدینہ منوّرہ میں جا کر قیام فرمائیں۔ تم لوگ محمد حنفیہ سے مجھے معافی دلا دو۔ جناب محمد حنفیہ نے اُس کی یہ تحریک سن کر فرمایا اے ابن زبیر میں نے تجھ کو معاف اور بحل کیا۔ پھر ایک صُلحنامہ لکھا گیا جس میں ابن زبیر کی طرف سے یہ عہد و اقرار تھا کہ آیندہ کبھی جناب محمد حنفیہ سے کوئی بُرائی اور تعرض نہ کرے گا۔ اِس پر تمام عمائدین مکّہ نے دستخط کیے۔

اِس کے بعد جناب محمد حنفیہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اپنے دولت خانہ پر واپس آئے اور سرداران لشکر مختار سے فرمایا کہ اب تم لوگ واپس جاؤ اور مختار سے میرا سلام کہہ دینا اور کہنا خُدا کی تجھ پر رحمت ہو تُو محبت اہلبیت میں بیشک غرق ہے خُدا تجھ کو جزائے خیر دے تُو نے میری امداد میں کوئی کمی نہیں کی۔ یہ لوگ آپ سے رُخصت ہو کر اپنی قیامگاہ پر آئے۔ ظبیان نے اپنی فوج کو اُسی طرح گروہ درگروہ واپس روانہ کیا اور ہر ایک کو تاکید کی کہ کوفہ کے قریب کسی مقام پر جمع ہوتے رہیں جب ہم سب اُس مقام پر پہنچ جائیں گے تو ایک ساتھ کوفہ میں داخل ہوں گے اِس صورت میں مختار کی شان و شوکت کا شہرہ ہو گا۔ الغرض تمام لشکر اسی طور سے کوفہ کے قریب جمع ہُوا اُدھر حضرت مختار کو اطلاع ہوئی تو وہ عبداللہ کامل اور اپنے خاص دوستوں کو لے کر مع فوج کے اِستقبال کو آئے اور نہایت اعزاز کے ساتھ اس لشکر کو شہر میں لے گئے۔ اور اپنے محل کے قریب ٹھہرایا اور سب کو انعام و اکرام سے مالامال کر دیا۔ پھر ظبیان نے مکہ پہنچنے اور صُلح ہونے تک کی تمام سرگذشت بیان کی تمام روئیداد سُن کر جناب مختار اور سارے لشکر کے سردار بہت خوش ہوئے اور ظبیان کی تحسین و تعریف کی پھر مختار نے سب کو خلعت عطا کیا۔

عبداللہ ابن زبیر کی عہد شکنی اور حضرت محمد حنفیہ کی مکّہ سے ہجرت

عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ جناب محمد حنفیہ اس کے بعد اعتکاف میں تشریف فرما ہوگئے کسی کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ صرف صبح کو اپنا دروازہ کھولتے۔ اُس وقت لوگ زیارت کے لئے حاضر ہوتے اور جو مسائل دریافت کرنا چاہتے آپ اُس کو حل کردیتے تھے خصوصاً جمعہ کے روز لوگ کثرت سے جمع ہوتے تھے۔ یہ امر عبداللہ بن زبیر پر بہت گراں گذرتا تھا۔ آخر اُس کو یہ خیال ہو ہی گیا کہ اگر اُن کے پاس لوگ اسی طرح جمع ہوتے رہے تو میرا دعوائے خلافت سب باطل ہو جائے گا۔ اور اُس نے یہ سوچا کہ کسی طرح محمد حنفیہ مکّہ سے چلے جائیں۔ اور اُس کے لئے یہ تدبیر کی کہ اُن کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور کہلایا کہ جناب رسولؐ خُدا کا سجادہ جو آپ کے پاس ہے میرے لئے بھیجد یجئے میں اُس پر نماز پڑھوں گا۔ جناب محمد حنفیہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اے ابن زبیر تُو جانتا ہے کہ سجادہ جناب رسول خُدا کا ہے وُہ وراثتاً جناب فاطمہؑ زہرا کو ملا اُن سے حسنؑ اور اُن کے بعد حسینؑ کو ملا۔ امام حسینؑ نے امام زین العابدینؑ کو عطا فرمایا اُنہوں نے مجھے مرحمت فرمایا میں بھی اُسی طرح دست بدست امام آخر تک پہنچاؤں گا۔ مجھ کو اجازت نہیں ہے کہ کسی غیر کو وُہ سجادہ دُوں اگر تُو تقرب خُدا حاصل کرنا چاہتا ہے تو امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر اُن سے تقرّب خُدا کی خواہش ظاہر کر۔ اُن کا مرتبہ اِس سجادہ سے بڑھا ہُوا ہے۔ یہ سُن کر عبداللہ بن زبیر کو بہت غُصّہ آیا اس نے اُسی وقت مستور بن تحرمیہ کو بُلایا۔ وُہ شخص عمائدین مکّہ سے تھا اور اُس کو جناب رسولِ خدا کی صحابیت کا شرف بھی حاصل تھا۔ جب وُہ ابن زبیر کے پہنچا اُس نے تعظیم وتکریم کے بعد کہا کہ تم مکّہ کے رہنے والے ہو تم کو معلوم ہے کہ میں نے مُلک حجاز پر کس دُشواری سے قبضہ کیا ہے لیکن مجھے محمد حنفیہ کی طرف سے اطمینان نہیں ہے اور سمجھتا ہوں کہ میری ساری کوششوں پر وُہ پانی پھیر دیں گے۔ مستور نے کہا اِس وقت تک حضرت محمد حنفیہ نے تیرے ساتھ کوئی خیانت نہیں کی لہٰذا تجھ کو بھی لازم ہے کہ جو کچھ تُو اُن کے ساتھ عہد کر چکا ہے اُس پر

قائم رہ اور وُہ کام نہ کر جس میں تُو بدنام ہو۔ مَیں ضامن ہوں کہ اُن سے تیرے حق میں کوئی بدی نہ ہو گی۔ لیکن ابن زبیر اپنی ضد پر قائم رہا اور کہا کہ جب تک مَیں اُن سے سجادہ نہ لے لوں گا اُن سے دست بردار نہ ہوں گا کیونکہ مَیں امیرالمومنین ہوں تو سجادہ بھی میرے ہی پاس رہنا چاہیئے۔

آخر بہت بحث و تمحیص کے بعد ابن زبیر نے کہا کہ مَیں اپنے دُشمن کو اپنی ولایت میں نہ رہنے دُوں گا۔ اور حاجب کو بُلا کر حُکم دیا کہ بہت سے سوار ہمراہ لے کر ابن حنفیہ کے مکان پر جا اور اُن سے پیغمبر کا سجادہ لے آ۔ اگر وُہ سجادہ نہ دیں تو تجھے اختیار دیتا ہوں کہ جو تُو چاہے اُن کے ساتھ برتاؤ کرنا۔ حاجب حضرت محمد حنفیہ کے خانۂ اقدس پر پہنچا۔ اُسی مکان میں جناب رسُولؐ خُدا پیدا ہوئے تھے۔ حاجب نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ لیکن اندر سے کوئی جواب نہ مِلا تو اُس نے کہا آگ لاؤ مَیں اِس مکان کو جلا دُوں گا۔ یہ خبر مکّہ میں مشہور ہوئی تو ہر طرف سے لوگ آآکر وہاں جمع ہو گئے۔ ہر ایک کی زبان پر تھا کہ عبداللہ نے عہد شکنی کی اور اپنی قسم پر قائم نہ رہا۔

حضرت محمد حنفیہ نے یہ شور و غُل سُنا تو مکان سے باہر تشریف لائے اور حاجب سے فرمایا تُو اِس وقت اِس لئے آیا ہے کہ رسُولِ خُدا کا گھر جلائے۔ اِسی مکان میں جبرئیل نازل ہوتے رہے اِسی میں جناب خدیجہ کی قبر ہے اہلِ مکّہ نے کہا اے سیّد اگر آپ حُکم دیں تو ہم اِس حاجب کو قتل کر دیں آپ نے فرمایا نہیں یہ قاصد ہے۔ اِس کو ابن زبیر نے صرف اِس لئے بھیجا ہے کہ مَیں یہاں سے کسی طرح چلا جاؤں کیونکہ جب تک مَیں یہاں رہوں گا کوئی اُس کے پاس نہیں جائے گا۔ میرے والد بزرگوار امیرالمومنینؑ نے بھی مجھے یہ وصیّت فرمائی ہے کہ جب ایسے واقعات رُونما ہوں تو مکّہ سے ہجرت کر جانا۔ پھر حاجب سے فرمایا جا کر ابن زبیر سے کہدے کہ مجھے اتنی مُہلت دے کہ میرا قاصد مدینہ جا کر واپس آجائے پھر مَیں مکّہ سے چلا جاؤں گا۔ حاجب نے عبداللہ کو یہ پیغام پہنچا دیا اور اُس نے منظور کر لیا۔

اِس کے بعد جناب محمد حنفیہ نے جناب امام زین العابدینؑ کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا کہ

یا ابن رسولؐ اللہ یہاں سے میری روانگی کا وُہ وقت آگیا ہے جس کی نسبت میرے پدر بزرگوار نے خبر دی تھی مگر آپ کی اجازت کے بغیر مَیں نہیں جا سکتا۔ لہٰذا اس بارے میں آپ کا جو حکم ہو اُس پر عمل کروں۔

یہ خط اپنی مُہر سے مزیّن کرکے سعد کے ہاتھ روانہ کیا۔ جب سعد مدینہ پہنچا تو لوگوں نے ہر طرف سے گھیر لیا اور پُوچھنے لگے کہ کیا تُو کوئی خط محمد حنفیہ کا لایا ہے۔ یہ سُن کر سعد کو بہت تعجب ہُوا اور پُوچھا تُم لوگوں کو کیونکر معلوم ہُوا اُنھوں نے جواب دیا جس روز تُو مکّہ سے روانہ ہُوا تھا امام زین العابدینؑ نے ہم سب کو آگاہ کر دیا تھا۔

الغرض سعد نے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر وُہ خط پیش کیا۔ امام نے فوراً اُس کا جواب لکھ کر سعد کو دیا کہ " اے عم نامدار اس کام کو انجام دیجئے تاکہ آپ اُس مقام پر پہنچ جائیں جس کا وعدہ خُدائے برتر نے فرمایا ہے اور جب آپ قائم آلِ محمد کی خدمت میں پہنچیں تو میرا اسلام کہیے گا۔ خُدا کی رحمت آپ پر نازل ہو۔ والسلام"۔ سعد یہ خط لے کر نہایت عجلت کے ساتھ مکّہ پہنچا اور حضرت محمد حنفیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش کیا۔ خط پڑھ کر حضرت نے فرمایا کہ مَیں امام برحق کی اطاعت و فرمانبرداری پر کمر بستہ ہوں۔

پھر سامانِ سفر کی تیاری میں مشغول ہو گئے اہل مکّہ کو یہ خبر ہوئی تو آپ کے پاس حاضر ہوئے اور مکّہ سے ہجرت کا سبب پُوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ابن زبیر کے مظالم سے تنگ آکر ہجرت کر رہا ہوں۔ تُم کو مناسب ہے کہ آپس میں ایک دُوسرے پر مہربانی کرتے رہو اور امام زین العابدین علیہ السّلام کو اپنا امام برحق سمجھتے رہو یہ سُن کر بیس۲۰ اشخاص معززّین مکّہ نے عرض کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم بھی آپ کی خدمت بابرکت میں رہیں۔ حضرت محمد حنفیہ نے فرمایا کہ مَیں جہاں جا رہا ہوں وُہ مقام معظّم ہے وہاں تُم کو نہیں لے جا سکتا البتہ اُس مقام تک لے چل سکتا ہوں جہاں سے واپس آجاؤ۔ اب تُم لوگ جا کر سفر کی تیاری کرو اور اپنے اہل و عیال سے رُخصت ہو کر آج رات میرے مکان کے دروازہ پر جمع ہو جانا۔ یہ سُن کر وُہ لوگ واپس گئے جناب عبداللہ بن عباس نے اپنے

فرزند علی بن عبداللہ کو بُلا کر حکم دیا کہ اے فرزند تو حضرت محمد حنفیہ کے ہمراہ جہاں تک وُہ لے جائیں جانا اور جس مقام سے واپس آنے کا حکم دیں واپس آجانا اُن کے کسی حکم کے خلاف نہ کرنا جو حکم دیں فوراً بجالانا۔ اُس نے کہا بسروچشم ایسا ہی کروں گا اور مسلح ہوکر حضرت محمد حنفیہ کے حضور میں حاضر ہُوا۔ جناب محمد حنفیہ نے اپنے اہل وعیال کو امام زین العابدینؑ کے پاس مدینہ بھیج دیا اور شب کے وقت باہر تشریف لائے۔ شمشیر اور قرآن مجید گلے میں حمائل کئے ہوئے تھے۔ اور اونٹ پر سوار ہوکر یمن اور طائف کی طرف روانہ ہو گئے۔

صُبح ہوئی اور آپ کی ہجرت کی خبر اہلِ مکّہ کو معلوم ہوئی تو لوگ زار زار روتے اور ابن زبیر کو لعنت ملامت کرتے تھے۔ جناب عبداللہ بن عباس ابن زبیر کے پاس گئے اور فرمایا "جو کچھ تُو چاہتا تھا وُہ تجھے حاصل ہو گیا اب تُو خدا سے توبہ کر۔ محمد حنفیہ نے تجھے قتل نہ کیا اور تُو نے اُن کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ انہوں نے تیرے ساتھ کیا برائی کی تھی جو تُو نے اُن کو ہجرت پر مجبور کیا تُو روز قیامت اِس کا کیا جواب دے گا"

ابنِ زبیر نے عبداللہ بن عباس کا کوئی جواب نہ دیا۔ جب سب لوگ اُس کے پاس سے چلے گئے تو اُس نے اپنے ملازموں سے دریافت کیا کہ محمد حنفیہ کے ساتھ کون کون لوگ گئے ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ اُن کے متعلقین ومتوسلین میں سے بیس ۲۰ آدمی گئے ہیں۔ یہ سُن کر اُس نے ابوالمنذر خارجی کو تین سو ۳۰۰ سوار جو بہت دلیر و بہادر تھے دے کر کہا تو محمد بن حنفیہ کو راستہ سے واپس پھیر لا لیکن اُن سے جنگ نہ کرنا۔ اُن کے ہمراہی بیس ۲۰ اشخاص کو بھی واپس لے کر آنا تاکہ اُن کے لائق ومناسب جو سزا ہوگی اُن کو دوں گا اور علی بن عبداللہ بن عباس کو وہیں قتل کر دینا تاکہ اُس کا بھی اُسی طرح دل جلے جیسے وُہ میرا دل جلایا کرتا ہے۔

ابوالمنذر تین ۳۰۰ سو سواروں کو ہمراہ لے کر تیزی سے روانہ ہُوا اور راستہ میں اُن سے جا مِلا۔ جناب محمد حنفیہ نے اُن لوگوں کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ لوگ میری گرفتاری کے لئے آرہے ہیں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ابوالمنذر بھی وہاں پہنچ گیا اور حضرت محمد حنفیہ سے کہا کہ آپ جہاں چاہیں چلے

جائیں۔ مَیں تو آپ کے ہمراہیوں ان بیس۲۰ آدمیوں کو لینے آیا ہوں۔ اور ان لوگوں سے کہا کہ خیریت اسی میں ہے کہ میرے ساتھ واپس چلو ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ خاموشی سے واپس چلا جا ورنہ تُو اور تیرے ساتھیوں میں سے کوئی زندہ واپس نہ جا سکے گا۔ یہ کہہ کر ان بیس۲۰ آدمیوں نے تلواریں نیاموں سے نکال لیں۔

جناب محمد حنیفہ نے ان کو روکا اور فرمایا تم ایک طرف ہو جاؤ آج مَیں اپنے پدر بزرگوار کی تلوار سے ان کو جواب دوں گا اور آج اپنی طاقت کا امتحان بھی کروں گا۔ پھر اپنے غلام سعد سے نیزہ لے کر ابوالمنذر کے پاس آئے اور فرمایا او ملعون تو اسی وقت مکہ واپس ہو جا اور اس بے دین سے کہا کہ مکہ مَیں نے تیری وجہ سے چھوڑا۔ لیکن شاید تُو نے سمجھا ہے کہ مَیں تیرے خوف سے جا رہا ہوں نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ مجھے ایسا ہی حکم تھا بہتر ہے کہ تُو واپس چلا جا قبل اس کے کہ مَیں تلوار میان سے نکالوں۔ یہ سُن کر ابوالمنذر نہایت غضبناک ہُوا اور اس نے یہ کہا کہ اے فرزند علیؑ تمہارے متعلق مجھے خوف ہے کہ تم خود نہ مارے جاؤ۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے رفیقوں سے کہا کہ یہ شخص علیؑ کا فرزند ہے اس کو ہلاک کر دو۔ یہ سُن کر اس کے سواروں نے یکبارگی حملہ کیا یہ دیکھ کر جناب محمد حنیفہ آگے بڑھے اور فرمایا کہ آج اپنے پدر بزرگوار علی مرتضیٰؑ کی طرح شمشیر زنی کروں گا۔ یہ فرما کر آپ نے ان پر حملہ کیا دائیں بائیں تلواریں چلانے لگے۔ پھر بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر داہنے ہاتھ سے سواروں کے کمر بند پکڑ کر گھوڑے سے اُٹھاتے اور اوپر پھینک دیتے تھے جب وُہ نیچے آتا تو ایک وار میں اس کے دو ٹکڑے کر دیتے تھے۔ اسی طرح بہت سے سواروں کو قتل کرتے ہوئے ابوالمنذر کے پاس پہنچ گئے اور فرمایا او ملعون اس ضربت حیدری کو روک۔ پھر ایسی تلوار اس کے کمر پر ماری کہ وُہ ملعون دو ٹکڑے ہو کر جہنّم واصل ہُوا۔ اس کے قتل ہوتے ہی اس کے باقی سپاہی بھی بھاگ گئے۔ تو حضرت کے ہمراہیوں نے ان کا تعاقب کیا اور ان بھاگنے والوں میں سے بہت سے سواروں کو قتل کر دیا۔ اور خوش و خرم حضرت کے پاس واپس آئے۔ حضرت نے علی بن عبداللہ سے فرمایا ابھی ایک بڑی لڑائی باقی ہے۔ اس کے بعد آپ طائف پہنچے تو وہاں کے حاکم غیسان بن راشد نے آپ کی بڑی

تعظیم و تکریم کی۔ حضرت نے پوچھا کہ تیرا باپ تو خارجی اور آلِ رسول کا سخت دشمن تھا اور اہلِ طائف بھی اسی کے ہم عقیدہ تھے تو غیسان نے بیان کیا کہ :۔

میرا باپ دشمن آلِ رسول تھا اور میں بچپن سے اُن حضرات کو دوست رکھتا تھا ایک روز میں نے اپنے باپ کو جناب امیر کے خلاف ذکر پر منع کیا اُس نے مجھے ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا رات جناب رسولِ خدا خواب میں تشریف لائے اور انہوں نے مجھے ایک چھری دے کر فرمایا کہ اس چھری سے اُس کا شکم چاک کر دے میں نے اُسی وقت حضرتؐ کے حکم کی تعمیل کی پھر آنحضرتؐ میری نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ اور میں خواب سے چونک پڑا تو گھر میں رونے پیٹنے کی آواز بلند تھی۔ میں نے اپنے باپ کو اُسی حال سے دیکھا کہ اُن کا پیٹ پھٹا ہوا ہے یہ عجیب خبر تمام شہر میں پھیل گئی اور کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کو کس نے داصلِ جہنم کیا۔ پھر میں اُس کے دفن سے فارغ ہو کر مسند ریاست پر بیٹھا اور ایک مہینے کے بعد طائف کے تمام سرداروں کو طلب کر کے خواب کا واقعہ بیان کیا۔ یہ سُن کر وہ سب لوگ دینِ حق کے تابع ہو گئے۔ الغرض غیسان نے حضرت محمد حنفیہ کی بڑے اعزاز کے ساتھ دعوت کی۔ حضرت نے آٹھ روز قیام فرما کر وہاں سے یمن کی طرف رُخ کیا۔

طائف اور یمن کا علاقہ ابن زبیر کی حکومت میں داخل تھا۔ اُس نے اِن تمام مقامات پر خطوط بھیج رکھے تھے کہ ایک رافضی کو میں نے قتل کرنا چاہا تھا وہ یہاں سے بھاگ گیا ہے اُس کے راستوں کو بند رکھو اور اُس کے ساتھ بیس اشخاص ہیں اُن کو قتل کر دو اور اُس رافضی کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجدو۔ یہ معلوم کر کے لوگوں نے ہر طرف کے راستے بند کر دیئے اور محمد حنفیہ کے آنے کے منتظر رہے۔

جب جناب محمد حنفیہ یمن کے درمیان منزل واصلہ پر پہنچے تو ہلال بن معقل تین ہزار فوج لئے آپ سے مقابلہ پر آمادہ ہوا۔ ہلال خود مقابلہ کے لئے نکلا اور حضرت نے اُس کو ایک ہی وار میں دو ٹکڑے کر دیا اور وہ تین ہزار سوار بھاگ گئے۔

وہاں سے تھوڑی دُور چل کر یہ لوگ راستہ بھول گئے اور ایک صحرائے بے آب و گیاہ

میں جا پہنچے رات ہو گئی تھی۔ ایک طرف آگ جلتی ہوئی نظر آئی حضرت محمد حنفیہ اُس کی طرف متوجہ ہوئے۔ قریب پہنچے تو ایک خیمہ نصب پایا اور اُس کے دروازہ پر ایک بہت بڑا اژدہا کھڑا دیکھا اُس نے حضرت کو پہچان کر سلام کیا اور عرض کی کہ مَیں جنوں کے اُس گروہ سے ہوں جو حضرت رسالت مآبؐ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں اور علی بن ابی طالب کی تلوار کے خوف سے ایمان لائے ہیں مَیں چودہ ہزار جنوں کا سردار ہوں میرا نام سازومون ہے۔ حضرت نے فرمایا ہم لوگ راستہ بھول گئے ہیں ہم کو راستہ بتا دو۔ اُس نے عرض کی نہیں بلکہ خداوند عالم نے آپ کو اس راستہ پر پہنچا دیا ہے کہ آپ یہاں سے اپنی وعدہ گاہ پر پہنچ جائیں۔ مَیں آپ کو اُس مقام تک پہنچا دُوں گا جہاں تک آپ کے پدر بزرگوار نے مجھے حکم دیا ہے۔ الغرض حضرت محمد حنفیہ ایک شب وہاں مقیم رہے صُبح کو منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوئے سازومون اپنی سرحد تک حضرت کے ہمرکاب رہا۔ پھر اپنی سرحد کے اختتام پر حضرت سے رُخصت ہو کر واپس آیا۔ اور حضرت محمد حنفیہ آگے بڑھے اور اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ یہاں سے کافر جنوں کی عملداری شروع ہو گئی ہے۔ ابھی یہ ذِکر ہو ہی رہا تھا کہ ایک نہایت ہولناک آندھی اُٹھی اور تمام صحرا تیرہ و تار ہو گیا۔ پھر ہوا کا رنگ مانند خُون کے سُرخ ہو گیا اور چاروں طرف سے خوفناک آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ علی بن عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ مَیں یہ حال دیکھ کر حضرت محمد حنفیہ کے پاس آ گیا۔ جناب محمد حنفیہ نے تلوار نیام سے کھینچ لی اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ کے نعرے مارنے لگے کچھ دیر کے بعد وُہ گرد و غبار کم ہُوا اور آوازیں جو چاروں طرف سے آ رہی تھیں بند ہو گئیں معلوم ہُوا کہ وُہ شور و غُل کافر جنوں کا تھا جنہوں نے ہم پر حملہ کیا تھا۔ اِس اندھیرے میں ہمارے وُہ بیس[۲۰] ساتھی بھی ہم سے جدُا ہو کر مکہ چلے گئے تھے۔ اب میرے اور سعد کے سوا حضرت محمد حنفیہ کے ساتھ اور کوئی نہ تھا۔

ہم لوگ یہاں سے آگے بڑھ کر ایک دشت میں پہنچے جس کے قریب ایک دریائے ذخار لہریں مار رہا تھا اور اُس کے کنارے کنارے بڑی آبادی تھی۔ یہ عبداللہ بن زبیر کی

حکومت میں تھی وہاں کا عامل ایک خارجی عبدوس نامی دُشمن امیر المومنین تھا۔ وہاں ایک صومعہ نظر آیا۔ اُس میں ایک راہب موجود تھا۔ وُہ زبور وانجیل کا عالم وحافظ تھا وُہ مع اپنی قوم کے حضرت کے ہاتھ پر مُسلمان ہُوا عبدوس عامل ابن زبیر کو محمد بن حنفیہ کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو دو ہزار کا لشکر لے کر اُن عیسائیوں پر حملہ آور ہُوا اور اُن میں سے بہت سے افراد کو قتل کر دیا جناب محمد حنفیہ کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائی اسی اثنا میں ایک خوبصورت شخص نے آکر حضرت سے کچھ آہستہ کہا اور چلا گیا۔ آپ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور سعد کو حکم دیا کہ اُونٹ لائے سعد اُونٹ کس کر لائے حضرت سوار ہو کر جبل العرج کی طرف روانہ ہوئے۔ کچھ دُور چلے تھے کہ وہی نوجوان پھر ظاہر ہُوا اور حضرت کے آگے رواں ہُوا۔ یہاں تک کہ ہم سب ایک چشمہ کے کنارے پہنچے یہاں سے وُہ نوجوان پھر غائب ہو گیا۔ حضرت محمد حنفیہ وہاں اُتر کر نماز میں مشغول ہوئے۔ فارغ ہوئے تو جا نماز پر ایک رُقعہ پڑا ہُوا ملا جس میں تحریر تھا یا بن الامام غیب نفسك فی ھذا الکھف الیٰ یوم الوقت المعلوم فانّ علیك حکما لا یعلمھا الّا اللہ (یعنی اے امام کے فرزند اس غار میں وقتِ معلوم تک کے لئے غائب ہو جایئے یہ آپ کے لئے حکم ہے اور اس کا علم خُدا کے سوا کسی کو نہیں) اس وقت جناب محمد حنفیہ نے ہم سب سے کہا کہ اب میرے غائب ہونے کا وقت قریب آگیا تم لوگ جو کچھ دریافت کرنا چاہو پُوچھ لو۔ مَیں نے پُوچھا وُہ نوجوان کون تھا جو دو مرتبہ ظاہر ہو کر آپ کے پاس آیا اور غائب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا وُہ خضر علیہ السّلام تھے۔ پھر سعد نے پُوچھا کہ آپ جہاں جاتے ہیں ہم لوگ بھی آپ کے ہمراہ وہاں تک چلیں۔ آپ نے فرمایا وہاں تک تمہاری رسائی نہیں ہو سکتی لیکن مَیں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہمیشہ خدا کی یاد میں مشغول رہنا کوئی کام اُس کے حکم ومرضی کے خلاف نہ کرنا خدا کے دوستوں سے محبت اور اُس کے دُشمنوں سے عداوت رکھنا اور مدینہ پہنچنا تو امام زین العابدینؑ کو میرا سلام پہنچا دینا اور عرض کر دینا کہ جس مقام پر آپ نے مجھے جانے کا حکم دیا ہے مَیں وہاں روانہ ہو گیا۔ پھر حاضرین سے فرمایا کہ مَیں اِس پہاڑ کے اندر ایک کھوہ میں جاتا ہوں تم میرے عقب میں نہ آنا۔ یہ فرما کر آپ اُٹھے اور دُرود پڑھتے ہوئے اُس پہاڑ کی

جانب چلے ۔ جب پہاڑ کے قریب پہنچے تو ایک شخص سامنے سے ظاہر ہُوا اور بڑھ کر محمد حنفیہ سے بغلگیر ہُوا پھر وُہ دونوں پہاڑ کی کھوہ میں چلے گئے اور ہماری نظروں سے غائب[1] ہو گئے۔

سعد کہتے ہیں کہ اس کے بعد عبدوس عامل عبداللہ بن زبیر حضرت محمد حنفیہ کو تلاش کرتا ہُوا وہاں پہنچا اور ہم لوگوں سے اُن کو دریافت کیا۔ ہم نے اُس کو بتلایا کہ وُہ اِس کھوہ میں چلے گئے۔ یہ سُن کر اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں اُن کو اس غار سے نکال کر ابھی قتل کئے دیتا ہوں اور تلوار کھینچ کر اُس غار کی طرف بڑھا تھا کہ ایک شیر اُس مقام پر آیا اور اُس نے عبدوس کو پھاڑ ڈالا اور اُس کے ہمراہیوں میں سے چھ سو (۶۰۰) اشخاص کو مار ڈالا پھر اُس کے باقی ہمراہی بھاگ گئے۔ اور ہم لوگ مکّہ واپس آئے۔ سعد کہتا ہے کہ جب مَیں نے چاہا کہ اِس سفر کے تمام حالات عبداللہ بن عباس سے بیان کروں تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے پہنچنے سے قبل جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے مجھ سے تمام واقعات بیان کر دیئے۔ پھر سعد امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور جناب محمد حنفیہ کا سلام عرض کیا۔

---

[1] صاحب مختار آل محمد نے بحوالہ مجالس المومنین و عمدۃ المطالب تحریر فرمایا ہے کہ حضرت محمد حنفیہ ۸۱ھ میں بمقام مدینہ منورہ وفات پا کر جنت البقیع میں دفن ہوئے دوسرا قول روضۃ الصفا کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ایک قول کی بناء پر وُہ طائف میں مقیم رہے اور وہیں اُنہوں نے انتقال فرمایا۔

عراق پر ابن زبیر کی چڑھائی
اور
حضرت مُختار سے معرکہ

حضرت مُختار کی کامیابیوں سے عبداللہ بن زبیر انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔ اُدھر حضرت مُختار نے مُصعب بن زبیر والی بصرہ کو لکھا کہ "تجھ کو معلوم ہے کہ خُدا نے مجھے قاتلان امام حسینؑ پر مسلّط فرمایا اور میں نے اُن مظلوم کے خُون کا اِنتقام خاطر خواہ لے لیا ہے اور تمام قاتلان حسینؑ مظلوم کو قتل کر چُکا ہوں مگر دو ملاعین ایک محمد اشعث اور دُوسرا عمرو بن حجاج بھاگ کر تیرے پاس پناہ گزیں ہیں تجھ کو لازم ہے کہ اُن کو میرے پاس بھیجدے۔ میں یہ خط تجھ کو از راہ محبّت لکھ رہا ہوں۔ اگر تُو نے اُن دونوں کو نہ بھیجا تو یاد رکھ کہ میں تجھ پر فوج کشی کروں گا اور سوائے خُونریزی اور کچھ انجام نہ ہوگا۔"

مصعب نے یہ خط پڑھ کر مُختار کے آنے کے تمام راستے خراب کرا دیئے اور سارے پُل تُڑوا دیئے پھر اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کو لکھا کہ "مُختار حکومت کُوفہ حاصل کرنے کے بعد اس قدر جرّی ہو گیا ہے کہ وُہ کسی کی طاقت و قوت کو دھیان میں نہیں لاتا۔ اُس نے مجھے ایک خط لکھا ہے جس میں سخت دھمکی دی ہے اور تمہاری طرف سے لاپرواہی ظاہر کی ہے۔ عبداللہ بن زبیر نے اُس خط کے جواب میں لکھا کہ "مجھے مُختار کے سب حالات معلوم ہیں وُہ لاکھوں افراد کو قتل کر کے بہت جرّی ہو گیا ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ جلد سے جلد اُس کی سرکُوبی کر دی جائے تم فوراً جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور پُوری طاقت سے جنگ کا انتظام کر دیں والی یمن و فارس کو لکھ رہا ہوں کہ وُہ تمہاری مدد کے لئے فوجوں سمیت پہنچیں گے۔"

عبداللہ ابن زبیر کا جب مصعب کو یہ خط ملا وُہ بہت مسرور ہُوا اور اپنے سرداروں کو بُلا کر عبداللہ کا خط سُنایا اور لشکر کی تیاری کے لئے ہدایات جاری کر دیں۔ اُدھر عبداللہ بن زبیر نے

اپنے عاملوں کو خط بھیج کر حکم دیا کہ تم جلد سے جلد مع فوج کے بصرہ روانہ ہو جاؤ اور مصعب کے احکام کی اطاعت کرو۔ اس نے ایک خط حاکم اہواز و فارس "مہلب بن ابی صفرہ" کو تحریر کیا تھا کہ جس وقت تم کو میرا یہ خط ملے فوراً اپنا لشکر لے کر میرے بھائی مصعب کے پاس بصرہ پہنچ جاؤ اور اس کی مدد کرو۔

علاوہ ازیں حضرت مختار کے مخالفین بھی مصعب بن زبیر کو ان سے لڑنے پر آمادہ کر رہے تھے جب ان لوگوں نے مصعب کو بہت ترغیب دی تو اس نے کہا میں مختار سے لڑنے کو تیار ہوں مگر جب تک "مہلب ابن ابی صفرہ والی رہواز" میری مدد کے لئے نہ آجائے میں جنگ کے لئے نہ نکلوں گا۔ اس کا یہ فیصلہ سن کر جناب مختار کے دشمنوں نے اہواز پہنچ کر مہلب کو تیار کرنا شروع کیا۔ لیکن وہ جناب مختار سے لڑنا پسند نہ کرتا تھا اس لئے ٹالتا رہا لیکن اپنے اس ارادہ پر مستقل مزاجی سے قائم نہ رہ سکا کیونکہ زبیر نے بھی تاکیداً اس کے پاس لکھ کر حکم دیا تھا کہ اپنا لشکر لے کر جاؤ اور مصعب کی مدد کرو۔ وہ پھر بھی کوشش کرتا رہا کہ مختار سے جنگ نہ کرنا پڑے اسی وجہ سے اہواز سے بصرہ روانہ نہ ہوا۔ آخر مصعب نے ایک شخص کو بھیجا جس نے اس کو بصرہ چلنے پر آمادہ کر لیا۔ جب وہ وارد بصرہ ہوا تو مصعب نے مختار سے جنگ کے بارے میں مشورہ کیا۔ اس نے کہا میری پہلے سے رائے تھی کہ مختار سے جنگ نہ کی جائے اور اب بھی یہی کہتا ہوں کہ مختار سے جنگ کا خیال ترک کر دیا جائے کیونکہ عنقریب مختار اور عبدالملک سے جنگ ضرور ہوگی۔ ان میں سے کوئی بھی مارا گیا تو ہمارا فائدہ ہے کیونکہ یہ دونوں ہمارے مخالف ہیں۔ مگر مصعب نے اس رائے کو قبول نہ کیا اور کوفہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ (بحوالہ تاریخ ابوالفدا)

الغرض مصعب اپنا لشکر لے کر مقام نہر دیر پہنچا۔ مہلب بن ابی صفرہ بھی ایک کثیر جمعیت کے ساتھ مصعب کے ہمراہ تھا۔ وہاں پہنچ کر مصعب نے ایک شخص عبدالرحمن ابی مخنف ازدی کو کوفہ اس غرض سے بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو مختار کے خلاف ابھار کر ان سے منحرف کر دے اور عبداللہ بن زبیر کی بیعت کی ترغیب دے۔ عبدالرحمن نے کوفہ پہنچ کر بہت تیزی سے اپنا کام

شروع کر دیا اور لوگوں کو بہکانے میں شب و روز مشغول رہا کوفی لا یُوفی تو مشہور ہیں کوفہ والوں کی سرشت میں بے وفائی تھی۔ اُن میں کے اکثر اس ترکیب سے متاثر ہو گئے جس کا اظہار موقعۂ جنگ پر ہوا۔

جناب مُختار کے لشکر کی کوفہ سے بقیادت احمر بن شمیط روانگی

جناب مُختار کو جب مصعب کے لشکر کے آنے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے بھی اُس کے مقابلہ کے لیے احمر بن شمیط کی قیادت میں تیس ہزار کا لشکر روانہ کیا۔ جب جنگ شدت سے ہونے لگی تو اہلِ کوفہ نے اپنی عادت کے مطابق جنگ سے پہلو تہی کی۔ آخر احمر بن شمیط درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ (بحوالہ دمعہ ساکبہ)

مورخ ہروی لکھتے ہیں کہ جب مصعب کوفہ کے قریب پہنچا تو مُختار نے احمر بن شمیط کی ماتحتی میں تیس ہزار کا لشکر بھیجا۔ جب دونوں فوجیں ایک دُوسرے کے مقابلہ پر آئیں تو مصعب نے جناب مُختار کے لشکر سے کہا کہ بہتر ہے کہ جنگ سے باز رہو اور بلا تامل عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لو۔ لیکن اُن لوگوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور جنگ شروع ہو گئی آخر احمر بن شمیط قتل ہو گئے اور اُن کا لشکر کوفہ واپس ہوا۔ اور واپسی میں بھی بہت سے افراد مارے گئے۔ جب یہ لشکر مُختار کے پاس پہنچا اور اُن کو پُورے حالات کی اطلاع دی تو مُختار نے ایک آہ سرد کھینچ کر کہا اب مرنے کے سوا چارہ نہیں۔ (بحوالہ روضۃ الصفا)

علامہ عطاء الدین حسام الواعظ کا بیان ہے کہ حضرت مُختار نے مصعب کے آجانے کے بعد احمر ابن شمیط کو سپہ سالار لشکر مقرر کر کے مصعب کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اُن کے ساتھ عبداللہ کامل قاسم ابن عبداللہ کامل، عبداللہ بن صبرہ، قدامہ بن عیسےٰ، اسحاق بن سعید بن مسعود ثقفی، خزیمہ بن نضیر، عبداللہ بن یزید اور سعد بن فضل نخعی بھی گئے۔ روانگی کے وقت جناب مُختار دُور تک مشایعت کے لئے ساتھ گئے اور احمر بن شمیط اور دُوسرے سرداروں سے بغلگیر ہو کر واپس ہوئے۔

احمر بن شمیط روانہ ہو کر مدائن کے قریب ایک شبانہ روز ٹھہرے۔ پھر وہاں سے روانہ

ہوکر مزار کے قریب فروکش ہوئے مصعب کو جب اُن کے آنے کی اطلاع ہوئی تو وُہ بھی مزار کے آکر ٹھہرا۔ لیکن احمر کو اُس کے آنے کی اطلاع نہ تھی۔ اُن کے جاسُوس نے آکر بیان کیا کہ مصعب بھی لشکر گراں کے ساتھ مزار کے قریب آگیا ہے۔ یہ سُن کر احمر بن شمیط نے طلایہ مقرر کیا اور عبداللہ بن صبرہ کو سَو آدمی دے کر حکم دیا کہ لشکر کے بائیں جانب طلایہ پھرے اور جو کچھ سُنے یا دیکھے، فوراً اُس کی اطلاع پہنچائے۔

مصعب بن زبیر نے بھی طلایہ کا کام اپنے بھائی جعفر کے سپُرد کیا جب کچھ رات گذری تو عبداللہ ابن صبرہ نے مصعب کے کچھ سواروں کو سلاح جنگ سے آراستہ اپنی طرف آتے دیکھا۔ اُنہوں نے فوراً عبداللہ کامل کو اطلاع دی اُنہوں نے کہا تم لوگ بھی ہتھیار لگا لو۔ اُدھر یہ لوگ تیار ہوئے تھے کہ ابنِ زبیر کا طلایہ پھرنے والا لشکر آپہنچا اور مڈ بھیڑ ہوگئی۔ اور جنگ چھڑ گئی۔ مصعب کو خبر ملی تو وُہ ایک بڑا لشکر لے کر آپہنچا۔ یہ خبر احمر بن شمیط کو معلوم ہوئی تو وُہ بھی اپنا لشکر لے کر آن پہنچے اور شدت سے جنگ ہونے لگی۔ صُبح ہوئی جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر نمازِ ظہر کے وقت جنگ بند ہوئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد جنگ شروع ہوگئی۔ احمر بن شمیط خود میدان میں تیغ زنی کر رہے تھے یہاں تک کہ دُشمن کے لشکر کے کئی سردار مارے گئے تو مصعب بن زبیر خود میدان میں آگیا۔ دونوں سرداروں میں نیزوں کی ردّ و بدل ہونے لگی غروبِ آفتاب تک جنگ جاری رہی اور کسی ایک کو دُوسرے پر کامیابی حاصل نہیں ہوئی کیونکہ فن سپہگری میں دونوں کامل تھے بالآخر مصعب عاجز ہوکر واپس گیا۔ اور احمر بن شمیط لشکر سے جنگ کرنے لگے اور لشکر ابن زبیر کو زیر و زبر کر دیا۔ اراوی کا بیان ہے کہ مصعب کے چار سَو پچاس سوار قتل ہوئے اور احمر بن شمیط کے صرف سات بہادر شہادت پر فائز ہوئے۔ اِس واقعہ سے مصعب بن زبیر سخت ہراساں اور پریشان ہوگیا۔

مصعب کا جاسُوس اور اُس کے راز کا افشا

مصعب بن زبیر نے لشکر احمر کے صحیح اندازے کے لئے مقام مزار کے ایک شخص کو جاسُوسی کے لئے

جنابِ مُختار کے لشکر میں بھیجا اور اُس سے وعدہ کیا کہ اگر تو لشکرِ مخالف کی تعداد معلوم کر کے بتا دیگا تو تجھے ہزار دینار انعام دُوں گا۔ وُہ کوئی چیز سر پر لے کر آواز لگاتا ہُوا بیچنے کے بہانے لشکر کی تعداد معلوم کرنے لگا۔ اور پُورے حالات معلوم کر کے مصعب سے آکر بیان کیا اُس نے بجائے ایک ہزار کے پچاس۵۰ دینار دیئے۔ اُس نے کہا آپ نے ایک ہزار کا وعدہ کیا تھا اُس نے کہا تجھے اِس سے زیادہ نہیں ملیں گے۔ وُہ ناراض ہوکر وہاں سے چلا آیا اور احمر بن شمیط سے ملنے چلا اُن کے خیمہ کے دروازہ پر اسمٰعیل مزاری کو پایا اُس سے کہا مَیں نہایت اہم خبر لایا ہوں مجھے امیر کے پاس لے چلو۔ احمر نے سُنا تو بُلایا۔ اُس نے حاضر ہوکر عرض کی کہ وہی مزاری ہوں جو آپ کے لشکر میں کچھ چیزیں بیچنے لایا تھا۔ دراصل میں جاسُوسی کے لئے آیا تھا لیکن مجھے مصعب کے بعض حالات معلوم کر کے اُس سے نفرت اور آپ سے ہمدردی ہوگئی اِس لئے مَیں آپ کو بتانے آیا ہوں کہ مصعب بن زبیر نے زیاد بن ازدی کی قیادت میں دو ہزار کا لشکر دے کر اُس کو آج رات آپ پر شبخوں مارنے کا حُکم دیا ہے۔ اے امیر آپ فلاں مقام پر اپنا لشکر بھیج کر اُن پر حملہ کرا دیں۔ وُہ لشکر مصعب سے دُور ہے اِس لئے وُہ اُن کی مدد کو نہ پہنچ سکے گا۔

احمر بن شمیط نے فوراً سرداروں کو طلب کیا اور مشورہ کرنے کے بعد عبداللہ بن دریز کو چار سو پچاس۴۵۰ بہادروں کے ساتھ اُس مزاری کے ہمراہ بھیجا اور حکم دیا کہ اِس لشکر کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ عبداللہ بن وزیر روانہ ہوئے۔ راستہ میں دو آدمی ملے اُن سے پُوچھا تم کون ہو۔ پہلے تو اُن دونوں نے حیلہ حوالہ کیا لیکن تلوار کی چمک دیکھتے ہی بول اُٹھے کہ ہم زیاد بن عمرو ازدی کے مُلازمین ہیں یہ سُن کر عبداللہ نے اُن کی مُشکیں بندھوا دیں۔ پھر آگے بڑھے۔ راستہ میں پانچ اشخاص اور نظر آئے عبداللہ نے اُنہیں بھی گرفتار کر کے پُوچھا کہ کوئی خبر ہو تو بیان کرو۔ وُہ بولے کہ زیاد بن عمرو ازدی شبخوں مارنے والوں کا سردار اِس وقت مالک بن مُستمع کے خیمہ میں دعوت کھا رہا ہے۔ پھر وہاں سے آگے چلے اور عبداللہ نے عمرو بن اصدق کو سو۱۰۰ سواروں کا ایک دستہ دے کر داہنی طرف اور مسعود بن حارث کو سو۱۰۰ سواروں سمیت بائیں جانب مقرر کیا تاکہ کوئی شخص اُن میں سے

بھاگ نہ سکے۔ اور خود ڈھائی سو سواروں کو لے کر بڑھے اور صدائے تکبیر بلند کی۔ تکبیر کی آواز سُن کر زیاد کے لشکر والے خیموں سے نکل کر بھاگنے لگے۔ عبداللہ نے اُن پر حملہ کر دیا اور بھاگنے والوں کو عمرو بن اصدق اور مسعود بن حارث قتل کرنے لگے۔ زیاد بن اسیر گرفتار ہُوا اُس کے اور بہت سے لوگ پکڑ لئے گئے اور اُن کے سر کاٹ کر احمر بن شمیط کے پاس بھیج دیا گیا۔ صُبح کو وُہ سر احمر بن شمیط نے حضرت مُختار کی خدمت میں روانہ کر دیئے۔

مصعب بن زبیر شبخون مارنے والے لشکر کی کامیابی کی اُمید میں انتظار کر رہا تھا۔ جب اُسے اِس لشکر کا انجام معلوم ہُوا تو وُہ بہت جھنجھلایا اور اپنے لشکر کے سرداروں کو بُلا کر کہا کہ ہمارا لشکر اگرچہ احمر کے لشکر سے کہیں زیادہ ہے۔ لیکن پھر بھی ہر معرکہ میں وہی لوگ کامیاب ہو رہے ہیں۔ یاد رکھو کہ اگر تم لوگ اچھی طرح مقابلہ نہ کرو گے تو ہمارا اور تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو ابراہیم کے ہاتھوں ابن زیاد اور اُس کے لشکر کا ہُوا۔ مہلب بن صفرہ نے کہا اے مصعب مَیں نے پہلے ہی کہا تھا کہ مُختار سے لڑنے کا ارادہ مت کرو مگر تُم نے نہ مانا۔ لیکن جب میدان میں آ چکے ہیں تو ہمیں لڑ کر مرنا چاہیئے۔

الغرض صُبح ہو چکی تھی۔ دونوں طرف سے لشکر مَیدان میں آگئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ عبداللہ بن وزیر اور عبداللہ کامل نے کُشتوں کے پُشتے لگا دیئے۔

احمر بن شمیط کی شہادت

مہلب بن صفرہ نے دو ہزار سوار عمرو اور احمد بن قیس کی قیادت میں میدان میں بھیجا۔ یہ دیکھ کر احمر بن شمیط نے جو جناب ابراہیم کے مانند بہادر تھے عبداللہ کامل سے کہا تُم واپس آجاؤ تمہاری جگہ پر اب مَیں جنگ کروں گا۔ وُہ واپس آگئے اور احمر مَیدان کو روانہ ہوئے جاتے وقت یہ کہا کہ اگر واپس آجاؤں گا تو تمہاری اور خدمت کروں گا اور اگر شہید ہو گیا تو تُم لوگ عبداللہ کامل کو اپنا امیر سمجھنا۔ پھر میدان میں پہنچ کر شیرانہ حملے کئے اور اس بے جگری کے ساتھ لڑے کہ دُشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ یہ دیکھ کر مصعب بن زبیر بہت خوفزدہ ہُوا اور اُس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ سب مِل کر احمر پر حملہ کر دو۔ چُنانچہ اُن کو چاروں طرف سے گھیر کر لشکر نے حملے کرنا شروع کئے

مگر وُہ شیر بیشہ شجاعت جس طرف رُخ کرتا تھا صفیں کی صفیں صاف ہو جاتی تھیں جس پر اُن کی تلوار پڑتی دو ٹکڑے کر دیتی ناگاہ ایک تیر اُن کی پیشانی پر آن کر لگا آپ نے تیر نکالا مگر پیکان دماغ سے نہ نکلا بالآخر آپ زمین پر گر پڑے اور کلمہ شہادتین پڑھتے ہوئے راہی جنّت ہوئے۔

عبداللہ کامل کی جنگ اور شہادت

اُن کے بعد عبداللہ کامل نے علم اُٹھایا اور اپنے لشکر والوں سے کہا اے بہادرو احمر بن شمیط شہادت کے شائق تھے خدا نے اُن کو اُس درجہ پر فائز کیا۔ تُم لوگ ہمت نہ ہارو اور اپنی خداداد شجاعت سے جنگ کرتے رہو۔ مَیں تمہارے ساتھ ہوں۔ عبداللہ کامل پھر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور بیشمار اشقیا کو قتل کر ڈالا بالآخر بے شمار دُشمنوں نے اکبارگی حملہ کر کے اُن کو بھی شہید کر دیا اور فوج مُختار کو شکست ہوئی اور وُہ کوفہ کی طرف واپس روانہ ہوگئی۔ اور جناب مُختار سے جنگ کی روئیداد بیان کی ۔

جناب مُختار کا مَیدان جنگ میں ورود

حضرت مُختار کو جب اپنے دو مایۂ ناز بہادروں کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی تو اُن کو کمال صدمہ ہُوا اور اپنے رُفقا سے فرمایا کہ اب اِس کے سوا چارہ نہیں کہ مَیں خود مَیدان میں جاؤں۔ لشکر والوں نے حمایت کا وعدہ کیا۔

اب مصعب بن زبیر بہت دلیر ہو گیا تھا اُس نے مُختار کو خط لکھا کہ اب تُم جنگ سے باز آ جاؤ عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لو۔ جناب مُختار نے جواب لکھا کہ امام زمانہ حضرت امام زین العابدینؑ ہیں اُن کی موجودگی میں کسی اَور کی بیعت مَیں اُصولاً نہیں کر سکتا۔ مَیں اُن کی بیعت کر چکا ہوں اور اُسی کو کافی سمجھتا ہوں۔

مصعب حضرت مُختار کا یہ خط پاتے ہی کوفہ کی طرف بڑھا۔ جناب مُختار کو معلوم ہُوا تو اُسکی پیش قدمی روکنے کے لیئے عبداللہ بن ثعلبہ انصاری کو کوفہ میں اپنا قائم مقام بنا کر بصرہ کے راستہ پر چل کھڑے

ہوئے اور جاکر مقام حرا میں مقیم ہوئے۔

آغازِ جنگ

وہاں پہنچ کر آپ نے اپنے لشکر کو ترتیب دیا۔ لشکر کی سپہ سالاری یزید بن سلیمان کے حوالے کی۔ میسرہ پر سعد بن عامر ہمدانی کو اور میمنہ پر علی بن شعر کو مقرر کیا۔ خود قلب لشکر میں ٹھہرے مصعب ابن زبیر بھی اپنا لشکر لئے آپہنچا اور قریب ہی مقیم ہُوا۔ اُس نے اپنے لشکر کی ترتیب کی اور خاص طور سے مہلب بن ابی صفرہ کو میمنہ پر مقرر کیا اور قلب لشکر میں خود ٹھہرا۔

اُس کے لشکر سے ایک شخص مبارز طلب ہُوا۔ مُختار کی طرف سے سعد بن مقداد مَیدان میں آئے اور نہایت دلیری سے جنگ کی اور بغیر فیصلہ دونوں اپنے اپنے لشکر کو واپس گئے۔ پھر مصعب کی طرف سے ایک غلام "زکوان" مَیدان میں آیا۔ اِدھر سے جعفر بن قیس اُس کے مقابلہ پر پہنچے۔ اور بڑی بہادری سے جنگ کی۔ بالآخر وُہ شہید ہو گئے۔ اُن کے بعد سعید ہمدانی نے برق خاطف کی طرح زکوان پر حملہ کر کے اُسے واصل جہنّم کر دیا۔ پھر رات ہو جانے کے سبب جنگ مُلتوی ہو گئی۔

دُوسرے روز دونوں لشکر چاشت کا وقت گذرنے کے بعد مقابل ہوئے۔ ابن زبیر کی طرف سے ایک شخص نِکلا اُس کے ساتھ دو غلام بھی تھے۔ جناب مُختار نے "عامر بن حسان" کو بھیجا آپ بڑی بہادری سے لڑے مگر دھوکے میں آکر شہید ہو گئے۔ اُس کے بعد محمد بن ثعلب میدان میں تشریف لائے اور آپنے تھوڑی ردّو بدل کے بعد اُس کو مار گرایا۔ اس کے بعد رات ہو گئی اور دونوں لشکر اپنی اپنی قیامگاہ کو واپس گئے۔

پھر صُبح کو دونوں لشکر باہم مصروف پیکار ہو گئے۔ حضرت مُختار خود مَیدان میں آئے اور بیشمار دُشمنوں کو واصل جہنّم کیا جنگ جاری رہی۔ دوپہر کو قریب تھا کہ لشکر کوفہ شکست کھا کر پسپا ہو جائے تو حضرت مُختار پیادہ ہو کر جنگ کرنے لگے۔ اور شام تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ آخر رات ہو گئی اور جنگ رُک گئی۔ دُوسرے روز پھر صُبح سے جنگ شروع ہو گئی اور مہلب اور مصعب دونوں میدان میں آ گئے۔ اور شام تک جنگ جاری رہی اور دونوں طرف سے بہت لوگ مارے گئے۔ اس کے بعد علقمہ

بن سعید نے سعید بن عامر کو واصل جہنم کیا۔ پھر ہبیرابن منذر آیا اور علقمہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اُس کے بعد ایک اور شخص میدان میں نکلا۔ علقمہ نے اُس کو بھی جہنم رسید کیا۔ اور اپنے لشکر میں واپس آگئے۔

اُن کے بعد مہلب میدان میں آیا اور اُس نے مختار کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر دیا۔ اب رات ہوگئی تھی اور دونوں لشکر کے طلایہ مصروف گشت ہوگئے۔ راستہ میں دونوں طلایہ لشکروں کا مقابلہ ہوگیا۔ ایک شخص گرفتار ہوکر مُختار کے سامنے پیش ہُوا۔ جس نے بتایا کہ مہلب کی محبت میں فارس سے چلا آیا ہوں مجھے آپ لوگوں کی جنگ سے کوئی سروکار نہ تھا۔ آپنے اُس کو اِس شرط پر رہا کر دیا کہ اپنے وطن کو چلا جائے۔

صُبح ہوئی تو دونوں لشکروں میں پھر جنگ شروع ہوئی۔ ایک شخص مصعب کے لشکر سے نکل کر مبارز طلب ہُوا۔ مالک بن عمرو نہدی اُس کے مقابلہ کے لئے آئے اور باہمی جنگ و پیکار کے بعد آپ نے اُس کو قتل کر دیا۔ بروایت روضۃ الصفا یہ شخص محمد بن اشعث تھا۔ مالک نے اُس کا سر کاٹ لیا اور مُختار کے قدموں میں لاکر ڈال دیا۔ جناب مُختار بہت خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ خُدا کا شکر ہے کہ رُوئے زمین کو قاتلان حسینؑ سے مَیں نے پاک کر دیا۔ اس کے بعد حضرت مُختار اور اُن کے لشکر نے بہت سخت حملے کئے اور نصف شب تک جنگ جاری رہی۔ دونوں طرف کے بہت سے لوگ مارے گئے پھر دونوں لشکر قیام گاہوں پر واپس گئے۔

جناب مُختار کی دانائی اور پانچہزار دُشمنوں کا قتل

جناب مُختار نے محمد بن سعد سے فرمایا کہ مہلب کی وجہ ہمارے سپاہی بہت مارے گئے۔ لہٰذا ایک ترکیب دماغ میں آئی ہے جس سے وُہ ملعون آسانی سے قتل ہوسکے گا۔ محمد نے پُوچھا وُہ ترکیب کیا ہے جناب مُختار نے فرمایا مَیں اپنے سرداروں کو جمع کر کے اُن کے سامنے تم کو سخت وسُست کہوں گا۔ تم خفا ہوکر اپنے دستۂ فوج کو لے کر یہاں سے کُوفہ کو روانہ ہوجانا۔ جاسُوس اسکی خبر مصعب کو ضرور دیں گے چُونکہ مصعب تمہارا سخت دُشمن ہے اِس لئے وُہ مہلب کو تمہارے تعاقب میں بھیجے گا۔

وہ اپنا دستہ فوج لے کر تمہارے پیچھے جائے گا اور میں عقب سے اُس پر حملہ کروں گا۔ اُدھر سے تمہارا حملہ ہوگا اس طرح ہم اُس کے قتل میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چُنانچہ اِسی قرار داد پر عمل کیا گیا۔

مصعب نے پانچ ہزار کا دستہ محمد بن سعد کے پیچھے روانہ کیا اور مُختار خود اُن کے پیچھے چلے اس لشکر میں مہلب اپنی چالاکی سے نہیں گیا تھا بلکہ مصعب کو کسی اور کو بھیجنے پر راضی کر لیا تھا مُختصر یہ کہ پیچھے کی طرف سے جناب مُختار نے اور آگے کی جانب سے محمد بن سعید نے حملہ کیا اور اُن پانچ ہزار ناریوں میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑا۔

صُبح کو اپنے لشکر کی تباہی کا حال مصعب کو معلوم ہُوا تو اُسے سخت صدمہ ہُوا۔ مہلب نے کہا میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ لشکر کا تعاقب نہ کرایئے کہیں اس میں مُختار نے کوئی چال نہ چلی ہو مگر آپ نے نہ مانا۔ اب فرمایئے آپ کے اصرار کے مطابق اگر میں اُن کے تعاقب میں جاتا تو قتل ہو جاتا۔ اُس وقت مصعب نے کہا کہ میں آیندہ تیرے مشورہ کے خلاف نہ کروں گا۔

حضرت مُختار علیہ الرحمہ کی شہادت

مورخین کا بیان ہے کہ جنگ برابر جاری تھی۔ اور لڑائی کا آخری دِن آیا۔ جناب مُختار نے صُبح ہی سے اپنے لشکر کی ترتیب کی۔ اور اپنے فوج والوں سے فرمایا کہ اے میرے بہادرو میدان میں لڑ کر مرنا مردوں کا شیوہ ہے۔ امام حسین علیہ السّلام کے اسوۂ زندگی پر نگاہ رکھو اور پُوری مردانگی سے لڑو۔ اگر درجہ شہادت پر فائز ہو گئے تو حیات اَبدی حاصل ہوگی جس کے لئے دُنیا ترس رہی ہے۔ میرے بہادرو! جنگ آخری منزل پر پہنچ چکی ہے۔ بہرحال ہم کو کامیابی حاصل کرنا ہے۔ اگر زندہ رہے تو حکومت ہماری بحال رہے گی اور اگر شہید ہو گئے جنّت اپنی جاگیر ہے۔

جنابِ مُختار کی تقریر کے جواب میں اُن کے لشکر نے بڑی ہمت افزا گفتگو کی۔ اہل لشکر نے یک زبان ہو کر کہا کہ "ہم نے جس دن سے آپ کی حمایت کا ارادہ کیا ہے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ زِندگی اور مَوت دونوں حالتوں میں آپ کے ساتھ رہیں گے اور کوئی وقت ایسا نہ آنے دیں گے

جس میں آپ کو تنہائی کی زحمت ہو۔ اے امیر! ہمارے دلوں میں محبّت آلِ محمدؐ جاگزیں ہے ہم موت و زندگی کسی حالت میں اُس سے دست بردار نہیں ہو سکتے۔

یہ سُن کر حضرت مُختار نے اُن کی تحسین و آفرین کی اور کہا اب تیار ہو جاؤ اور سب مِل کر حملہ کر دو یہ سُن کر جناب مُختار کے ساتھ لشکر آگے بڑھا اور سب نے یکبارگی حملہ کر دیا اور اس قدر دُشمنوں کو قتل کیا کہ گھوڑوں کو راستہ چلنا دُشوار ہو گیا۔ اور اِس شدّت کا حملہ کیا کہ لشکر ابنِ زبیر بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ یہ دیکھ کر مصعب اور مہلب دونوں میدان میں آ گئے اور اُن کے ساتھ وُہ تازہ دم لشکر بھی جو ابھی تک جنگ میں مشغول نہ تھا۔ اور اُس لشکر نے جناب مُختار کے تھکے ہوئے سپاہیوں پہ حملہ کر کے اُن کی ہمّتوں کو پست کر دیا۔ اب اہلِ کوفہ بیدلی سے لڑتے اور موقع پا کر بھاگتے رہے دِن بھر تو کچھ لوگ لڑتے رہے مگر رات ہوئی تو تمام لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ یہ دیکھ کر جناب مُختار بھی کُوفہ واپس آ گئے اور دار الامارہ میں قیام فرمایا۔

عبداللہ بن حاتم کی وفاداری

جب عبداللہ بن حاتم کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو وُہ حضرت مُختار کے پاس آئے اور کہا میرے پاس چار سَو افراد ہیں اگر آپ فرمائیں تو ہم آگے بڑھ کر مصعب بن زبیر کو کُوفہ کی پیش قدمی سے روکیں۔ کیونکہ اب یقیناً کُوفہ پر قبضہ کرنے آئیگا۔ جناب مُختار نے فرمایا میں کسی سے مدد کا طالب نہیں ہوں۔ ابن حاتم نے کہا میں خوشنودیٔ خُدا کے لئے آپ کی حمایت کرنا چاہتا ہوں۔

الغرض وُہ کناسہ میں جا ٹھہرے اور مصعب جب آیا تو اُس سے بڑی دلیری سے جنگ کی اور پہلے ہی حملہ میں بیس ۲۰ آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ آخر تابِ مقاومت نہ ہونے کی وجہ سے کُوفہ سے باہر چلے گئے۔ مصعب ابن زبیر اپنا لشکر لئے ہوئے کُوفہ میں داخل ہُوا اور وہاں پہنچ کر مُختار کو دریافت کیا معلوم ہُوا کہ وُہ دار الامارہ میں ہیں پُوچھا اُن کے ساتھ کتنے آدمی ہیں لوگوں نے بتایا کہ بہت سے لوگ ہیں۔

حضرت ابراہیم کے لئے مُختار کی بیچینی

اُس وقت جناب مُختار نے بہت چاہا کہ کسی صورت سے اِن تمام حالات کی اطلاع جناب ابراہیم کو کر دیں۔ لیکن کوئی آدمی ایسا نہ مِلا جو اُن کا خط موصل ابراہیم کے پاس پہنچا دے۔ لیکن چونکہ جناب مُختار سے اُنہیں دِلی لگاؤ تھا اس لئے سُنی سُنائی خبر پر لشکر لے کر موصل سے روانہ ہو گئے تاکہ مُختار کی مدد کریں۔ لیکن افسوس کہ یہ اُس وقت پہنچے جب جناب مُختار شہید ہو گئے تھے (بحوالہ دمعہ ساکبہ ص۴۱۵) مُختار آلِ محمدؐ۔[1]

جناب مُختار کا دارالامارہ میں محصور ہونا

مصعب بن زبیر نے کوفہ پہنچ کر دارالامارہ کا محاصرہ کر لیا اور کھانا پانی بلکہ تمام ضروریاتِ زندگی کے پہنچنے میں حائل ہُوا اور اِس قدر سخت پہرہ مقرّر کیا کہ کسی کے آمد و رفت کا امکان نہ رہا حضرتِ مُختار کو جب یقین ہو گیا کہ جان کسی صورت سے نہ بچے گی تو آپ نے اپنے اہل و عیال کو وصیّت کی کہ مَیں عنقریب جامِ شہادت نوش کروں گا۔ تمہارے امام اِس زمانہ میں امام زین العابدینؑ ہیں۔ اُن کی خدمت اپنا فریضہ جاننا اور جب مدینہ منوّرہ پہنچنا تو امامؑ کو میرا اسلام عرض کرنا اور اپنے فرزند ثابت سے کہا کہ میرے بعد تم لوگ کسی صورت سے ابراہیم کے پاس چلے جانا اور دُشمنانِ دین سے مقاتلہ میں اُن کی مدد کرنا۔ بحوالہ روضۃ المجاہدین ص۲۲۶

الغرض اِسی حالت میں چالیس۴۰ روز گذر گئے یہاں تک کہ بھُوک پیاس کے سبب بات بھی نہیں کر سکتے تھے اُن کے ساتھ چھ ہزار افراد تھے۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ جب جناب مُختار کے رُفقا دارالامارہ میں بھُوک اور پیاس سے جاں بلب ہوئے تو انھوں نے جناب مُختار سے کہا کہ ہم لوگ مصعب بن زبیر سے امان حاصل کریں۔ اور عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر کے اپنی جانیں بچالیں۔ جناب مُختار نے فرمایا۔ تم لوگوں نے اُن لوگوں کے باپ دادا بھائی اور اُن کے لڑکوں اور اُن کے قبیلوں کو قتل کیا ہے۔ اور اُن کے گھروں کو برباد کیا ہے۔ اگر

---

[1] مگر صاحب نورُ المشرقین لکھتے ہیں کہ جناب ابراہیم نے قصداً جناب مُختار کی مدد سے پہلوتہی کی جس پر پوری تفصیل سے جناب ابراہیم کے آخری حالات میں ہم تبصرہ کریں گے (مؤلف)

مصعب تم کو امان بھی دیدے تو اُس کے لشکر والے تم کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ میرے ہمراہ تم سب لوگ دارالامارہ سے نکلو اور ہم سب مل کر بہادروں کی طرح لڑ کر مریں۔ بے لبسی اور مجبوری کی حالت میں قتل نہ ہوں۔ اُن لوگوں نے یہ سُن کر خاموشی اختیار کی اور جنگ کے لئے تیار نہ ہوئے۔

حضرت مختار کی شہادت

بالآخر جناب مُختار نے خود برآمد ہوکر لڑنے کا ارادہ کیا۔ اُس وقت اُن کے ایک مُخلص محمد بن سعد نے عرض کی اے امیر دُشمن بیشمار ہیں اُن سے لڑنا فی الحال مناسب نہیں بہتر ہے کہ ہم لوگ دارالامارہ کے کوٹھے پر سے اُن پر تیر برسائیں جس سے یہ لوگ کم سے کم سو قدم کے فاصلہ تک ہم سے دُور ہٹ جائیں گے پھر رات ہونے پر ہم لوگ چُپکے سے نکل کر اور قبائل میں پھر کر اپنے مددگار فراہم کریں اور جناب ابراہیم بن مالک اشتر کو اپنے ہمراہ لاکر اُن سے مقابلہ کریں۔ مُختار نے کہا یہ تو بزدلی ہے واللہ میں ایسا نہ کروں گا اور اب مجھے جینے کی بھی طمع نہیں کیونکہ میرا مقصد حاصل ہو چکا میں خون شہدائے کربلا کا انتقام لینے کے لئے اُٹھا تھا وُہ لے چُکا۔ اب تو میری دُعا یہ ہے کہ خُداوندا شہادت پر فائز کر کے امام حسینؑ کے دیدار سے خرّم و شاد فرما۔ (بحوالہ روضۃ المجاہدین)

اِس کے بعد جناب مُختار جوشن کے نیچے کفن پہن کر اور حنوط کر کے اپنے اُنیس ۱۹ رُفقا کے ہمراہ دارالامارہ سے برآمد ہوئے اور مصعب بن زبیر کی فوج پر حملہ آور ہوئے اور بڑی بہادری سے لڑتے لڑتے اُس کے لشکر میں گھس گئے۔ فوج نے چاروں طرف سے اُن کو گھیر لیا اور سب مل کر اُن پر حملے کرنے لگے۔ اِس جنگ میں جناب مُختار کے تمام ساتھی شہید ہو گئے اور آپ تنہا رہ گئے اب آپنے بے پناہ حملے کئے اور دُشمنوں کی صفیں اُلٹ دیں۔ لیکن شدت سے زخمی ہو گئے تھے اور زخموں سے کافی خون بہہ چکا تھا۔ آخر شدید ضعف طاری ہُوا آپ نے دم لینے کے لئے اپنی پُشت ایک دیوار سے لگا لی اِتنے میں دو ملعون طارق اور طریق آگے بڑھے اور وار کرنے لگے جس سے آپ زمین پر گر پڑے اُن ملعونوں نے سر مُبارک جُدا کر لیا اِس طرح اُس شیر بیشہ ہمت و جوانمردی کی رُوح جنت الفردوس کو سدھاری۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ...... (بحوالہ کُتب تواریخ وحدیث وسیر وغیرہ)

تاریخ شہادت

مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت مختار ۱۵ ار رمضان المبارک ۶۷ھ کو درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

(بحوالہ ذوب النضار ابن نما و دمعہ ساکبہ و تاریخ الفداء و تاریخ ائمہ وغیرہ)

حضرت مختار کا سر عبداللہ بن زبیر کے پاس

آپ کا سر طارق و طریق نے مصعب کے سامنے پیش کیا اُس نے حکم دیا کہ کوفہ کی جامع مسجد کے در میں لٹکا دیا جائے چنانچہ وہاں کچھ دنوں تک آویزاں رہا پھر اُس کے بعد عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیج دیا گیا۔

مؤرخ ہروی کا بیان ہے کہ مصعب نے طارق و طریق کو تین ہزار درہم انعام دیئے پھر سر مختار کو ایک فتحنامہ کے ساتھ عبداللہ بن عبدالرحمٰن کے ذریعہ عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیجدیا۔ عبداللہ کہتا ہے کہ میں جب مکہ پہنچا صبح کا وقت تھا عبداللہ بن زبیر نماز میں مشغول تھے جب وُہ فارغ ہو کر مسجد سے برآمد ہوئے تو میں نے اُن کے ہاتھ میں فتحنامہ دے کر کہا کہ مختار کا سر میرے پاس ہے اُنہوں نے پوچھا کہ اِس کا کیا مطلب میں نے کہا میرا مطلب ہے کہ انعام دیجئے۔ ابن زبیر نے کہا انعام میں اِسی سر کو لے جا۔ میں تو کچھ انعام نہیں دوں گا۔ یہ سُن کر میں نے مسجد ہی میں وُہ سر ڈال دیا اور واپس چلا آیا۔ (بحوالہ روضۃ الصفا ص۸۸ جلد ۳)

شہادت مختار کا ابراہیم پر اثر

بحوالہ علامہ عطاء الدین الواعظ جس وقت جناب ابراہیم نے شہادت جناب مختار کی خبر سُنی اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ عمامہ زمین پر پھینک دیا اور اس قدر روئے کہ غش آگیا (بحوالہ روضۃ المجاہدین)

حضرت مختار کے ساتھیوں کا حشر

جناب مختار نے دارالامارہ میں محصور اپنے چھ ہزار ہمراہیوں کو ہرچند مردانہ وار لڑ کر جان دینے پر اُبھارا اور یہ بھی بتا دیا کہ مصعب اگر تم کو امان دیدے گا تو اُس پر قائم نہ رہے گا اور تم سب کو ضرور

قتل کر ڈالے گا مگر وُہ سب ایسے جینے پر مرنے والے تھے کہ جناب مختار کی ایک نہ سُنی اور لڑنے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ جناب مختار اپنے بیس ہمراہیوں کے ساتھ دارالامارہ سے نکل کر بہادری کے ساتھ لڑکر شہید ہوگئے اس کے بعد مصعب نے ان لوگوں کو دارالامارہ سے نکالا باوجودیکہ امان دے چکا تھا مگر رؤسائے کوفہ سامنے آکر کہنے لگے اے مصعب ہمارے اور مختار کے درمیان "خون" ہے۔ ہم ان سے خوں بہا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تو نے ان دشمنوں کو چھوڑ دیا تو ہم سے کسی قسم کی امید نہ رکھنا تو ابن زبیر نے ان چھ ہزار اشخاص کے ہاتھ پیر بندھوا دیئے اور مقام کناسہ میں لاکر ڈال دیا۔ انہی میں سے ایک شخص "بجیر" نے کہا اے امیر اس وقت تیرے سامنے خدا کی خوشنودی اور ناراضی دونوں راستے ایسے ہیں۔ اے امیر ہم اہل قبلہ ہیں مسلمان ہیں۔ نماز گذار ہیں اگر تو ہمیں بخش دے گا تو خدا تجھ سے خوش ہوگا۔ اگر قتل کر ڈالے گا تو خدا ناراض ہوگا۔ ہم تیرے قبضہ میں ہیں اور تو ہمیں امان دے چکا ہے تجھ کو لازم ہے کہ اپنے عہد پر قائم رہے۔ لیکن عبدالرحمن بن محمد اشعث نے فوراً بات کاٹ کر کہا کہ اے امیر جب ان کو ہم پر قابو حاصل ہوا تھا تو ان لوگوں نے ہمارے ساتھ کوئی رعایت نہ کی اور بے دریغ ہمارا خون بہایا۔ اے امیر کوفہ کا کوئی ایسا گھر نہیں ہے کہ ان لوگوں نے جس گھر سے کسی نہ کسی کو قتل نہ کیا ہو اے امیر یہ سب خونی ہیں ان کو معاف کر کے سارے شہر کو اپنا دشمن نہ بنا۔ اگر تو نے ان کو معاف کر دیا تو ہم سب تیرے مخالف ہوں گے اور شہر کا ایک آدمی بھی تیری حمایت میں نہ رہے گا۔ مصعب بن زبیر نے جب دیکھا کہ سارے شہر والے ان کے قتل پر مُصر ہیں تو ان کے قتل کا حکم دیدیا اور سب کے سر اڑا دیئے گئے۔

(بحوالہ تاریخ طبری و تاریخ ابوالفدا وغیرہ)

جناب مختار کی بیوی کا قتل

اس کے بعد مصعب بن زبیر نے حکم دیا کہ جو مختار کا طرفدار نظر آئے اُسے قتل کر دو۔ چنانچہ بیشمار اشخاص قتل کر دیئے گئے۔ اس کے بعد وُہ مختار کے گھر آیا اور ان سب سے کہا کہ مختار پر تبرا کرو اور اُس سے برأت چاہو ان سب نے بخوف جان ایسا ہی کیا۔ لیکن ان کی دو بیویوں نے

کہاکہ ہم ایسے شخص سے کیونکر اظہار نفرت کریں جو کہتا تھا میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ دن کو روزہ رکھتا تھا رات کو نماز میں کھڑا رہتا تھا اور اُس نے اپنی جان محبت محمدؐ و آلِ محمدؐ میں دی۔

مصعب نے اُن دونوں بیویوں کے بارے میں عبداللہ بن زبیر سے اِستصواب کیا اُس نے مصعب کو لکھا کہ اگر وُہ دونوں مُختار سے نفرت کا اظہار نہ کریں تو قتل کر دے۔ مصعب نے پھر تو تلوار کھینچ کر ان دونوں سے کہا مُختار پر نفرین کرو ورنہ اسی تلوار سے تمہارے گلے کاٹ دوں گا۔ یہ سُن کر ایک بی بی ام ثابت بنت ثمرہ بن جندب الفزادی نے یہ کہہ کر مُختار پر لعنت کی کہ اگر تو تلوار کے ڈر سے مجھے کُفر کی طرف بُلاتا ہے تو میں کُفر کرتی ہوں اور کہتی ہوں کہ مُختار کافر تھے۔ لیکن دوسری زوجہ عمرہ بنت نعمان بن بشیر نے پھر بھی انکار کیا اور کہا جب مجھے شہادت حاصل ہو رہی ہے تو میں کیوں چھوڑ دوں ہرگز نہیں۔ اِس موت کے بعد جنت ہے اور رسُول کی اور اہل بیت کی خدمت میں حاضری ہے۔ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ میں ابن ہند کی پیروی کروں اور علی بن ابی طالب کو چھوڑ دوں۔ خُدا وندا تو گواہ رہنا کہ میں تیرے نبی، اُن کے نواسے اور اُن کے اہلبیت کی پیروی کرنے والی ہوں۔ یہ کہہ کر تلوار کے سامنے آگئی اور اُس سنگ دِل نے اُسے قتل کر ڈالا۔ (بحوالہ مُروج الذہب مسعودی، تاریخ خضری اور نورُ المشرقین)

صاحب نورُ المشرقین اس بی بی کا مفصّل حال لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"یہ تھا اُن لوگوں کا اسلام جس پر کُفر بھی خندہ زن ہے۔ ایک عورت کو محض اس جرم میں قتل کیا جاتا ہے کہ وُہ اپنے خاوند کی وفادار ہے۔ خود تو اُن میں کیا وفا کا مادہ ہوتا۔ وفا دار کو وفا کے جرم میں قتل کرتے ہیں اور کہتے ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خُدا و رسُولؐ کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ دونوں کو بدنام کرتے ہیں۔" (نورُ المشرقین)

حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر کا انجام

جناب مُختار کی شہادت کے بعد مصعب بن زبیر نے حضرت ابراہیم بن مالک اشتر سے مصالحت کی

کوشش شروع کر دی اِس لیئے کہ وُہ جانتا تھا کہ اُن سے مقابلہ آسان نہیں اُس پر جنگ خارز (موصل) کے موقع پر جو ابن زیاد سے ہوئی تھی اُن کی شجاعت وبہادری کا سکہ بیٹھ چکا تھا جبکہ ایک لاکھ فوج کے ساتھ ابراہیم کا مقابلہ کیا گیا تھا اور جناب ابراہیم نے اسّی ہزار کو واصل جہنّم کر دیا تھا مصعب نے ایک خط اُن کو لکھا کہ اگر آپ نے ہم سے صُلح کر لی تو آپ کی گورنری اور آپ کے اختیارات بحال رہیں گے۔ (بحوالہ تاریخ طبری) مصعب نے یہ بھی لکھا تھا کہ آپ جلد سے جلد کُوفہ تشریف لائیں تو بالمشافہ گفتگو کر کے آپس میں ہم اپنے معاملات طے کر لیں جناب ابراہیم کُوفہ تشریف لائے تو مصعب نے اُن کی بڑی تعظیم وتوقیر کی اور مُلکی مہمّات کی ذمّہ داری اُن کے سپُرد کر دی۔

(بحوالہ روضۃ الصفا) مُختار

جب عبدالملک ابن مروان کو یہ معلوم ہُوا کہ جناب ابراہیم اور مصعب میں مصالحت ہوگئی اور وُہ بدستور والی موصل ہیں تو اُس کو بہت تشویش ہوئی اور اُس نے اپنے سرداروں کو جمع کر کے کہا کہ تُم سب کو معلوم ہے کہ ابراہیم نے ابن زیاد جیسے عظیم جرنیل کو مع اُس کی اسّی ہزار فوج کے فنا کر دیا اب مجھے خطرہ ہے کہ کسی وقت وُہ ہماری سلطنت کو بھی برباد کر دیں گے۔ لہٰذا اُن کے خطرہ سے بچنے کا انتظام کرنا چاہیئے۔ یہ سُن کر بشیر بن مروان نے رائے دی کہ لشکر جمع کر کے حملہ کر دینا چاہیئے۔ مصعب کو بھی عبدالملک کے ارادوں کی خبر پہنچ گئی اُس نے مُہلب کو بُلا کر مشورہ کیا۔ اُس نے کہا کہ اہواز کو اک ذرا دبانے کے بعد مَیں تیرے پاس آجاتا ہوں۔ پھر مکمل تیاری کر کے حملہ کا بندوبست کریں گے۔ اِس کے بعد مصعب نے جناب ابراہیم کو موصل سے بُلا کر اُن کے سامنے تمام حالات پیش کیئے اور اپنی ساری فوج کا سپہ سالار بنا دیا۔ وُہ ایک بہت بڑی فوج لے کر بمقام "قرسیسا" پہنچا اور تین فرسخ کے فاصلہ پر ٹھہرا۔

جناب ابراہیم اور دُوسرے سرداروں کو عبدالملک نے خفیہ اپنی طرف آجانے کی دعوت دی اور بہت کچھ اُمیدیں دلائیں۔ دُوسرے تمام سرداروں نے مصعب کو اُس کے خط سے آگاہ نہیں کیا سوائے ابراہیم کے کہ انہوں نے مصعب کو عبدالملک کا خط دکھا دیا۔ مصعب نے پُوچھا

آپ نے عبدالملک کے اُن عظیم وعدوں کو کیوں نہ مان لیا اور کیوں نہ اُس کے ساتھ مِل گئے۔ فرمایا اے مصعب نازک وقت میں ساتھ چھوڑ کر دُشمن سے مِل جانا یہ امر شرافت کے خلاف ہے اور یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ بنی اُمیّہ کا ساتھ دُوں۔

اس کے بعد رات کے وقت وُہ تمام سردار جن کے پاس عبدالملک نے خُفیہ خط لکھے تھے مصعب کے لشکر سے فرار ہوکر عبدالملک کے پاس چلے گئے۔ اُن کے چلے جانے سے مصعب بہت مایوس ہُوا اور اُسی مایوسی کے عالم میں صُبح کو میدان قتال میں آیا۔

لڑائی شروع ہونے سے پہلے عبدالملک نے مصعب کے ایک عزیز کے ذریعہ کہلایا کہ اے مصعب ہمارے تمہارے درمیان قدیم دوستی ہے۔ تُم جنگ سے باز آجاؤ اور عبداللہ ابن زبیر اور ہمارے درمیان اِس جنگ کو چھوڑ دو۔ لیکن مصعب نے اُس کی بات نہ مانی اور جنگ شروع ہوگئی۔

عبدالملک کی طرف سے محمد بن مروان اور اُدھر سے جناب ابراہیم میدان میں آئے۔ بہت سخت جنگ ہونے کے بعد عبدالملک نے اپنے بھائی کی مدد کے لئے عبداللہ بن یزید کو اور مصعب نے ابراہیم کی مدد کے لئے چند بہادروں کو بھیجا۔ محمد بن مروان عبدالملک کی طرف اور مُسلم بن عمرو الباہلی مصعب کی طرف سے قتل ہوگئے۔ مصعب نے ابراہیم کی مدد کے لئے عتاب بن ورقاء کو بھیجا۔ اس کو دیکھ کر آپ نے افسوس کیا۔ کیونکہ آپ نے مصعب سے کہا تھا کہ اُس کو میری مدد کے لئے نہ بھیجنا۔ آخر جب جنگ میں شدت ہوئی تو ابن ورقاء نے راہ فرار اختیار کی جس کے نتیجہ میں حضرت ابراہیم موت سے ہمکنار ہوگئے۔ اُن کے مارے جانے سے مصعب بہت مایُوس ہُوا بار بار کہتا تھا کہ ہائے ابراہیم کہاں چلے گئے۔ اُس کے بعد اُس نے اپنے لڑکے عیسےٰ سے کہا کہ تُو نہایت عُجلت کے ساتھ مکّہ جا کر عبداللہ ابن زبیر سے حالات بیان کر اور فوج لے کر آ۔ اُس نے کہا کہ جب تک مَیں جا کر واپس آؤں گا یہاں جنگ ختم ہوجائے گی اور دُنیا کہے گی کہ عیسےٰ نے باپ کا ساتھ چھوڑ دیا اِس لئے عرض ہے کہ آپ مکّہ بھیجنے کے بجائے مجھے جنگ کی اجازت دیجئے۔ اُس نے مَیدان کی اجازت دیدی اور وُہ بہت شدت سے جنگ کرکے قتل ہوگیا۔ اور ایک شامی نے اُس کا سر کاٹ لیا۔ مصعب نے بڑھ کر

اُس کو قتل کر ڈالا اس کے بعد مصعب خود بہادری سے لڑا اور عبدالملک کے خیمہ تک پہنچ کر اُس کی طنابیں کاٹ دیں اِتنے میں مختار کے چچازاد بھائی زائدہ بن قدامہ نے بڑھ کر ایک تلوار مصعب کو ماری جس سے وُہ زمین پر گر پڑا اور کہا یہ مختار ابی عبیدہ کا بدلا ہے۔ اُس کے بعد عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان نے اُس کا سر کاٹ لیا کیونکہ اُس نے اُس کے بھائی کو قتل کیا تھا۔ یہ دیکھ کر عبدالملک بن مروان نے اُسے ایک ہزار دینار انعام دیا لیکن اُس نے اُسے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ مجھے اپنے بھائی کے خون کا بدلا چاہیئے تھا۔ وُہ میں نے لے لیا اب دینار کی ضرورت نہیں۔

(بحوالہ تاریخ طبری)

مؤرخین کا بیان ہے کہ عبدالملک جب داخل دارالامارہ ہُوا تو اُس کے سامنے مصعب بن زبیر کا سر پیش کیا گیا۔ یہ دیکھ کر ایک شخص عبدالملک بن عمیر نے کہا اے امیر میں اِسی جگہ بیٹھا ہُوا تھا کہ میں نے دیکھا عبداللہ بن زیاد تخت پر بیٹھا ہے اور اُس کے سامنے امام حسینؑ کا سر پیش کیا گیا پھر اِسی جگہ مختار کے سامنے عبداللہ بن زیاد کا سر پیش کیا گیا۔ پھر اسی مقام پر مصعب کے سامنے مختار کا سر رکھا گیا۔ آج اِسی مقام پر مصعب کا سر آپ کے سامنے ہے۔ خدا آیندہ وُہ دن نہ دکھائے کہ آپ کا سر کسی کے سامنے ہو۔ یہ سُن کر عبدالملک کانپ گیا اور فوراً اُس مقام سے کھڑا ہو گیا اور اُسی وقت حکم دیدیا کہ اِس قصر کو منہدم کر دیا جائے۔ (بحوالہ روضۃ الصفا و تاریخ الخلفا وغیرہ وغیرہ)

جناب ابراہیم کے انجام پر ایک نظر

جناب مختار کے تمام و کمال کارنامے اختتام تک پہنچانے کے بعد اُن کی فوج کے جرنیل اور دست راست جناب ابراہیم کے آخری حالات بھی ہدیہ ناظرین کرنا ضروری تھے کیونکہ جناب مختار کے کارناموں سے اُن کا ایسا ہی تعلق ہے جیسے جسم کا رُوح سے۔ اُن کے بغیر جناب مختار کے حالات تشنہ تکمیل رہتے ہیں۔

جناب ابراہیم کے متعلق دو واقعات جو تاریخوں میں پائے جاتے ہیں قابل غور ہیں جن سے جناب ابراہیم کا پاکیزہ دامن عمل داغدار ہو جاتا ہے۔ اور جن سے متاثر ہو کر جناب آغا محمد سلطان مرزا صاحب اعلی اللہ مقامہ زمانہ حال کے محقق اور مشہور اہلِ قلم اپنی وقیع اور مایۂ ناز تالیف نورالمشرقین من حیات الصادقین کے ص۱۷۰ پر سطر ۹ تا ۱۱ تاریخ طبری جزو سابع ص۱۴۷ کے حوالے سے رقمطراز ہیں۔

(جس وقت مختار اور مصعب ابن زبیر میں جنگ ہو رہی تھی) اُس وقت ابراہیم ابن مالک الاشتر طرح دے گیا اور مختار کی مدد کو نہ آیا۔ ابراہیم کے کئی سرداران فوج یہ دیکھ کر کہ وُہ مختار کی پرواہ نہیں کرتا ابراہیم سے علیحدہ ہو کر مختار کے پاس آگئے اور اس فوج میں شامل ہو گئے۔ (جس کو احمر بن شمیط کی قیادت میں مختار نے مصعب کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا)

نتیجہ یہ نکلا کہ جناب ابراہیم کو حضرت مختار سے کوئی ہمدردی نہ تھی بلکہ جس قدر مختار کا ساتھ دیا اپنے اقتدار کے لئے دیا تھا۔ یعنی ابتدا میں چُونکہ وُہ سمجھ چکے تھے کہ لوگوں نے مختار کو امیر تسلیم کر لیا ہے اب خود اُن کی امارت کا تسلیم ہونا ناممکن ہے لہٰذا مختار سے مِل کر استحکام سلطنت کی کوششوں میں مشغول رہے اور جب اُن کو موصل اور اُس کے اطراف کی حکومت مِل گئی تو انہوں نے مختار سے بغاوت کی اور اُن کو دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ دیا۔ جناب آغا صاحب موصوف نے ابراہیم کے متعلق اس روایت پر کوئی تبصرہ بھی نہیں فرمایا حالانکہ جناب مختار کو اغیار کے طعن سے بچانے کی کوشش فرمائی ہے اور "مختار اور شیعی تحریک پر تبصرہ" کے ذیل میں ص۱۱۰ پر سطر ۴ تا ۵ اکتاب مذکور میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"سب سے پہلے جو بات یاد رکھنے کی ہے وُہ یہ ہے کہ مختار کی لڑائیاں عبداللہ بن زبیر سے ہوئیں جس کو سب مؤرخین جن کی کتابیں ہم تک پہنچی ہیں خلیفۂ برحق مانتے ہیں خلیفۂ برحق کے خلاف جو بغاوت کرے گا اُس کو یہ لوگ کس رنگ میں ظاہر کریں گے معلوم ہے۔ حضرت معاویہ بھی خلیفۂ برحق کے خلاف لڑے تھے لیکن وُہ تو چُونکہ حکومت صدر اول کے منتخب شدگان میں سے تھے لہٰذا اُن کی بغاوت اجتہادی غلطی ہوئی۔ لیکن مختار بیچارہ تو شیعہ تھا اور خونِ حسینؑ کا بدلا لے رہا تھا۔ اُس کو اجتہادی غلطی کا فائدہ نہیں مِل سکتا تھا۔ لہٰذا اُس کے لئے ملعون و کذاب کے لقب

منتخب کیئے گئے۔ اُس کے حالات و واقعات بھی اسی ذہنیت کے ماتحت لکھے گئے اور اُس کے
اقوال و افعال کی تعبیریں بھی اُسی نہج سے کی گئیں۔ اوّل تو شیعہ مؤرخین ہی بہت کم ہوئے ہیں
اُن کی تاریخ کو کون قبول کرتا۔ اور اگر اُس میں کچھ حکومت کے مزاج کے خلاف ہوتا تو جان و
آبرو دونوں گئی تھیں۔ انعدیں صورت صحیح شیعوں کی تاریخ تو سینہ بہ سینہ ہی آئی ہے۔ اور جس نے
کوئی تاریخ لکھی اُس نے بعینہٖ سُنّی تواریخ کی روایتوں کو نقل کر دیا شیعہ مصنفین نے بغیر کسی
تنقید و جرح کے سُنّیوں کی تواریخ کی روایتوں کو قبول کر لیا۔"

تو حضور یہی مؤرخین تو ہیں جنہوں نے جناب ابراہیم کے متعلق یہ لکھا ہے کہ ابراہیم نے مُختار کی مدد نہ کی۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ "ابراہیم کے کئی سردارانِ فوج اُس سے علیحدہ ہو کر مُختار کے پاس چلے آئے۔" تاکہ ابراہیم کی طرف سے یہ عُذر بھی پیش نہ کیا جا سکے کہ کُوفہ سے موصل کا بہت فاصلہ تھا۔ اِتنی طویل مسافت کیونکر طے کر کے ابراہیم عین وقت پر مدد کے لیئے پہنچ جاتے؟

جیسے مُختار شیعہ تھے ویسے ہی ابراہیم بھی شیعہ تھے۔ اگر مُختار کو اجتہادی غلطی کا فائدہ نہیں مل سکتا تھا تو ابراہیم غریب کے لیئے دُوریٔ مسافت کا عُذر کیونکہ باقی رکھا جا سکتا تھا۔ لیکن تعجب ہے کہ ہمارے بلند پایہ مؤلف جناب آغا صاحب قبلہ نے بھی بغیر جرح و تنقید کے جناب ابراہیم کے خلاف اِس روایت کو مان لیا اور اسی کو بُنیاد قرار دے کر صفحہ ۱۲ سطر ۵ تا ۸ نورُالمشرقین میں تحریر فرما دیا کہ:-

"ابراہیم بن مالک الاشتر نے نہایت نازک موقع پر مُختار کو علیحدہ چھوڑ دیا۔ ایک ہی تحریک
میں دو لیڈروں کا ہونا ہمیشہ کمزوری کا باعث ہوتا ہے۔ مُختار اور ابراہیم دونوں علیحدہ علیحدہ
اپنی ریاست قائم کرنے میں لگے ہوئے تھے۔"

تعجب ہے کہ موصوف نے یہ نتیجہ کیونکر نکالا۔ مُختار کی ریاست تو ابتدا ہی سے قائم تھی۔ ابراہیم اُس کے اِستحکام میں دِل و جان سے کوشاں تھے۔ پھر مُختار کی ریاست اور کس طرح قائم سمجھی جاتی۔ ابراہیم کے کسی طرزِ عمل سے کوئی موقع ایسا ثابت نہیں۔ ابراہیم نے کسی امر میں مُختار کی نافرمانی نہیں کی۔ کسی کام کو بگڑنے نہیں دیا بلکہ ہر موقع پر مُختار کی دِلی خواہش کے مطابق عمل کیا۔ پھر کیونکر مان لیا جائے کہ

ابراہیم بھی اپنی ریاست علیحدہ قائم کرنا چاہتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ جناب مُختار سے حضرت ابراہیم بہت دُور یعنی تقریباً ۹۰۰ میل کے فاصلہ پر تھے اور یہ کسی تاریخ سے ثابت نہیں کہ مُختار نے اُن کو اپنے جنگ کے حالات سے مطلع کیا یا اُن سے مدد طلب کی۔ وُہ خُدا کے بھروسہ پر مصعب سے جنگ کے لئے کوفہ سے نکل پڑے اور شکست کھا کر دارالامارہ میں محصور ہو گئے مصعب نے تمام راستے بند کر دیئے۔ اب مُختار مجبور ہو گئے ابراہیم کو اطلاع دینے کا امکان ہی نہ تھا۔ یہ تمام واقعات اِس طرح مُسلسل رُونما ہوئے کہ ابراہیم کو بروقت صحیح اطلاع ہی نہ پہنچ سکی تو طرح دینے اور مدد نہ کرنے کا الزام کیونکر عائد ہو سکتا ہے۔

جناب ابراہیم کے پاس سے دُوسرے سرداروں کا ابراہیم سے ناراض ہو کر مُختار کی مدد کے لئے آنا ایسی ہی خبر ہے جیسی اور بہت سی بے بُنیاد خبریں مؤرخین اہلسنت نے بڑی شد ومد کے ساتھ لکھی ہیں۔ مثلاً حضرت ابوبکرؓ کی اقتدا میں جناب رسُولؐ خدا کا اپنے زمانۂ علالت میں نماز پڑھنا یا پیغمبرؐ کا اپنی میراث کو صدقہ قرار دینا وغیرہ جو عقل ونقل دونوں کے خلاف ہیں۔

کُوفہ سے موصل تک کا فاصلہ کتنا ہے صحیح طور پر تو معلوم نہ ہو سکا کیونکہ عرب کا جغرافیہ افسوس ہے کہ دستیاب نہ ہو سکا ہاں صاحب مُختار آلِ محمدؐ نے جناب ابراہیم کی کُوفہ سے روانگی اور موصل پہنچنے تک ۲۰ منزلیں لکھی ہیں جن کی تفصیل اپنے مقام پر درج کی جا چکی ہے۔ مختصراً یہ کہ جناب ابراہیم کوفہ سے روانہ ہو کر دیہیم پہنچے دیہیم سے دُوسری منزل مدائن اور وہاں سے بحوالہ اخذ الثار ابو مخنف اور قُرۃ العین امام احمد نوؔ دن کی مسلسل جدوجہد کے بعد دسویں روز بمقام انبار وارد ہوئے۔ کُوفہ سے دیہیم تک ایک روز اور وہاں سے مدائن تک ایک ہی روز کی مسافت مان لی جائے۔ پھر وہاں سے جدوجہد کے ساتھ یعنی تیزیٔ رفتار کے ساتھ نوؔ روز چل کر دسویں روز انبار پہنچے۔ اگر ایک دن میں اوسطاً کم سے کم ۲۵ میل کی مسافت طے کی تو گیارہ روز میں ۲۷۵ میل کا فاصلہ طے کیا۔ پھر انبار سے تکریت تک ۱۳ منزلیں طے کیں۔ ہر منزل کو ایک ہی روز میں طے کرنا تسلیم کر لیا جائے تو یہ ۱۳ روز ہوئے۔ بحساب ۲۵ میل یومیہ ۳۲۵ میل کی مسافت ہوئی۔ یہاں تک کُوفہ سے

۶۰۰ میل ماننا پڑے گا۔ پھر تکریت سے کحیل تک ۷۰ فرسخ ایک فرسخ بحساب انگریزی ۳½ میل (تحفۃ العوام ۲۵ دستخطی علمائے کرام مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ) یہ ۲۴۵ میل ہوئے۔ پھر کحیل سے بالیسط و موصل دو منزلیں ۵۰ میل یہ بھی مان لیجئے۔ یعنی تکریت سے موصل تک ۲۹۵ میل اور کوفہ سے تکریت تک ۶۰۰ میل جملہ ۸۹۵ میل کی مسافت کم سے کم فرض کی گئی۔ ممکن ہے اور زیادہ ہو۔

بہرحال موصل سے کوفہ تک اس ۹۰۰ میل کی مسافت طے کر کے عین وقت پر پہنچنا محال تھا لہٰذا اگر جناب ابراہیم کو عین وقت پر مختار کی نازک اور خطرناک حالت کی صحیح خبر پہنچی بھی ہو تو وہ کیونکر پہنچ کر مدد کر سکتے تھے۔ اس لئے جناب ابراہیم پر یہ الزام ظلم ہوگا کہ وہ طرح دے گئے اور مختار کی مدد کو نہ آئے۔ جناب ابراہیم سنی سنائی خبر پر بیچین ہو گئے اور لشکر لے کر مختار کی مدد کے لئے روانہ ہوئے لیکن اُس وقت پہنچے جب جناب مختار شہید ہو گئے تھے۔ جیسا کہ ہم اسی کتاب میں صد ۱۹ پر مختار آل محمد کے حوالے سے جس میں دمعہ ساکبہ صد ۴۱۵ کا حوالہ ہے درج کر آئے ہیں۔

پھر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جب وہ کوفہ تک صعوبات سفر برداشت کر کے پہنچ گئے تھے تو مصعب سے کیوں جنگ نہ کی اور جناب مختار کا انتقام کیوں نہ لیا۔ تو غور طلب یہ ہے کہ اس جنگ سے فائدہ کیا ہوتا۔ مختار تو شہید ہو چکے تھے۔ آنے کا اصل مقصد فوت ہو چکا تھا۔ اب بلا مقصد جنگ ہوتی اور ناحق بندگان خدا کی جانیں تلف ہوتیں۔ علاوہ ازیں ممکن ہے مصعب نے اُسی وقت صلح کا پیغام دیا ہو اور جناب ابراہیم نے اُس مصلحت کے پیش نظر منظور کر لیا ہو جس کا ذکر جناب ابراہیم پر "دوسرے الزام کی تردید" میں ہم ذیل میں کرتے ہیں:۔

دوسرا سخت الزام ہے مصعب سے صلح کر کے اُس کی حمایت میں عبدالملک سے جنگ کرنا۔ جو تاریخوں سے ثابت ہے اور جس کی بناء پر صاحب نورالمشرقین نے ابراہیم کی طرف سے اپنی کبیدگی کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے:۔

(۱) قتل مختار کے بعد ابراہیم ابن مالک الاشتر مصعب سے مل گیا۔ (نورالمشرقین صد ۱۲۰ سطر ۹)

(۲) ابراہیم ابن مالک الاشتر جو اپنے آقا کے دشمنوں کی خدمت کر رہے تھے (نورالمشرقین صد ۱۲۱ سطر ۲۱، ۲۲)

(۴) ابراہیم ابن مالک الاشتر اپنے باپ کے آقا کے دُشمنوں یعنی مصعب ابن زبیر کی فوج میں اُن کی حمایت میں لڑ رہے تھے۔ لڑائی بڑی سخت ہوئی۔ ابراہیم ابن مالک الاشتر لڑتے لڑتے مارے گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ دُنیا تو ملی نہیں عاقبت کی خبر خُدا جانے۔

(نورُالمشرقین صہ ۱۲۲ سطر ۱۹ تا ۲۲)

جنابِ مُختار کی شہادت کے بعد جناب ابراہیم کے سامنے تین صورتیں تھیں :-

(۱) عبدالملک سے مل جاتے۔

(۲) یا مصعب ابن زبیر سے مل جاتے۔

(۳) یا علیحدہ رہ کر دونوں سے مقابلہ کرتے۔

موقع وُہ ہے کہ اِس وقت جناب ابراہیم کو ہر طرف سے مَوت کا سامنا ہے۔ اگرچہ راہِ خُدا میں اُن کو اپنی جان کی پرواہ کبھی نہیں ہوئی۔ ہمیشہ وُہ اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر تن تنہا لاکھوں سے مقابلہ کرتے رہے ہیں۔ مَوت سے نہ کبھی وُہ خائف ہوئے اور نہ اِس وقت اُن کو مَوت کا دھڑکا تھا۔ لیکن اُن کی دینداری۔ خُداپرستی اور جوشِ ایمانی کے پیشِ نظر وثوق کے ساتھ یہ کہنے میں ذرا بھی جھجک محسُوس نہیں ہوتی کہ شیرِ خُدا کے اس شیر کی دلی خواہش اور تمنّا ضرور رہی ہوگی کہ مرنا تو ہے ہی لہٰذا جہاں تک ہوسکے زیادہ سے زیادہ دُشمنانِ خُدا و رسُولؐ و مخالفانِ علیؑ و اولادِ علیؑ کو مار کر مرنا چاہیئے اور یہ اُسی صورت میں ممکن تھا کہ دونوں (مصعب اور عبدالملک کی) بڑی طاقتوں میں سے کسی ایک کو اپنا لیا جائے۔ تاکہ سہارا دینے والی کوئی طاقت پُشت پر ہو اور یہ دلی آرزو زیادہ سے زیادہ پوری ہو سکے جو یقیناً خوشنودیٔ خُدا و رسُولؐ کا باعث تھی۔

عبدالملک سے صُلح نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ وُہ بنی اُمیّہ میں سے تھا۔ مروان طریدِ رسول ایسے مُفسد کا بیٹا تھا اُس کے قول و فعل کا قطعی اعتبار نہیں ہوسکتا تھا۔ بنی اُمیّہ وُہ لوگ تھے جن کی سرشت میں مکر و فریب کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہُوا تھا علاوہ ازیں بنی ہاشم اور اُن کے ہوا خواہوں کی عداوت اُن کی گھُٹی میں پڑی تھی۔ اِسی خاندان کے چشم و چراغ تھے معاویہ بن ابی سفیان۔ جنہوں نے

علیؑ و اولادِ علیؑ اور اُن کے ماننے والوں پر برسرِ منبر خطبوں میں مدتوں لعن طعن کرایا اور یہ سلسلہ ابھی جاری تھا جس کو جناب ابراہیم برداشت نہیں کرسکتے تھے کیونکہ اُن کے رگ و ریشہ میں محبت علیؑ و آلِ علیؑ رچی بسی تھی۔ مصعب بن زبیر کے یہاں یہ رسم قبیح نہ تھی۔ جناب ابراہیم کو یہ بھی احتمال ہوسکتا تھا کہ عبدالملک اُن کو دھوکے سے قتل کرا دے گا یا زہر دلوا دے گا۔ جو بنی اُمیّہ کا خاص شعار تھا۔ اِس طرح اُن کی زندگی مُفت ضائع جائے گی۔ اور جو اُنہوں نے کچھ روز اور زندہ رہ کر دُشمنانِ اہلبیت کو قتل کیا نہ کرسکتے۔

مصعب و عبداللہ پسرانِ زبیر بھی اگرچہ آلِ رسُولؐ کی عداوت میں بنی اُمیّہ سے کم نہ تھے لیکن موقع وُہ تھا کہ مصعب کا عبدالملک ایسے سخت و قوی دُشمن سے مقابلہ تھا جس کے پاس بےشمار فوج تھی بہادر سپاہی تھے مصعب کی فوجی طاقت اُس کے مقابلہ میں کمزور تھی۔ اُس کو ایک بہادر جرنیل اور شجاع سپہ سالار کی ضرورت تھی جس کی دھاک دلوں پر بیٹھی ہو جس کی ہیبت سے بڑے بڑے مردِ میداں کے جگر کانپ جاتے ہوں اُس کی نگاہ میں ایسا شجاع و جوانمرد جرّار دلیر جناب ابراہیم کے سوا کوئی نہ تھا۔ اِس لئے اُس نے اپنا وقتی کام نکالنے کے لئے ابراہیم کو اپنانے کی کوشش کی اور اُنہوں نے اپنے اُس مفاد کے پیشِ نظر اُس کی دعوت قبول کرلی کہ جان تو کسی صورت سے بچ نہیں سکتی لہٰذا کسی ایک طاقت کی حمایت حاصل کرکے زیادہ سے زیادہ دُشمنانِ اہلبیت کو فی النار کرنے کا موقع کیوں نہ فراہم کرلیا جائے۔ مصعب بن زبیر کی طرف سے وُہ دھوکے دھڑی سے قتل ہونے کا خطرہ بھی نہ تھا جو عبدالملک کی طرف سے تھا۔ اُس کے یہاں منبروں پر اولادِ رسُولؐ پر لعنت کی منافقانہ رسم بھی نہ تھی۔ اِس لئے اُنہوں نے مصعب بن زبیر سے مصالحت کرلی۔ علیحدہ رہنے میں اُن کو دونوں سے مقابلہ کرنا پڑتا اور جناب مُختار کی شہادت کے بعد اب کہیں سے کمک کی اُمید بھی نہ تھی اس صورت میں جلد سے جلد اُن کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا اور زیادہ سے زیادہ دُشمنانِ آلِ رسُولؐ کو قتل کرنے اور دارُالبوار پہنچانے کی اُن کی آرزُو پوری نہ ہوسکتی لہٰذا اُن سے کسی طرح سوءِ ظن رکھنا اُن کی دینداری اور جوش

ایمانی کے پیشِ نظر میری دانست میں گناہ ہے۔ کیونکہ وہ ایسے خالص الایمان اور شیفتۂ آلِ رسولؐ تھے کہ اُنہوں نے مختار علیہ الرحمہ کا ساتھ اُس وقت نہ دیا اور اُن کی تحریک میں اُس وقت تک شریک نہ ہوئے جب تک اُن کو یقین نہ ہوگیا کہ جناب امام زین العابدینؑ کی ایما سے جناب مختار طلبِ قصاص خُون شہدائے کربلا میں کوشاں ہیں۔ خواہ مختارؒ کی طرف سے اس یقین دہانی میں کچھ مبالغہ ہی سے کام لیا گیا ہو۔ مختصر یہ کہ جناب ابراہیم کی وہ ہستی تھی جس سے جناب مختار کی تحریک میں جان پڑ گئی اور وہ انتقام خُونِ مظلومانِ کربلا لینے میں کامیاب ہو گئے لہٰذا ایسے بزرگ اور محبِ اہلبیت سے سُوءِ ظن رکھ کر اُس کے تمام کارناموں پر خاک ڈالنا کسی طرح محمدؐ وآلِ محمدؐ کی خوشنودی کا باعث نہیں ہوسکتا۔

۱۶ رجمادی الثانی ۱۳۸۸ھ روز سہ شنبہ	اُمیدوار دُعائے آمرزش
مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۶۸ء بوقت سہ پہر	سیّد بشارت حسین کامل مرزاپوری

تاریخ اعثم کوفی (خلاصہ)

کتاب "تاریخ اعثم کوفی" اگرچہ قدیم تواریخ میں سے ہے، جو وفات آنحضرتؐ سے لیکر واقعہ کربلا تک کے واقعات کے لئے قابلِ قدر اور مستند ماخذ کے طور پر آج تک شہرۂ آفاق چلی آرہی ہے۔ مگر چونکہ یہ کتاب اس قدر ضخیم ہے کہ اس وقت کا عدیم الفرصت انسان اسے پڑھنے سے گھبراتا اور گریز کرتا ہے۔ اس لئے اس بات کو مدِنظر رکھ کر جناب سید محمد حسن عسکری صاحب زیدی نادم ایراپائی نے بڑی کد وکاوش کے ساتھ نہایت عمدہ پیرایہ میں اس کتاب کی "تلخیص" کرکے ایک بیش بہا معلومات اور اسے علمی افکار کا ذخیرہ بنا دیا ہے۔ جو طالبانِ دین کے لئے بلا تفریق مذہب و ملت سود مند اور طالبِ حق کے لئے ضروری ہے۔

حجم ۲۴۸ صفحات۔ آفسٹ طباعت رنگین سرورق۔ ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ مغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ۔ لاہور ۸